نہ یہہ زمین ہوتی - نہ آسمان نہ صحرا ہوتا نہ گلستان - نہ لسان ہوتی نہ تکلم - نہ تعلیم ہوتی نہ تعلم
یہہ سب طفیل اوسی اُمّی کا ہی جو بلا واسطہ حق تعالی سے موافق مضمون أَدَّبَنِي رَبِّي کے
ادب سیکھے ہوے تھا - اور مکارم اخلاق تمام کرنیکے واسطے مطابق مفہوم بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ
مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ کے مبعوث کیا گیا تھا - اوس نے استحصال علم وفضل کی ترغیب دی -
اور حسن اخلاق کی تحریص کی - اور اخلاق کریمہ کو مرجع اتفاق اور تہذیب حسنہ کو منبع فوائد قرار دیا
اور ساری نیکیون کا اسکو مبدا ٹہرایا - اسکے بعد ہیچمیرز انلی سید فاروق علی [illegible]
نقوی نے جو غور کیا تو معلوم ہوا کہ کل خلائق کو عقل کی احتیاج ہی - اور عقل تجربہ کی محتاج
تجربہ واقع مین عقل کی صیقل ہی جس سے امور مصالح دینی و دنیوی مین صفائی اور تیزی
ہوتی ہے - مگر تجربہ کے واسطے عمر درکار ہی - حالانکہ جب انسان تجربہ کار ہوتا ہی - تب
موت اظہار اور اعلان کی فرصت نہین دیتی - یا قبل تجربہ آجاتی ہی -
حکمت شعار وعلماء ذی وقار ومشائخان کبار نے اس طریقہ کو پسند واختیار کیا ہی - کہ
حوادثات زمانہ جیسے جسکی نظر سے گزرین - یا سماعت مین پہونچین - اوسکے
نیک وبد کو تفصیل کے ساتھہ قلمبند کرے - تاکہ آیندہ لوگ اپنی استعداد اور ہمت کے موافق
اوس سے فایدہ اوٹھائین - چونکہ اخلاق حسنہ ہر زمانہ کے واسطے مفید و موثر ہین - لہذا
کئی مرتبہ مین نے یہ قصد کیا کہ اس مقدمہ مین کچھہ لکھون - مگر ہمیشہ کم بضاعتی اور بے استعدادی
مانع وحارج ہوتی رہی - اور یہ بھی کہ اخلاق مین متقدمین کے کتب مبسوطہ موجود ہین مجھے اونپر
قلم اوٹھانا گویا اپنی فرومایگی دکھانا ہی - پھر یہ خیال ہوا کہ کتب اخلاق بیشتر عربی اور فارسی

ہین ہین جبکو مجہ ایسے کم مایہ نہین سمجہ سکتی ۔ لھذا مختصر طور پر مین نے سلیس اردو مین
تالیف اور تحریر اس رسالہ کی شروع کی ۔ اور نام تاریخی اسکا مبشر الاخلاق ۱۳۰۵ھ رکھا ۔
تا اردو خوان اپنی استعداد کے موافق بہرہ مند ہون ۔ لیکن افسوس ہی کہ اس زمانہ مین
جو حضرات کتاب دیکھتے ہین گو وہ کسی علم اور بحث مین ہو اوسکو شل قصص اور افسانہاے
باطل کے سمجھتے ہین ۔ اور ظاہری الفاظ وعبارت کو دیکھتے ہین ۔ اوس کے نتایج اور
مآل پر جو ہزارون فایدے سی مملو ہی مطلقاً غور نہین کرتے ۔ اور اوس سے متمتع نہین
ہوتے ۔ اسواسطے مین ابتدای سخن مین حضرات ناظرین سے اس کی امید کرتا ہون
کہ اوسکو شل ناول اور اساطیر کے نہ سمجھین ۔ اور مراتب اخلاق اور اتفاق کو چشم غائر سی
ملاحظہ فرما کر ذہن نشین کرین ۔ تا کہ قوت روحانی اور فایدۂ جسمانی حاصل ہو ۔ ~~سے~~
~~نصیحت گوش کن جانا کہ~~ از جان دوست تر دارند ✤ جوانانِ سعادتمند پند پیر دانا را
قبل اسکے کہ مین اصول اخلاق اور اوس کے ذمائم بیان کرون ۔ اسکا معلوم ہونا
ضرور ہی کہ تواضع حقہ وعطر و پان کو خلق نہین کہتے ۔ بلکہ اخلاق وہ چیز ہین جو انسانکی
صورت وسیرت قطع و وضع حرکات وسکنات سے ثابت ہون ۔ اس مین بعض علما
وحکما کا اختلاف ہی کہ اخلاق خلقی ہوتے ہین یا کسبی ۔ طبری نے اس مین مخالفت
کی ۔ چنانچہ فتح الباری مین ہی وَحَکَی ابْنُ بَطَّالٍ تَبَعًا لِلطَّبَرِیِّ خِلَافًا هَلْ حُسْنُ
الْخُلُقِ غَرِیْزَةٌ اَوْ مُکْتَسَبٌ یعنے علامہ ابن بطال طبری کی تبعیت مین مخالفت کی ۔
اور حکایت کی ہی کہ آیا حسن اخلاق پیدایشی ہین ۔ یا اکتساب سے حاصل ہوتے ہین

اور قاضی عیاض نے کہا کہ بعض انواع اوس کے خلقی ہین۔ اور بعض کسب سے حاصل ہوتی ہین
اور اس کی تائید ہوتی ہی اوس حدیث سے جو اشج حصری کے حق مین ہی جسکو احمد و نسائی اور بخاری
ادب مفرد مین بیان کیا ہی کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اِنَّ فِيكَ لَخَصْلَتَيْنِ
يُحِبُّهُمَا اللهُ الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ قَدِيمًا كَانَ فِيَّ أَوْ حَدِيثًا قَالَ قَدِيمًا
قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَبَلَنِي عَلَى خُلُقَيْنِ يُحِبُّهُمَا یعنی فرمایا رسول خدا نے تجہہ مین دو
خصلتین ہین کہ اللہ اون کو دوست رکہتا ہی ایک حلم دوسرا تحمل عرض کیا مجہہ مین اب پیدا
ہون گے یا پیدایشی ہین۔ فرمایا پیدایشی۔ اونھون نے کہا کہ حمد ہی اللہ کو جس نے مجھکو
پیدا کیا دو خلقون پر کہ دوست رکھتا ہی اوسکو۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہین کہ اس
حدیث سے ظاہر ہوتا ہی کہ بعض اخلاق جبلی ہین۔ اور بعض مکتسب۔ اور بعض حکما کا یہ قول ہی
کہ اخلاق طبعی ہین نہ مخالف طبیعت کے جسوقت مزاج موافق ہوتا ہی خلق بہ آسانی
ظہور مین آتا ہی۔ اور جو مزاج مخالف ہوا تو بدشواری۔ اور بعض یہ کہتے ہین کہ اللہ تعالی نے
انسان کو فطرت خیر پر پیدا کیا ہی۔ مگر بعد بلوغ وہ ناکس اور فرومایہ لوگون کی صحبت مین
تمام فضائل کو کھو کر رذائل اختیار کر لیتا ہی۔ یا یہ سبب ہوتا ہی کہ شہوات ناجائز کا
ارتکاب بجای خیر کے شر پر بنا دیتا ہی۔ بہرحال انسان بالطبع خیر ہی۔ اور شر عارضی۔
جس کی اصلاح تعلیم و تربیت و تادیب سے ممکن ہی۔ امام قرطبی اسطرف گئے ہین
اور کہتے ہین اَلْخُلُقُ جِبِلَّةٌ فِي نَوْعِ الْإِنْسَانِ وَهُمْ فِي ذٰلِكَ مُتَفَاوِتُونَ فَمَنْ غَلَبَ عَلَيْهِ
شَيْءٌ مِنْهَا إِنْ كَانَ مَحْمُودًا وَإِلَّا فَهُوَ مَأْمُورٌ بِالْمُجَاهَدَةِ فِيهِ حَتَّى يَصِيرَ مَحْمُودًا

یعنی خُلق پیدائشی ہی نوع انسان مین - پس جس آدمی پر اخلاق حسنہ غالب ہوے وہ محمود ہی - ورنہ مجاہدہ یعنے تعلیم و تعلم تہذیب نفس اور ریاضت اختیار کرے محمود ہوجائیگا - ارسطو کا بھی یہی قول ہی کہ تعلیم و تادیب سے اشرار نیک ہوجاتے ہین - مگر یہ حکم علی الاطلاق نہین ہی ہان تکرار مواعظ اور نصائح اور تواتر تہذیب و تادیب سے کچھ نہ کچھ ضرور اثر ہوتا ہی - امر صحیح یہ ہی کہ خلق خلقی داخل فطرت انسانی ہی جسکو ناموس اکبر کہتے ہین - اور ناموس اکبر کے معنی ہین (قاعدہ و دستور و شریعت) اور یہی وجہ ہی کہ جبریئل علیہ السلام کو بھی ناموس کہتے ہین - جیسا کہ حدیث بخاری مین آیا ہی هٰذَا النَّامُوسُ الَّذِي نَزَّلَ اللهُ عَلَى مُوسَى اور حافظ ابن حجر فتح الباری مین فرماتے ہین وَالنَّامُوسُ صَاحِبُ السِّرِّ وَالْمُرَادُ بِالنَّامُوسِ هُنَا جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ یعنے ناموس کے معنی صاحب سر کے ہین - اور مراد حدیث مین جبریل علیہ السلام ہین کیونکہ وہ شریعت لانے والے ہین خدا کے طرف سے پس ناموس اکبر اللہ تعالی کے طرف سے ہوتا ہی - اور اہل عصمت یعنی انبیاء و ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واسطے مخصوص ہی - اور ناموس اصغر اولیاء اللہ کے لئے ہی - کہ وہ محفوظ ہین - اور کسبی تقلید ناموس اکبر و ناموس اصغر سے حاصل ہوتا ہی - اور تقلید ناموس کی وہی ہی جس مین اتباع ہو سیرت احمدی و شریعت مصطفوی کا اور اوس کی شناخت کے اشکال علما اور اہل عرفان اور حکماء یونان نے بالاتفاق قرار دئے ہین - اور کتب اخلاق مثل احیاء العلوم و اخلاق ناصری و کیمیای سعادت و جلالی وغیرہ مین بہت شرح و بسط کے ساتھ لکھے ہین - اور مختصر طور پر یہ ہی کہ اخلاق جمع ہی خلق کی - اور

اور خُلق بالضم اور خَلق بالفتح ہم تجنیس اور مترادف المعنی ہین ۔ مگر مترادف الاستعمال نہین
قَالَ الرَّاغِبُ اَلْخَلْقُ وَالْخُلْقُ یَعْنِی بِالْفَتْحِ وَبِالضَّمِّ فِی الْاَصْلِ بِمَعْنًی وَاحِدٍ كَالشُّرْبِ
وَالشَّرْبِ لٰكِنْ خُصَّ الْخَلْقُ الَّذِیْ بِالْفَتْحِ بِالْهَیْاٰتِ وَالصُّوَرِ الْمُدْرَكَةِ بِالْبَصَرِ وَخُصَّ
الْخُلْقُ الَّذِیْ بِالضَّمِّ بِالْقُوٰی وَالسَّجَایَا الْمُدْرَكَةِ بِالْبَصِیْرَةِ كَذَا فِی الْفَتْحِ امام راغب نے
فرمایا کہ خلق فتح کے ساتھہ اور ضمہ کے ساتھہ اصل مین ایک معنی رکھتا ہے ۔ لیکن خاص کر لیا گیا
خَلق بالفتح ہیئتون اور اون صورتون کے ساتھہ جو بصر سے مدرک ہوتی ہین ۔ اور خاص کر لیا گیا
خُلق بالضم ساتھہ قوتون اور عادات پسندیدہ کے جو بصیرت سے مدرک ہوتی ہین ۔ پس
حق تعالی نے اس حقیقت انسانی کو دو چیزین عنایت فرمائین ۔ ایک یہ جسد جس کو ظاہری
آنکھہ سے دیکھتے ہین ۔ دوم روح جس سے حس بصارت متعذر ۔ اور بصیرت سے متعلق ہے
یعنی اوسکو چشم عقل سے دیکھہ سکتے ہین ۔ اور روح کا جسد سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے
کیون کہ اس کا تعلق عالم علوی سے ہے ۔ اور اوس کا باعتبار عناصر عالم سفلی سے ۔ پس
جسم کے واسطے ہیئت واجب ہے ۔ عام اس سے کہ خوبصورت ہو یا بدصورت ۔ مگر
فقط آنکھہ و ناک رنگ و روپ اچھا ہونے سے اوسکو خوبصورت نہ کہین گے تاوقتیکہ
کل اعضا اچھے ۔ اور ایک دوسرے کو مناسب نہ ہون ۔ اسیطرح روح کی بھی صورت ہے
اچھی ہو یا بُری ۔ اور حسین اور قبیح کی پہچان انسان کے اطوار و افعال سے ہوتی ہے
کیونکہ اظہار فعل محمود ہو ۔ خواہ نامسعود ۔ انسان کی نیت پر منحصر ہوتا ہے ۔ اور نیت شئی
باطنی ہے ۔ بعض علما نے کہا ہے کہ حسن خلق کشادہ روئی کو کہتے ہین ۔ کوئی کہتا ہے کہ

بحالت قدرت بدسلوکی کا عوض نہ لینا - کوئی کہتا ہی دوسرون کی تکلیف رفع کرنا - اور بعض نے
اس کے چار اصول قرار دئے ہین - حکمت - عفت - شجاعت - عدالت

بیان حکمت

واضح ہو کہ موضوع حکمت کا علی قدر امکان تین چیزون پر مبنی ہی - اول حقیقت انسان
دوم کائنات - سوم معرفت واجب الوجود - جو کل کا صانع بے زوال ہی - اور موضوع
علم کا وہ ہی جس کے عوارض ذاتیہ سے اوس علم مین بحث کی جاے - چنانچہ یہان ماہیت
روحانی انسان کا ذکر کیا جاتا ہی نہ ترکیب جسمانی کا گو علم ابدان حکمت مین داخل ہے
مگر موضوع اوس کا اور ہی - اور حکمت کا مطلب اعلی متعلق حرکات و کیفیات حس و
ادراک سے ہی - جو خاصہ نفس ناطقہ کا ہی اسیکو روح بھی کہتے ہین - اور منشا نفس یہ ہی
کہ اسرار کائنات کو اپنے نفس مین تلاش کرے - اور عَرَفَ نَفْسَہٗ کے مطلب کو
پہونچے - مگر جب انسان دنیا مین قدم رکھتا ہی تو تماشہ خانہ جہان کو دیکھکر حیرت زدہ
ہوجاتا ہی - اور حسب خاصہ طبیعت انسانی جسکو قلم قدرت نے صفحہ طبیعت پر لکھدیا ہی
پہلے اوسکی دریافت اور تحقیقات پر مصروف ہوتا ہی - اور بعد اوس کے رفتہ رفتہ
حقایق اشیا کی دریافت کیطرف متوجہ ہوتا ہی - جو حکمت ہی - اور ہر علم حکمت ہی سے
مکمل ہوتا ہی - جیسے تاریخ کہ بنیاد اوس کی واقعات پر ہی - اور تفتیش وقوعات و حقایق
واقعات حکمت سے متعلق ہی - اسیطرح علم صرف کہ لغت کا تعین کرنا ہی - ورنہ محض تصریفات کا
بیان کرنا داخل علم نہین - اور جو خطا کو دفع کرے - اور اثبات حقیقت مین جستجو کرے

وہ منطق ہے۔ اور علم کلام اور علمِ اخلاق اقسام حکمت سے ہے۔ علم کلام وہ ہے جس مین مقدمات نقلی کو بدلائل عقلی ثابت کرین۔ ایسے عالمون کو متکلمین کہتے ہین۔ اور علمِ اخلاق کلیۃ نفس سے تعلق رکھتا ہے۔ اور علم کے لغوی معنی ہین (جاننا و عقل و دانائی) جس کے ہونے سے انسان گفتگو مین صدق و کذب کو بآسانی پہچان لیتا ہے۔ اور اعتقادات مین حق و باطل کی تمیز کرسکتا ہے۔ اور افعال نیک و بد کی فوراً تفریق کرلیتا ہے۔ اور اشیاء کو جیسی وہ حقیقت مین ہین۔ بقدر قوت بشری شناخت کرلیتا ہے۔ اور کام ویسا ہی کرتا ہے جیسا کہ ہوتا تھا اپنے امکان اور طاقت کے موافق۔ چنانچہ علم کی شان رفیع مین یہ آیہ شریف ناطق ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ یعنی کہو اے محمدؐ کیا برابر ہوتے ہین وہ لوگ کہ علم رکھتے ہین اور وہ لوگ کہ بے علم ہین۔ اور پھر فضل علم مین حق تعالیٰ نے فرمایا وَيَرْفَعُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ یعنے بلند کریگا اللہ اون کے درجات کو جو ایمان لائے تم مین سے اور جنکو علم دیا گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ علم نہایت اعلیٰ چیز ہے جسکو کوئی صفت انسانی نہین پہونچتی۔ اور اسی علمِ ظاہری کو معاملہ کہتے ہین نہ علمِ باطن کو۔ اور فرمایا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ یعنے طلب علم فرض ہے اوپر ہر مسلمان کے۔ اور یہ بھی فرمایا اَنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ اخرجہ ابوداؤد والترمذی۔ اور ابن ماجہ اور بیہقی سے روایت ہے کہ جو علمِ ثانی پر عمل کرتا ہے اللہ اوسکو علم ثالث الہام فرماتا ہے۔ اسیطرح ایک علم کا عمل دوسرے علوم کا سبب ہوتا جاتا ہے۔ پس علمِ اول علمِ ظاہری ہے۔ اور وہی اصل اور

بنیاد علم لدنیہ کی ہی۔ اور اسی علم ظاہری کے حاصل کرنے سے انسان مین ہر طرح کی قابلیت
دینی و دنیوی پیدا ہوتی ہی۔ اسی سے روح کو حلاوت ملتی ہی۔ اور قربت حضرتِ الوہیت
حاصل ہوتی ہی۔ اور انہین دو چیزون کے ذریعہ سے انسان کو خلافت ملی ہی یعنی ایک
حکمت بالغہ جو علم سے متعلق ہی۔ دوم قدرت فاضلہ جسکو عمل کہتے ہین۔ چنانچہ بحث خلافت
مین حق تعالی نے آدم علیہ السلام کو ملائکہ پر علم ہی سے تفضیل دی۔ اور فرمایا وَعَلَّمَ
آدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا یعنے سکھاے آدم کو نام سب کے۔ مگر مجرد علم سے انسان باکمال نہین
ہوتا۔ تا وقتیکہ عمل نہو۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ
عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ یعنے پناہ مانگتا ہون مین اوس علم سے جو نفع ندے۔ اور جب یہ ثابت ہوگیا
کہ ایجاد خلافت محض انسان کے واسطے ہی اور وہ موقوف ہی استحصال علم اور عمل پر۔
تو واجب ہوا حاصل کرنا علوم کا جو سراسر حکمت علمی اور عملی ہے۔ اور ادراک اشیاء حسی
معنوی یا نظر باطنی سے متعلق ہی۔ اور جو نفس کیفیات کی تصدیق کرتا ہی۔ اور جو تصدیقات سے
پیدا ہوتا ہی وہ یقین مطلق ہی۔ اسی معلومات کو امور یقینیہ کہتے ہین۔ اور یقین کے بعد
اوہام کو دخل نہین ہوتا۔ بلکہ یقین افکار و تصورات حسیات کو نہایت صحت کے ساتھ
تصدیق کرتا ہی۔ اور روح انسانی آئینۂ ذہن مین مثل ایک وجود معنوی کے تجلی کرکے
متصف بحس ہوتی ہی۔ اور محسوسات حواس خمسہ کا ادراک کرتی ہی۔ اور ادراک کے
معنی ہین (دریافتن) مگر حس جسمانی سواے اون چیزون کے جنکو دیکھ اور دریافت
کرچکی ہے۔ دوسری کسی شئے کا ادراک نہین کرسکتی۔ بلکہ خود اپنے احساس اور

آلہ احساس کا ادراک نہین کرسکتی۔ مثلاً قوت باصرہ نہ بصارت کو دیکھہ سکتی ہی۔ نہ آنکھہ کو۔ بلکہ حسن بصر مین جو غلطی واقع ہوتی ہی۔ اوس سے بھی کامل آگاہی نہین ہوتی جیسے آفتاب کہ ایکسو ساٹھ ۱۶۰ حصہ زمین سے بڑا ہی۔ مگر ایک بالشت کے برابر مدور معلوم ہوتا ہی۔ علی ہذا القیاس شعلۂ جوالہ یعنی جو شعلہ نہایت تیزی کے ساتہہ گھمایا جاسے تو ایک دائرۂ متصلہ معلوم ہوتا ہے اور درخت کنارۂ تالاب وغیرہ کے اوسلٹے نظر آتے ہین۔ اور حس بصر اوس کے سبب اور علت کو دریافت نہین کرسکتی۔ یہ کام روح اور نفس انسانی کے ادراک اور حس کا ہی کہ وہ حواس خمسہ کے محسوسات کا بھی ادراک کرتا ہی۔ اور حواس خمسہ کو بھی جانتا ہی۔ اور جو اسمین غلطی واقع ہوتی ہے اوسپر بھی متنبہ ہوتا ہی۔ اور چونکہ ہر انسان کا نفس بوجہ حکمت علمی اور عملی نہ ہونے کے ادراک مین ضعیف ہی۔ اسواسطے ضرور ہی کہ انسان محض اپنے ادراک اور حس پر اُسوقت تک نازان نہ ہو جب تک نقل اور عقل سے مطابق نہ کرلے اور قویٰ کی تشریح مختصر طور پر یہ ہی کہ نفس حیوانی کے واسطے دو قوتین ہین۔ ایک محرکہ۔ دوسری مدرکہ۔ مدرکہ ظاہر مین بھی پانچ ہین۔ اور باطن مین بھی پانچ۔ ظاہر کی۔ سامعہ۔ باصرہ۔ شامہ۔ ذائقہ۔ لامسہ۔ اور باطن کی۔ حس مشترک یا خیال اور وہم اور حافظہ اور متصرفہ۔ حس مشترک کا یہ کام ہی کہ حواس ظاہرہ مین جس قدر صور مرتسم ہوتے ہین اون کو قبول کرتی ہی۔ اسیوجہ سے حواس ظاہرہ کو حس مشترک یعنی جواسیس کہتے ہین۔ اور جو اسمیں جمع ہی جاسوس کی۔ اور خیال۔ اس قوت کا یہ کام ہی کہ جمیع صور محسوسہ کی محافظ ہی۔ اور اون کے غائب ہونے کے بعد اونکے

تماثل کی حفاظت کرتی ہی - اسیوجہ سے دیکھی ہوی چیز بعد مدت گزرنے کی پہچان لیجاتی ہے کیون کہ اوسکا تمثل خیال مین موجود رہتا ہی - اور اسی قوت کو حسِ مشترک کا خزانہ کہتے ہین - اور وہم بقوت معانی جزئیہ موجودہ محسوسہ کا ادراک کرتا ہی - اور قوتِ حافظہ حفاظت کرتی ہی مدرکات وہم کو - یعنی معانی جزئیہ غیر محسوسہ موجود فی المحسوسات کو اسی وجہ سے اس قوت کو خزانۂ قوت وہمیہ کہتے ہین - اور قوت متصرفہ کا یہ کام ہے کہ جو کچہ صور اور معانی قوت خیال اور قوت حافظہ مین ہین - اون مین سے بعض کو بعض کے ساتہ مرکب کرتی ہی - یا بعض کو بعض سے جدا کرتی ہے - اور اسی قوت کو جب عقل اپنے مدرکات مین بعض کو بعض کے ساتہ ترکیب دینے یا جدا کرنے مین استعمال کرے گی تو اسکو قوت متفکرہ کہین گے - اور وہم جب اس قوت کو اپنے محسوسات مین عمل کرتا ہی تو اوسکو قوت متخیلہ کہتے ہین - اور محرکہ کی دو قسمین ہین باعثہ - فاعلہ - اور باعثہ کو قوت شوقیہ بھی کہتے ہین - اور قوتِ باعثہ اگر قوت فاعلہ کو حرکت دے اشیاءِ متخیلہ کے طلب کرنے مین واسطے حصول لذائذ کے تو اوسکو قوتِ شہوانیہ کہتے ہین - اور اگر حرکت دے اشیاءِ متخیلہ کے دفع کرنی مین تو اوسکو قوت غضبیہ کہتے ہین - اور قوت فاعلہ کا کام جسم کو حرکت دینی کا ہی یہان تک بیان نفس حیوانی کا تہا - جو انسان اور غیر انسان مین شامل ہے اب رہا نفس ناطقہ - جو انسان کے واسطے مخصوص ہی - اور ادراک کرنا امور کلیہ اور جزئیات مجردہ کا - اُس کے واسطے دو قوتین ہین - قوتِ عاقلہ اور قوتِ عاملہ

نفس ناطقہ قوت عاقلہ کے ذریعہ سے امور تصوریہ اور تصدیقیہ کا ادراک کرتا ہی۔ اور اس قوت کا نام عقل نظری اور قوت نظریہ ہی۔ اور نفس ناطقہ قوت عاملہ کے ذریعہ سے بدن انسان کو حرکت دیتا ہی واسطے کرنے افعال جزئیہ کے جو موافق ہو عقل اور نقل کے اور اس قوت کا نام ہی عقل عملی اور قوت عملیہ اور نفس ناطقہ کے واسطے باعتبار قوت عاقلہ کے چار مراتب ہین۔ پہلا مرتبہ یہہ ہی کہ نفس بالکل خیالی ہوتا ہی معقولات سے اس مرتبہ کو عقل ہیولانی کہتے ہین۔ اور دوسرے مرتبہ مین اوسکو معقولات بدیہیہ حاصل ہوتی ہین اور استعداد ہوجاتی ہی بدیہیات سے طرف نظریات کے منتقل ہونے کے بسبب فکر اور حدس وغیرہ کے۔ اس قوت سے عقل بالملکہ حاصل ہوتی ہی۔ اور تیسیری مرتبہ مین اسکو معقولات نظریہ حاصل ہوتے ہین۔ اور اسکو عقل بالفعل کہتے ہین۔ اور چوتھی مرتبہ مین یہی معقولات مکتسبہ حاصل ہوتے ہین۔ اور تیسرے اور چوتھے مرتبہ مین تہوڑا سا فرق ہی۔ اور اس قوت کا نام عقل مطلق ہی۔ اور قوت فاعلہ جو خارجی ہی۔ اور افعال سے صادر ہوتی ہی اوس کی چھہ قسمین ہین۔ اختیاری۔ بے اختیاری۔ اضطراری۔ بے پروائی۔ بے احتیاطی غفلت۔ چنانچہ اختیاری وہ فعل ہی جو عمدًا اور دیدہ و دانستہ کیا جائے۔ جیسے چلنا اور دوڑنا۔ اور بے اختیاری یہ ہی جیسے چلنے مین پاؤن پہسلا۔ اور دوڑنے مین ٹہوکر لگی۔ اور گر پڑا۔ یا مجنون اور بیہوش کا فعل۔ اور اضطراری وہ ہی کہ ایک شخص شمشیر برہنہ سے کسی کا تعقب کیا۔ اور معقب بخوف جان بہاگ کر دریا مین کود پڑا۔ کہ تیر کر جان بر ہو جاؤنگا اور تلوار قطعی نتیجہ ہلاکت ہی۔ اور بے پروائی وہ ہی جو بلا لحاظ وجوب ثبت یا وجوب منفی بلا

وجوب سالبہ کے ظہور مین آئے ۔ اور وجوب بضمتین کے معنی ہین (لازم اور سزاوار اور تقاضہ کرنے کے) اور ثبت کے معنی ہین ثابت کیا گیا ۔ اور منفی نیست و نابود کئے گئے کو کہتے ہین ۔ اور سالبہ جسمین بعض کی نفی ہو ۔ یا کوئی شخص دوسرے کے ساتھہ ایسا فعل نہ کرسکے جس سے اوسکو تکلیف ہو ۔ اور بے احتیاطی یہ ہی جیسے ایک درخت میوہ دار کسی شارع عام یا کسی مکان آباد کے قریب ہی ۔ اوسکا میوہ توڑنے کے واسطے پتھر پھینکے ۔ اور غفلت فرض صریح کے ترک کرنے کو کہتے ہین ۔ یعنی انسان جس کام کے کرنیکا مجاز و مختار ہی اوسکو نہ کرے ۔ اور روح کو سوای قوت ادراک کے قوت حفظ بھی ہی ۔ ہر چند فلاسفہ نے اسمین اختلاف کیا ہی ۔ بعض کا قول ہی کہ روح انسانی افکار و تصورات کو بالذات حفظ کرتی ہی ۔ اور بعض نے کہا ہی کہ محل حفظ افکار و تصورات کا دماغ ہی ۔ اور وہان مقام عقل کا ہی ۔ اور عقل ایک قوت عالیہ ہی جو بذریعہ حواس اشیاء کا احساس کر کی تفکر کرتی ہی ۔ جس سے تصورات موجودات کا حدوث ہوتا ہی ۔ اور بعض کا یہ مذہب ہی کہ افکار و تصورات منجانب اللہ ہین ۔ اور تا وقتیکہ موجودات خارجی پیش نظر ہین ۔ فیاض مطلق جلشانہ افکار و تصورات عنایت فرماتا ہی ۔ چنانچہ بدیہی طور پر دیکھا جاتا ہی کہ کوئی شاعر جب ایک مصرع موزون کرکے دوسرا مصرع موافق اور حسب حال لگانا چاہتا ہی تو طبیعت طرح طرح کے مصرعے پیش کرتی ہی ۔ مگر جب تک اعلی مضمون نہین ہوتا ۔ ناظم اوسکو نہین لیتا ۔ بجتہ تک ہی رسائی نہ ہوس کی نہ ہوا کی ۔ آجاتا ہی جو دل مین یہ قدرت ہی خدا کی ۔ پس موجودات خارجی اسباب عارضی معلومات ذہنی سے ہوسے ۔ اور نفس درحقیقت بمقتضای نفخت

فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ ایک نقطہ معرفت کا ہی - اب اظہار تصورات کا نفاذ منجانب اللہ ہوا -
اسی نفس کی نسبت حضرت امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہی - مَنۡ عَرَفَ
نَفۡسَهٗ فَقَدۡ عَرَفَ رَبَّهٗ - یعنے جس نے پہچانا اپنے نفس کو اوس نے بیشک پہچانا اپنے رب کو
اور نفس کے معنی ہین (جان و روح و عین ہر چیز) اور نفس انسانی پر عدم کا اطلاق نہین ہوتا
کیونکہ فنا موجود پر صادق آتی ہی - اور موجود حال اور صورت کو کہتے ہین جس مین ابعاد ثلثہ
پائے جائین یعنے عرض و طول و عمق اسی کو عرض بھی کہتے ہین - جو ضد ہی جوہر کی - اور جوہر
وہ ہی جو اپنی ذات پر قائم ہو - جیسے لوح اور نقش - پس لوح جوہر ہی اور نقش عرض - نقش
بغیر لوح کے نہین رہ سکتا - اب جوہر کی بقا روا ہوئی - اور بدن ایک محل قیام نفس کا ٹہرا
اور نفس جیسا چاہتا ہی بدن سے کام لیتا ہی - اور حکمت کا صلہ یہ ہی کہ انسان ہمیشہ اصلاح
نفس مین مصروف رہی - کیونکہ نفس اگرچہ حقیقت مین ایک ہی - مگر حضرات صوفیہ نے اُس کے
تین اقسام قرار دئے ہین - ایک نفس امارہ جو ترغیب دیتا ہی لذائذ جسمانی اور حظوظ فانی
ممنوعہ شرعی کیطرف - دوم نفس لوامہ جو بحالت وقوع معاصی بہدایت نور دل ملامت
کرتا ہی - سوم مطمئنہ جو رذائل و ذمائم سے صاف ہو کر اخلاق حمیدہ کے ساتھ متصف
ہو جاتا ہی - اور حکما نے بھی اسکو تین قسم پر منقسم کیا ہی - یعنے ملکی و سبعی و بہیمی نفس
ملکی وہ ہی جس مین فکر اور تمیز دریافت حقائق امور کی قوت ہی - اور سبعی مبدء غضب
و دلیری ہی - اور بہیمی مبدء شہوت ہی - نفس کی اصلاح سے یہان یہ مراد ہی کہ نفس
لوامہ اور نفس مطمئنہ پر نفس امارہ کو اور ملکی پر سبعی اور بہیمی کو غالب نہ ہونے دے

اور جو انسان اس کی پابندی کرتا ہی وہی حکیم کہلاتا ہی۔ اور یہی حاصل حکمت ہی۔ اور اسی حکمت کی فضیلت بخاری کی حدیث مین ہی۔ لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اِثْنَیْنِ رَجُلٌ آتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَسَلَّطَہٗ عَلٰی ھَلَکَتِہٖ فِی الْحَقِّ وَرَجُلٌ آتَاہُ اللّٰہُ الْحِکْمَۃَ فَھُوَ یَقْضِیْ بِھَا وَیُعَلِّمُھَا۔ یعنے حسد جائز نہین ہی۔ یہان حسد سے مراد غبطہ ہی۔ مگر دو شخصون کے ساتھ ایک وہ جسکو اللہ تعالی نے مال دیا۔ اور وہ اللہ کے حکم کے موافق صرف کرتا ہی۔ اور دوسرا وہ جسکو اللہ نے حکمت عطا کی اور وہ اُس کے موافق عمل کرتا ہی۔ یہی حکما ہین جن کو ابن عباس نے کُوْنُوْا رَبَّانِیِّیْنَ کی تفسیر مین مراد لی ہی۔ اور امام بخاری نے نقل کی ہی۔ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ کُوْنُوْا رَبَّانِیِّیْنَ حُلَمَاءَ عُلَمَاءَ فُقَھَاءَ۔

شبیہ حکمت

اسکا پہچاننا بہت دشوار ہی جس مین انسان دہوکہ کھاتا ہی۔ شبیہ جو بوزن فعیل ہی۔ اسکے معنے (نظیر و مثل و مانند و مشابہ) کے ہین۔ جیسے تصویر مشابہ ہوتی ہی شخص معین کی یعنے اصل مین وہ نہو جو مطلوب و مقصود ہی۔ مگر پیرایہ اور رنگ و روپ سب اوسیکا ہو۔ اور اسیکو تلبیس بھی کہتے ہین جس کے معنی ہین (مکر و فریب اور دہوکہ) چنانچہ اہل تلبیس رذائل کو ایسا پوشیدہ کرتے ہین کہ انسان غور کرنے پر بھی نہین پہچان سکتا اس کی شناخت کے واسطے حکمت علمی اور عملی کے مسائل وقت پر یاد رکھنا موقع پر کام مین لانا مفید ہوتا ہی جس سے انسان دہوکا نہین کھاتا۔ کیونکہ ایسے لوگ زبان سی نیک باتین کرتے ہین۔ مگر واقع مین اس کے پابند نہین ہوتے۔ جو شخص مسائل علوم کو

حفظ کر کے ایسے نکات بیان کریں کہ سامعین جنکو نور علم و حکمت عطا نہین ہوا۔ اور جو صدق و کذب مین فرق نہین کر سکتے وہ اوسکو صحیح و نیک سمجھکر اوس کے عقل اور دانش اور ذہانت کی داد دین۔ اور محو ہو جاوین۔ ہر چند کہ محویت کلام مصنوعی مین نہین ہوتی۔ مگر تاہم اقوال وہی سُننے جو صدیقون سے سنے تھے۔ کچھ نہ کچھ ضرور دہو کے مین آجاتے ہین۔ اور حقیقت مین اگر واعظ ناصح کے دل کو دیکھو تو اصلا و مطلقا اوسکا اثر نہ پاؤ۔ اپنی قال کے موافق حال نہوگا بلکہ جسطرح مینا اور طوطا کچھ باتین یاد کر کے پڑھتا ہی۔ اور لوگون کے دلون مین آب و دانہ کی جگھہ پیدا کر لیتا ہی۔ اور معنی و عمل سے کچھ علاقہ نہین رکھتا۔ اوسیطرح اہل ریا کا وعظ ہی۔ اور وعظ کیا گویا بجا ہی خود دام تزویر ہی۔ ؎ حافظا می خور و رندی کن و خوش باش و لے ۭ دام تزویر مکن چون دگران قرآن را۔ تا کہ خلقت کی تالیف سے دنیا حاصل ہو۔ ۲ اور بعض اہل علم ایسے ہین کہ مسائل حقہ پر مجادلانہ و مکابرانہ معترض ہو کر مسائل یقینی پر بحث کرتے ہین۔ اور بدیہیات مین تصرف بیجا اور عقل آرائی کر کے بے علم یا کم علم یا مبتدیون کو اپنے سخن چرب و باطل سے مغالطہ دیکر ایسا شک مین ڈالتے ہین کہ انسان اپنے اعتقاد راسخہ مین متزلزل ہو جاتا ہی اور اسی تحیر مین کچھہ اوس سے بنائے نہین بنتی۔ اور واعظ صاحب اپنی بیان کو تحقیق و تدقیق مین شمار کر کے خواہان نام آوری ہوتے ہین۔ یہ شان حکمت اور علم کی نہین۔ واقع مین حکمت وہی ہی جسمین تصنع کی شرکت نہ ہو۔ اور خواہش دنیوی نہ پائی جائی۔ افلاطون نے کہا ہی کہ عالم کے بہت علم ہونیکا امتحان نہ کرو۔ بلکہ اوس کی آزمایش عمل سے کرو کہ وہ امور شر و فساد سے کسقدر متنفر ہی۔ کیونکہ علم کا نتیجہ عمل ہے۔ اور علم بے عمل ضائع ہی

عفت

عفت پرہیزگاری اور پارسائی کا نام ہی یعنی ارتکاب حرام سے بچنا۔ اسکی پابندی
حسن اخلاق مین داخل ہی۔ اسی سے انسان ملک خصلت ہو جاتا ہی۔ اور بجالت ارتکاب
بہائم مین شمار ہوتا ہی۔ اب مقتضای عقل یہ ہی کہ خصلت ملکی کے طرف رجوع کرے۔ اور
بہیمی سے متنفر ہو اور اسکا علاج یہ ہی کہ جب شہوت بہیمی غلبہ کرے۔ او سوقت اپنی ارادہ کو
ذرا روکے۔ اور حرام و حلال پر غور کرے۔ اگر رجحان جانب حرام ہو تو اوس سے کنارہ ہو کر
حلال کی طرف رجوع کرے۔ اور ہمت کو حرام سے باز رکھے۔ اور جسطرح عقل اوسکی بہتری کا
حکم کرے اوس کے موافق عمل کرے کہ باعث فلاح دارین ہی۔ اور یہی طریقہ اہل عفت کا ہی
چونکہ دیگر بیباک گرزہ جائز و ناجائز پر نظر نہین رکھتے۔ اور یہی وجہ ہی کہ اہل عفت کے پاس روپیہ
نہین۔ اور اگر ہی تو کم جس سے وہ روزگار اور بخت کے شاکی رہتے ہین۔ لیکن عاقل کو
چاہئے کہ بمقابل مال کے اپنی آبرو کو نگاہ رکھے۔ اور وجوہ ناپسندیدہ مثل خیانت و سرقہ
و زنا وغیرہ سے اپنی کو بچائے۔ اور فریب دہی و قمار سازی سے دور رہے کہ یہ شعار رذیلون کا
ہی۔ اور تارک الدنیا ہونا یعنی اہل و عیال کو چھوڑنا اون کے نان و نفقہ کی خبر گیری
نہ کرنا عفت نہین ہے ؎ ببین آن بے حمیت را کہ ہرگز * نخواہد دید روی نیکبختی
تن آسانی گزیند خویشتن را * زن و فرزند بگذارد بسختی۔ بلکہ اکتساب مال کسب جمیلہ سے
کرنا اور اوسکو مصارف فایضہ مین لانا عین ثواب و عفت ہی۔ اور ضد و ذمائم
اوس کے یہ ہین کہ کھانا لذیذ کھانا۔ اور سرد پانی برف کا پینا۔ عمدہ لباس پہننا شہوت

نفسانی کو طریق ناجائز سے نکالنا۔ اور قوم کے گرسنہ اور برہنہ لوگون پر توجہ نہ کرنا۔ اس زمانہ مین اکثر دیکھا جاتا ہی کہ بعض زہاد اظہار زہد کر کے دنیا حاصل کرتے ہین ؎ عابد کہ نہ از بہر خدا گوشہ نشیند ✽ بیچارہ درآئینہ تاریک چہ بیند۔ یا سبب ترک لذائذ کا یہ ہوتا ہے کہ وہ اوس مزہ سے واقف ہی نہین ہوتا۔ جیسے مردمان کوہی وصحرائی مثل اہل شہر کے ہزارون لذات دمری سے واقف نہین ہوتے۔ کیونکہ سامان شہری وہان موجود نہین ہوتا۔ یا یہ سبب ہوتا ہی کہ کثرت استعمال لذات سے ایسی سیر وآسودہ ہوجاتے ہین کہ اوسطرف رغبت ہی نہین ہوتی۔ یا رگون مین ایسی سستی آگئی کہ خواہش خود بخود منقطع ہوگئی۔ یا پیرانہ سالی نے معذور ومجبور کر دیا۔ یا پیدایشی ایسے عوارض لاحق ہوے کہ اوسکی ضرورت نہ رہی۔ یا مادرزاد نامرد یا خواجہ سرا۔ یا اس خیال سے باز رہے کہ امراض خبیثہ جو تمام عمر لاحق رہتے ہین۔ پیدا ہوجائینگے۔ یا اس خوف سے کہ لوگ واقف ہونے پر سرزنش کرینگے۔ ملتفت نہین ہوتے یہ عفت نہین حقیقی پرہیزگار وہی ہی کہ حداور حق عفت کو محفوظ رکھے۔ اور اکل حلال اور صدق مقال کا پابند ہو

شجاعت

شجاعت فضائل انسانی مین داخل ہی۔ اللہ جل شانہ نے جو اور قوتین انسانکو عطا فرمائی ہین منجملہ اون کے یہ بھی ایک قوت ہی۔ جو درمیان تہور اور جبن کے ہی کہ اس کا حسن یہ ہی کہ تابع قوت حکمت کے رہے۔ یعنی نرمی کی جگہہ نرمی۔ اور سختی کی جگہہ سختی موافق حکم عقل کے ہو۔ تاکہ حد سے زیادہ متجاوز نہ ہو۔ اسی سے انسان نام آور

اور بامراد ہوتا ہی جس مین یہ قوت نہین ۔ اوسکو مقاصد ظاہری و باطنی پر کامیاب نہین ۔ اللہ تعالی شجیع کو دوست رکھتا ہی ۔ کیونکہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفات سے ایک صفت شجاعت کی بھی ہے ۔ حدیث مین اشجع الناس آیا ہی اور یہ بھی حضرت سے فرمایا ہی کہ وقت حاجت مرد شجاع سے دعا کراو ۔ اللہ تعالی نیک گمان کی وجہ سے اُسکو دوست رکھتا ہی ۔ اسواسطے کہ وہ بھروسہ رکھتا ہی خدا پر اور مرنے سے نہین ڈرتا ۔ اور یہ قوت دل سے متعلق ہی جب دل قوی ہوتا ہی تب شجاعت بھی انسان سے ہوتی ہی ۔ پس دل کے قوی کرنے کی یہ صورت ہی کہ انسان ہمیشہ اسپر نظر رکھنی چاہئے کہ موت کا وقت معین ہے ۔ قبل از وقت نہ موت آتی ہی اور نہ اپنے وقت پر ٹالے ٹلتی ہی ۔ ع چون قضا آید طبیب ابلہ شود ۔ جب اسپر قائم ہوگیا شجیع ہوا ۔ گویا انسان کا نفس پر ثابت ہوجانا خطرات کا دل مین نہ لانا ۔ دشوار کامون سے نہ گھبرانا مشکل کے وقت جزع اور فزع نہ کرنا ۔ اندیشہ کی جگہہ ناشکیبا نہ ہونا عین شجاعت ہی چنانچہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی اَلْمَوْتُ تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ ۔ یعنے موت تحفہ ہی اللہ کیطرف سے مومنون کے لیے ۔ اور وہ شجاع نہین ہے جو مرگ سے ڈرے ۔ ؎ این جانِ عاریت کہ بحافظ سپرد دوست ؛ روزے رخش ببینم و تسلیم وے کنم ۔ اور جناب امیر علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تلوار کے ہزار زخم سر پر کھانا بستر پر مرنے سے آسان تر ہی ۔ اور یہ بھی شجیع کی کی تعریف ہی کہ غصہ ہمیشہ غیظ کو روکے ۔ کیونکہ غصہ کا کھانا تمام لذائذ سی شیرین تر ہی جسکا

مزہ بعد کہانے کے معلوم ہوتا ہی۔ اور وہ حظ اُٹھاتا ہی کہ تکلیف غصہ کو بالکل بہول جاتا ہی
سے مرد پُر زور جو کہ ہوتی ہین ۞ اپنے غصہ کو آپ کہوتے ہین۔ اور عقلاً تعظیم وتکریم شجاعونکی
واجب جانتے ہین خصوصًا بادشاہون پر زیادہ تر لازم ہی۔ کیونکہ وہ اپنی جان کو جس سے
بہتر کوئی شئے دنیا مین عزیز نہین۔ میدان کارزار مین اعدای دولت کے مقابلہ مین دیتے ہین تب
ایسے لوگ قابل رحم وکرم خسروانہ کے ہوتے ہین۔ لہذا جہان تک ہو سکے شجاعون کے
ساتہ زر ومال سے دریغ نہ کیا جائے۔ اور خفیف خطاؤن پر چشم پوشی کرنا عین صواب ہی
اور بعد غلبہ اور فتح کے تدبیر سے غافل نہ ہونا چاہیئے۔ اور جو عدو زندہ گرفتار ہو جاسے
اوسکو قتل نہ کرنا چاہیئے۔ کہ اس مین بڑے بڑے فایدے ہین۔ علاوہ اس کے احسانکو
بمقتضای یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ قتل پر ترجیح ہے۔ مگر ہان جس دشمن سے اندیشہ شر وغدر ہو
اوس کے قتل سے ایمن نہ ہو۔ اور عفو کا درجہ شجاعت مین بہت اعلیٰ ہی۔ کیونکہ یہ صفت
خداوند ذوالجلال والاکرام کی ہی۔ اور حدیث مین آیا ہی کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو حق تعالے
ایک دوسرا گروہ پیدا کرتا جو گناہ کا مرتکب ہوتا۔ تاکہ رحمت کی علت ظہور مین آئے۔ اور
اگر واقع مین گناہ نہوتا تو عفو کہ بہترین فضیلت سے ہی۔ کیونکر ظاہر ہوتا سے گناہ
آئنہ عفو رحمت است ای شیخ ۞ مبین بچشم حقارت گناہگاران را۔ اسکندر نے ارسطو سے
دریافت کیا کہ عفو کسوقت زیبا ہی۔ اوس نے کہا کہ بوقت قدرت وظفر دشمن کا گناہ
بخشنا باعث شکرگزاری اور موجب تالیف قلوب اعدا ہوتا ہی۔ اور جو دشمن پر کوئی آفت
قدرتی یا اتفاقی نازل ہو تو اوس پر خوش نہ ہو۔ کہ خود بھی اوس سے ایمن نہین۔

ــہ ای دوست بر جنازۂ دشمن چو بگزری ٭ شادی مکن کہ با تو ہم این ماجرا رود - اور اگر دشمن اپنی پناہ مین آسے تو اوسپر اعتماد کرنا چاہیئے - نہ کہ غدر و خیانت اور شرط کرم و مروت کو بجالا کر وہ الطاف او تہذیب اوس کے ساتھہ کرے تا کہ حسن سیرت علی العموم ہر ایک کو معلوم ہو - اور عدو افعال عداوت سے خود منفعل ہو کر دوست صادق بن جاسے - اور بمصداق لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ یعنے ہین تمہارے واسطے افعال پیمبر خدا پسندیدہ - پس پیروی کرو اوس کے افعال کی حرب و ثبات مین کہ حضرت شدائد رنج اور محن مین کسطرح کا صبر کرتے تھے - اور اعدا کی قصورات کو کیسا معاف فرماتے تھے تم بھی اوسی کے مقتدی ہو جاو - کہ وہ خصلت نیکنامی حاصل کرنے کی ہے - چنانچہ یہ نقل مشہور ہے کہ کعب بن زہیر جو فصحای عرب سے تہا - اوس نے ایّام جاہلیت مین اپنی زبان کو خدام عتبۂ رسالت و کعبۂ جلالت کی ہجو سے ملوث کیا تھا - اور حضرت نے اوسکا خون ہدر کیا تھا اور عام اجازت قتل کی دی تھی - جب کعب کو یہ خبر پہونچی تو وہ سمجھا کہ اس قہر سے کسیطرح نجات ممکن نہین سوای اس کے کہ آپ ہی کی رحمت معین ہو - اور یہ خیال کرکے کہ آپ کی ذات بابرکات بمقتضای مَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ رحیم ہے - یعنی نہین بھیجا تجھے ای محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مگر واسطے بخشش عالمیان کے اس اعتبار پر اوسنے ایک قصیدۂ نعتیہ بڑے شد و مد سے جس مین توبہ و استغفار کا بھی ذکر تھا حضور مین حاضر ہو کر پیش کیا - اور حضرت نے بعد استماع فرمانے کے چادر مبارک عنایت فرمائی - اور وہ اس اخلاق و شفقت رسالت پناہی کو دیکھکر داخل اسلام ہوا - اور

دفع ضرر اعدا کا علاج تین طرح سے ہو سکتا ہی۔ اول اوس کے ساتھہ ایسا سلوک کرنا کہ خود
بخود دوست ہو جاے۔ اور کینہ سے باز آئے۔ دوم مسکن مالوف کو چھوڑنا۔ اور وطن کو
خیرباد کہنا۔ سوم قہر وقمع دشمن پر مستعد ہونا۔ اور یہ علاج اخیر ہی۔ مگر غدر وخیانت کسیحالتمین
روا نہین جس سے مراد بیوفائی ہی۔ اسمین بھی ایسے شبیہ ہین جو غیر شجاع سی سرزد
ہوتی ہین۔ جیسے بعض مواقع خطرناک اور ہنگام ہولناک اور جنگ گاہ مین مردمان کم جرات
اور بزدل اور بےحمیت بطمع لوٹ یا دیگر خواہشات نفسانی غیر محصورہ حاصل کرنے کے واسطے
قائم رہتے ہین۔ مثلاً اوس مین عاشق مزاج بھی ہین۔ کہ طلب معشوق مین بنظر مجبوری اپنی کو
ورطۂ خوف مین ڈالدیتے ہین۔ اور مرنے کو نہین ڈرتے۔ مگر عاشقان صادق کے واسطے
داخل شجاعت ہی۔ یا کہ عیار جن سے مراد رہزن وڈاکو وغیرہ ہی۔ وہ اپنی نام آوری کی واسطے
کم زورون کو مارتے یا قتل وقید کرتے ہین۔ تاکہ اون کے رذیل ہمجنسون مین اون کی جرات
کی وقعت ہو۔ اور نواح مین دلیری کی شہرت۔ اور اسیکو وہ باعث نیکنامی اور سبب
رعب وشکوہ سمجھتے ہین۔ یا وہ لوگ جو شجاعت پر مغرور ہین یا وہ جو فتح حاصل کرکے متکبر
ہو جاتے ہین۔ یا وہ جو اتفاقی ظفریاب ہو۔ اور پھر اپنی شجاعت پر اوسی امر کا قصد کرے
اور نہ سمجھے کہ امور اتفاقی پر حکم نہین ہو سکتا۔ حقیقت مین شجاع وہی ہی جس کا مقصود
اصلی اکتساب شجاعت ہو۔ جیسے اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت
خالصًا اور مخلصانہ تھی۔ اغراض نفسانی سے پاک وصاف یون تو شیر وچیتا وغیرہ جو جانور
درندہ ہین وہ بھی دلاور ہوتے ہین مگر ان کی تہور اور فضیلت شجاعت انسانی مین

زمین وآسمان کا فرق ہی۔ کیون کہ درندے اپنے شکار پر باین وجہ غالب آجاتے ہین کہ
دو ایسے دانت اور ناخن نہین رکھتے۔ حالانکہ جنگ مین طرفین کا باسلاح ہونا ضرور ہی
یہ صفت انسان ہی مین ہی۔ اور سچا شجاع انسان ہی ہی۔ کہ طرفین مسلح ہوتے ہین۔ نہ کہ
ایک قوی نر مسلح مبارز اور ایک ضعیف وعاجز بے سلاح سے جنگ کرے۔ یہ داخل
شجاعت نہیں۔ بلکہ شجاعت کے لیے عقل وحکمت کے شرکت واجبات سے ہی۔ تاکہ
اوس سے جو فعل صادر ہو وہ عقل اور مصلحت سے خالی نہ ہو۔ کیون کہ شجاع وہی ہی
جس کے نزدیک خوف ارتکاب فعل بد خوف موت سے بڑھا ہوا ہو۔ یعنی شجاع کے نزدیک
نیک کام پر مرنا عمدہ ہی۔ اوس زندگانی سے جس مین ذلت وخواری ہو۔ اسی موقع کی واسطے
اسی کا قول ہی۔ اِخْتَرْتُ النَّارَ عَلَی الْعَارِ یعنے اختیار کیا آگ کو اوپر ننگ کی۔ ہر چند کہ لذت
شجاعت کی ابتدا مین نہین معلوم ہوتی اسلیئے کہ ان امور مین پہلے خوف ہلاکت جان کا
ہوتا ہی۔ لیکن آخر مین لذت اور منافع بیشمار ہی۔ اسمین فایدہ دنیا وعقبی دونون شامل ہی
اگر شجاعت حمایتِ دین اور تقویت شرع مبین کے واسطے ہی۔ اور جان بھی جاے تو
نص کلام مجید اس کے منفعت عقبیٰ پر شاہد ہی۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ
أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ یعنے مرا ہوا نہ سمجھو اون کو جو مارے گئے
راہ خدا مین۔ بلکہ زندہ ہین وہ پروردگار کے نزدیک اور اون کو روزی دی جاتی ہی پس
جو شجاع اور عاقل ہین وہ جنگ سے روگردانی کرنے کو موجب بقای حیات نہین سمجھتے
اور نامرد جنگ سے فرار ہونے کو باعث زیست جانتے ہین۔ اور ننگ وعار اوپر

نامردی اور بیغیرتی کا جامہ پہن لیتے ہین - اوپہر ملامت اور توبیخ و سرزنش وطعن وتشنیع
ہمسرون اور ہمسایہ اور دوست و آشنایون سے اون پر زندگی تلخ ہو جاتی ہے
اور ایسا شخص بقیہ زندگی کو زذالت کے ساتھ بسر کرتا ہی -

عدالت

عدالت اسکا نام ہی کہ بزور حکمت وعلم قوت غضب اور شہوت کو اعتدال سے نگذرنے دے
اور کسی حالت مین افراط و تفریط نہ ہونے دے - کیونکہ عدل مساوات یعنی برابری کی
حفاظت کرنیکو کہتے ہین جس سے مراد یہ ہی کہ ظالم سے مظلوم کا حق یا مساوی بدل دلادے -
عدالت ہی ایسی چیز ہی جس سے ملک کا انتظام ہوتا ہی - رعایا برایا آباد و شاد ہوتی ہی چنانچہ
حق تعالی سبحانہ ارشاد فرماتا ہی یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ یعنے بیشک اللہ حکم کرتا ہی
عدل اور احسان کا - پس مظلومون کی داد دینا اون کی حمایت جائز کرنا مسکینون کے ساتھ
احسان کرنا داخل عدالت ہی - اس مقام پر یہ تصور بہت صحیح ہی کہ انسان جب سختی دہوپ سے
گہبراتا ہی اور وحشت نہین کر سکتا - تب وہ منتظر راحت سایہ مین آتا ہی - اسیطرح مظلوم
جب جور و ستم اشرار سے تنگ ہوتا ہی - تب حاکم کی پناہ مین آتا ہی - تاکہ اوسکو انصاف کے
ذریعہ سے آسایش و آرام حاصل ہو - اسیواسطے بادشاہ کو ظل اللہ کہتے ہین - اور حدیث
مین آیا ہی کہ بادشاہ کا ایکساعت عدل پر متوجہ ہونا ساٹھہ برس کی عبادت سے بہتر ہی
کیونکہ عبادت کا نتیجہ عابد کی ذات خاص پر موثر ہوتا ہی - اور عدل کا فائدہ عام ہی جس سے
برکات بے حد سے آسمان ... برستے ہین - ... سب کی آنکھون ... ہوتے

ہوتا ہی۔ عام اس سے کہ کسی کو اوس سے فایدہ پہونچے یا نہ پہونچے۔ مگر اوس سے سب خوش
ہوتے ہین۔ اور ظالم وجبر اگرچہ کسی پر ظلم کرے یا نہ کرے مگر سب برا کہتی ہین۔ جیسے
نوشیروان کی عدالت پر آجتک آفرین اور حجاج کے ظلم پر ابتک نفرین کرتے ہین نوشیروان
کے عدل کا یہ مرتبہ تہا۔ اور اوس کی عدالت اسدرجہ کو پہونچی تھی کہ گرگ سے چرواہی کا
کام اور چور سے پاسبانی کا کام لیتا تھا۔ اوس کے زمانۂ عدالت مین سوای گل کی کوئی
گریبان دریدہ نظر نہ آتا تھا۔ اور آواز نالہ سوای مرغان چمن کے کسی کی سنائی نہ دیتی تھی
اوس کے عہد عدل مین فتنہ سوای چشم خوبان کے دوسری جگہہ دکھائی نہ دیتا تھا۔ اور عالم
برزخ مین عدل کا یہ اثر ہوتا ہی کہ بعد مرنے بادشاہ عادل کے اعضا سڑگل کر معدوم
نہین ہوتے۔ چنانچہ مشہور ہی کہ مامون رشید نے اس تعریف کی تصدیق مین نوشیروان
عادل کی قبر کھلوائی۔ تو واقع مین مثل ایک سوتے ہوے آدمی کے سالم موجود تہا۔ درحالیکہ
ایک بادشاہ کافر کا عدالت سے یہ نتیجہ ہوا تو شاہان اسلام جو عادل ہین۔ اون کی نسبت خدا
کے سب وعدے کیون سچے نہ ہون۔ ؎ عدل در دنیا نکو نامت کند * در قیامت
خوب فرجامت کند۔ اسواسطے حکام کو چاہیے کہ مظلوم کے طول بیان سے آشفتہ خاطر نہو
کیونکہ جب تک بیمار کا حال تمام وکمال بصراحت طبیب نہ سنے تو تشخیص مرض کی
کیا کرے۔ اور نسخہ کیا لکہے۔ اسیطرح حاکم مظلومون کا طبیب ہی۔ حاکم کو ضرور ہے کہ
مظلوم جو کچہ عرض کرے اوسکو بگوش دل سنے۔ اور عوض ومعروض ضعفا اور فقرا سے
ملول نہ کرے کہ سنت حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ السلام ہی۔ کہ آپ باوجود اس سلطنت

حکومت عظیمہ کے ایک موضعیف کی بات بھی سنتے تھے۔ حکما نے کہا ہی کہ اَلدِّیْنُ وَالْمُلْکُ تَوْاَمَانِ یعنے دین اور ملک دونون توام ہین۔ اگر ایک کی سر مین درد ہو تو دوسرا بھی اسمین مبتلا ہو۔ پس جب دین یعنی احکام شرعی مین فرق آیا تو تدبیر اور سیاست مین بدرجہ غایت نقصان پہونچیگا جس سے ملک کی حفاظت و امن مقصود ہی۔ یہ عدالت والیان ملک و حکام وقت سے متعلق ہی۔ اور عام عدالت جسکا تعلق ہر بنی آدم سے ہی بمصداق کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ یعنے ہر ایک تم مین سے اپنے جوارح اور قوتے حاکم ہی۔ اسلیے ہر ایک سے سوال کیا جائیگا۔ اسواسطے ضرور ہی کہ شبانہ روز مین جو افعال نیک و بد انسان سے وقوع مین آئین۔ اونکا سیوقت احتساب کرتا رہی۔ اور اسمین جو مذموم معلوم ہو اوسکو ترک کرے۔ اور محمود پر شکر خالق بجا لائے۔ اور اوس کی عادت کرے۔ اور نفس و عقل مین جو نزاع ہوا کرے اوسکو بحکم شرع شریف فیصل کیا کرے۔ تاکہ عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہو۔ عدالت مین افعال مشتبیہ وہ ہین جو زیور عدل سے آراستہ نہون۔ جیسے اپنے اعمال نیک کو دنیا مین تالیف قلوب عوام کیواسطے مشہور کرنا۔ اور اوس شہرت سے طلب منفعت کی امید رکھنا۔ اور اپنے جاہ و جلال کا بڑہانا ریا کے ساتھہ داخل عدالت نہین۔ عادل وہی ہی جو اپنی قوتون کو موافق حکم عقل اور علم کے کام مین لائے۔ اور اعتدال کو ہاتھہ سے نہ دے۔ اور ہر نوع کے ساتھہ بھی اوسی اعتدال کو نگاہ رکھے۔ اور عموما فضائل عدالت کے حاصل کرنے مین کوشش کرے۔ اور سوا اس کے دوسرا مقصود ہو اور غلبۂ نفسانی کے وقت ہوشیار

دستور عدل مین خلل نہ پڑنے دے کہ زر خالص اور ملمع صاف طور پر معلوم ہوتا ہی۔ یہ فضائل چہارگانہ جو بیان ہوے۔ اون کے انواع بیشمار ہین۔ جیسے نیکیون کا صلب بے انتہا ہی ویسے ہی افعال نیک بھی بے انتہا ہین۔ کتب اخلاق مین جو تفصیل دیکھی وہ بہت ہی مگر انواع کا انحصار کسی نے نہین کیا۔ چنانچہ اون مین سے بعض ضروری بیان کیے جاتے ہین۔ **حکمت کے انواع سات ہین۔ ذکا۔ سرعت فہم۔ صفائی ذہن۔ سہولت تعلم۔ حسن تعقل۔ تحفظ۔ تذکر۔** اسی ترتیب سے ہر ایک کا بیان کیا جاتا ہے۔

ذکا

ذکا سے مراد یہ ہی کہ انسان مین سمجھ کا ایسا ملکہ ہو کہ مقدمات سے فورًا نتیجہ نکال لے۔ اور بناوٹ کو سمجھ لے۔ اور سچ کو لے لے۔ اور جھوٹ کو چھوڑ دے۔ اور مقدمہ مرکب ہوتا ہی صغرے و کبرے سے۔ اور اوس سے جو بات پیدا ہوتی ہی۔ اوسکو نتیجہ کہتے ہین مثلاً اَلْعَالَمُ مُتَغَیِّرٌ۔ وَکُلُّ مُتَغَیِّرٍ حَادِثٌ۔ فَالْعَالَمُ حَادِثٌ۔ دیکھو صغرے العالم متغیر ہے۔ اور کبرے کل متغیر حادث۔ ذکی آدمی فورًا نتیجہ نکال لیگا کہ العالم حادث یعنی حدوث عالم کو ثابت کر دیگا پھر اگر مقدمہ کے صغرے اور کبرے مین کوئی نقص ہوگا مثلاً شکل اول مین صغرے کا موجبہ ہونا۔ اور کبرے کا کلیہ ہونا شرط ہی۔ اس مین سے اگر کوئی امر مفقود ہوگا تو ذکی آدمی فورًا [illegible] نکالیگا۔ اور اوسکو دور کر کے نتیجہ صحیح نکال لیگا۔ اور [illegible] ہین جو ابتدائی [illegible]

فیصلہ تک متخاصمین کے بیانات اثبات و تردید دعوی مین قلمبند ہون خواہ تحریری عدالت مین داخل ہون اِس ہیئت مجموعی کا نام مقدمہ ہے ۔

سرعت فہم

وہ ہے کہ تھوڑی زمانہ اور اندک وقت مین ادن امور کو معلوم کرلے جنکا معلوم ہونا ضرور رہے ۔

صفائی ذہن

وہ ہے کہ بلاغور و اضطراب اصلی مطلب پر ذہن منتقل ہوجاے اور صدق و کذب کو دریافت کرلے ۔

سہولت تعلّم

یعنے آسانی کے ساتھہ بلا اندیشہ و خطرہ مقصود کی طرف اِس طرح رجوع کرنا کہ کوئی خدشہ مانع حصول مطلب نہ ہوا ور بلا مزاحمت آسانی کے ساتھہ مقصود حاصل ہوجائے ۔

حسن تعقل

یہہ ہے کہ حصول مقصود کے واسطے ایک حد مقرر کرے جو اوسکے تحصیل کے واسطے مناسب ہوا ور جو امر مطلب کے حاصل کرنے کے لئے مفید ہو اوس کو نہ چھوڑے اور جو مقصود سے علحدہ ہوا وس سے بحث نہ کرے اور عقل و فکر نے جو خیالات اِس خصوص مین پیدا کئے ہین اونکو فراموش نکرے

اور وقت پر کام مین لائے اور جو نیک اور مفید باتین سمجھ چکا ہو اون پر بدگمانی نکرے کہ حسن تعقل کے خلاف اور باعث ناکامی ہے۔

تحفظ

وہ ہیکہ اشکال محفوظہ جنکو عقل نے پیش کیا ہی اونکی حفاظت کرے اور ایک ایک شکل کو بخوبی یاد رکھے اور اپنے کام مین ہوشیار اور بیدار رہے۔

تذکر

یعنی اون اشکال محفوظہ کا جو بعد فکر اور غور کرکے عقل نے بہم پہونچائی ہین موقع ضرورت پر کام مین لانا اور وقت پر بیان کرنا۔

انواع عفت کے یہ ہین۔ حیا۔ صبر و رضا۔ قناعت۔ سخا۔ امانت۔ کبر نفس۔

حیا

لغت مین اوس تغیر اور انکسار کو کہتے ہین جو آدمی پر طاری ہوتا ہی اوس فعل کے خوف سے کہ جسکے کرنے سے وہ عیب دار سمجھا جاے اور شرع مین اوس خلق کو کہتے ہین کہ جو باعث ہو اجتناب کا امر قبیح سے چنانچہ فتح الباری مین ہی اَلْحَيَاءُ هُوَ بِالْمَدِّ وَهُوَ فِي اللُّغَةِ تَغَيُّرٌ وَ اِنْكِسَارٌ يَعْتَرِي الْاِنْسَانَ مِنْ خَوْفِ مَا يُعَابُ بِهِ وَفِي الشَّرْعِ خُلُقٌ يَبْعَثُ عَلَى اِجْتِنَابِ الْقَبِيْحِ ۔ اسواسطے انسان کو لازم ہی کہ جب نفس کو خلاف شرع یعنی امور قبیح کی طرف رغبت ہو تو اوسکو روکے اور ارتکاب سے باز رکھے اور اون خیالات کے درپے نہو کیونکہ تصور ہی بنیاد خیر و شر ہی اور کلیہ یہ قرار پاچکا ہی کہ پہلے لغزش ان کے خیالات

کسی فعل کیطرف مائل ہوتے ہین عام اس سے کہ وہ نیک ہو یا بد تب اوسکا ارتکاب ہوتا ہی
پس خیالات بد کو ہمیشہ انسان نیک کامون سے بدلتا رہے اور اوسکے پورا کرنے مین کوشش
کرتا رہے کہ حیا علامت ایمان کی ہی جسکی نسبت حضرت رسالت صلوٰۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے
اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ یعنی حیا ایک ٹکڑہ شاخ ایمان کا ہی حیا ہی سے قلب مین ترقی اور ملائمت
پیدا ہوتی ہی حیا ہی سبب ترغیب احسان ہی اسی سے انسان کو رغبت تبرع یعنی عبادت کی
ہوتی ہی یہی صلح جو ہی بغیر حیا کے راحت و تن آسانی نہین حیا کے سوا خواہش ناجائز کا
روکنے والا کوئی نہین حیا ہی پر مصالح خلائق منحصر ہے ابو سعد خدری سے روایت ہی کہ
جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس سے بھی زیادہ شرم تھی جیسے کنواری لڑکی کو
خلوت مین کسی اجنبی کے آجانے سے ہوتی ہی اور جس چیز کو آپ برا جانتے تو بمقتضائے حیا اسکو
برا نہ کہتے مگر چہرۂ مبارک سے ثابت ہو جاتا کہ خلاف طبع گرامی ہے اور مسروق سے روایت
ہی کہ حضور پیغمبر فرمایا کرتے تھے کہ تم مین بہتر وہ شخص ہی جسمین حسن خلق ہی اور حیا سے شرعی
حسن خلق سے ہی حیا ایک قسم کی یہ بھی ہی کہ اپنے گناہون سے شرمندہ اور منفعل ہو اور
سائل کو اپنے دروازہ سے محروم نجانے دے اگر سائل کا سوال پورا اد انہو سکے تو جو
ممکن ہو اوسمین مضائقہ نکرے چنانچہ مرزا صائب نے درحالت ناداری سائل کا سوال
پورا نہو سکنے کی وجہ سے جو خجلت عائد حال ہوتی ہی اوسکو یون نظم کیا ہی ؎ صائبا خجلت
سائل تربنیم دور کرد بہ بے ہنر بر کردہ من انچہ بقارون زر کردہ اور حضرت امام جعفر صادق
علیہ السلام فرماتے ہین کہ اگر کوئی سائل یہ جانتا کہ سوال کرنے مین کیا مذلت

تو کبھی سوال کرنا اسیطرح اگر معطی کو یہ معلوم ہوتا کہ سوال پورا کرنیکا کیا نتیجہ و ثواب ہی تو جان دینے سے بھی انکار نکرتا
چہ جائیکہ مال لہذا انسان کو بہ پابندی شریعت حیا کا اختیار کرنا باعث نجات دارین ہی۔

صبر و رضا

صبر کی تعریف یہ ہی کہ شکیبائی کرنا اور حالت ناگوار پر قائم رہنا اور نفس کو لذات قبیحہ
کے استعمال سے بچانا اور جو شئے قبضہ سے جاتی رہے اوسپر افسوس نکرنا اور راضی
برضا رہنا داخل صبر و رضا ہی جسکی نسبت اللہ جلشانہ ارشاد فرماتا ہی اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ
یعنے اللہ صبر کرنیوالون کے ساتھ ہی اور دوسری جگھہ فرماتا ہی اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ
اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ یعنے دئے جائینگے صبر کرنیوالون کو اجر بیحساب اور حدیث مین آیا
ہے اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ یعنے صبر کنجی ہے کارہاے بستہ کی اور حکما کا قول ہے
کہ جسطرح آہن کو مقناطیس سے عشق ہے اوسی طرح ظفر صبر پر عاشق ہے
جو انسان صبر کرتا ہے اوس مین کیفیت مقناطیسی آجاتی ہے۔ اور تمام
خلق اللہ اوسکے ساتھ رجوع لاتی ہے۔ اور رسول مقبول علیہ التحیۃ والثنا نے
فرمایا ہے اَلنَّصْرُ مَعَ الصَّبْرِ یعنے فتح ساتھ صبر کے ہے اور صابر کا مددگار
خود خدا ہوتا ہی اور راضی برضا ہونا باعث سرفرازی دارین اور موجب خوشنودی کونین
ہی۔ ؎ صبر کن حافظ بہ سختی روز و شب + عاقبت روزی بیابی کام را + اور بعض
حکما نے صبر کی دو قسمین بیان کی ہین۔ ایک وہ جس کے طلب نین ل آرزومند ہوا در مطلوب کا
خواہان۔ دوسرے وہ کہ مکروہ ہو جیسے آلام و اسقام پس اول مشکل ہی بہ نسبت ثانی کے

کیون کہ انسان اپنے مطلب کے حاصل کرنے کے لئے اکثر ممنوعات شرعیہ وعقلیہ کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ اور فرمایا جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ صبر انسان کے واسطے مخصوص ہے نہ حیوان کے لئے کیونکہ انسان کو حقتعالی نے عقل عطا فرمائی ہے جس سے وہ شہوت پرستی سے باز رہتا ہے۔ دین مین پہلا مقام صبر ہے۔ اور صبر سے معرفت اور معرفت سے خوف اور خوف سے زہد اور زہد سے اخلاص ویقین پیدا ہوتا ہے۔ اور فرمایا حق تعالی نے اپنے حبیب پاک سے وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا۔ یعنی وہ لوگ جو کچھ تمہین کہتے ہین اوسپر صبر کرو۔ اور بھلائی کے ساتہ اونسے جدائی اختیار کرو اور حضرت سلطان الانبیا علیہ الصلوۃ والثنا نے فرمایا ہے کہ جو تمکو حق سے محروم رکھے تم اوسکو عطا کرو۔ اور جو تمہارے ساتہ برائی کرے تم اوس کے ساتہ نیکی کرو۔ ایسا صبر انسان کو صدیقون کے رتبہ پر پہونچاتا ہے۔ اور بیماری مین شکوہ نہ کرنے سے شہید دنکا مرتبہ ملتا ہے۔ اور خوب یاد رکہنا چاہئے کہ دنیا مثل برف کی ہے جو بلا حرکت گھلتی جاتی ہے اور عقبےٰ مثل زر طلا کے ہے جو ہر حال مین قائم رہتا ہے۔ اس صورت مین برف کو سونے پر ترجیح دینا خلاف عقل ہے۔ یہان سونے سے مراد یہی صبر ہے۔

قناعت

تہوڑی چیز پر راضی رہنا یعنے بقدر ضرورت اکل وشرب (کھانے اور پینے) کو جو خدا کے طرف سے پہونچے اوسپر اکتفا کرنا ؎ ہے عجب دنیا مین نعمت ورنہ بیانی زندگی ٭ فقر کی ذلت سے اور ثروت کی فتنہ سے بری ٭ چین ہے دنیا مین گر کچھ ہو تو اسی

حالت مین ہی ٭ ہے جو یہ برزخ میان نکمت دوست تھی - اور مال جمع کرنے سے کنارہ ہونا
اوس حد تک کہ عیال و اطفال کو تنگی نفقہ کی نہ ہونے پائے داخل قناعت ہی - ملک آزادگی
و کنج قناعت گنج است ٭ کہ بہ شمشیر میسر نہ شود سلطان را - اور حرص و ہوس کی تو کوئی انتہا
نہین - اور اس سے زیادہ کوئی رذالت نہین یہی انسان کے فضائل کو غارت کرتی ہے -
یہی شرافت کو خاک مین ملاتی ہی - او نتیجہ سوای ندامت او خفت کے کچہ نہین ~ آن شنیدی
کہ در صحرای غور ٭ بار سالاری بیفتاد از ستور ٭ گفت چشم تنگ دنیا دار را ٭ یا قناعت
پر کند یا خاک گور - جب یہہ معلوم ہوگیا کہ حرص نہایت ادنی شئے ہی - اور قناعت اعلی تو
اعلی کے مقابل مین ادنی شئے کو اختیار کرنا ادنی ہی کا کام ہی ~ کار دنیا کسے تمام نکرد
انچہ گیرید مختصر گیرید - حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اللہ جلشانہ
کے نزدیک وہ آدمی نیک ہی جسے حقتعالی نے اہل اسلام مین خلق کیا - اور اوس نی بقدر ضرورت
مال پر قناعت کی - اللہ تعالی بلا حساب حکم دیگا کہ ان کو جنت مین لیجاؤ - کسی نے ایک
بزرگ سے دریافت کیا کہ انسان قناعت سے کیا فایدہ اوٹھاتا ہی - جواب ملا کہ خدا
ملتا ہے -

سخا

سخا کے معنی لغت مین جود کے ہین - اور جود کہتے ہین خرچ کرنے کو اپنے ذخیرہ سے بغیر عوض
چنانچہ فتح الباری مین ہی اَلسَّخَاءُ ہُوَ بِمَعْنَی الْجُودِ وَہُوَ بَذْلُ مَا یَقْتَنِی بِغَیْرِ عِوَضٍ
جس کی نسبت حضرت رسالت پناہی کا ارشاد ہی اَلسَّخِیُّ حَبِیْبُ اللّٰہِ یعنے سخی دوست

اللہ کا ہی۔ اور سخی وہ ہی جسپر مال کا خرچ کرنا آسان ہو۔ اور اوسکو اہل استحقاق پر بقدر مناسب خرچ کرے۔ اور اوسیقدر جو داخل امساک و اسراف نہو۔ حدیث مین آیا ہی کہ اللہ جلشانہ نے دین اسلام کو سخاوت کیواسطے برگزید کیا ہی۔ اور اسلام کی اصلاح کسی چیز سے نہین ہوتی الا سخاوت اور حسن اخلاق سے۔ قیامت کے روز جو پہلے میزان حساب مین رکھا جائیگا وہ حسن خلق اور سخاوت ہی۔ اللہ جلشانہ نے جب ایمان کو خلق کیا تو اوس نے خدا سے دعا کی کہ مجھے قوی کر۔ حکم ہوا کہ تجھے حسن خلق اور سخاوت سے قوی کیا۔ اور جب کفر کو پیدا کیا تو اوس نے بھی یہی دعا کی۔ اور خداوند عالم نے اوسکو بخل اور بداخلاقی سے قوی کیا سخاوت اللہ جلشانہ کو ایسی پسندیدہ ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ سامری کو قتل نہ کرو کہ وہ سخی ہے۔ اور حدیث ہے کہ اَلْجَنَّةُ دَارُ الْاَسْخِيَاءِ یعنے جنت گھر ہی سخیونکا اسیواسطے سخاوت لوازم شجاعت سے ہی کیونکہ جب تحمل السنان مین آجاتا ہی تب اوسکو شجیع کہتے ہین اور شجاع جان دینے مین جب خوف نہین کرتا تو مال کے دینے مین کیا پس و پیش کرے گا سخاوت نہایت عمدہ شے ہی۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت مین حدیث ہے كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَاَجْوَدَ النَّاسِ وَاَشْجَعَ النَّاسِ یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ رسول خدا تمام آدمیون مین زیادہ حسین اور شجاع اور سخی تھے۔ حقتعالے فرماتا ہی وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ یعنے نیک لوگون کا گھر جنت ہی۔ اور یہ عام طور پر بھی مشہور ہی کہ اَلْاِنْسَانُ عَبِيْدُ الْاِحْسَانِ یعنے آدمی بندے احسان کے ہین۔ سخاوت

انسان کے واسطے حکم تسخیر اور اکسیر کا رکھتی ہے۔ اور سخی کی شناخت یہ ہے کہ وہ کسیکا دشمن نہیں ہوتا۔ اور جو اسکے ساتھہ برائی کرے وہ اوس کے ساتھہ نیکی کرتا ہے۔ اور سخیا احسان کے ساتھہ پیش آتا ہے۔ جو لوازم سخاوت سے ہے۔ سخی کو کوئی نقصان نہیں پہونچا کیونکہ وہ سب کے نفع کا خواہان ہے۔ احسان ہی ایسی چیز ہے جو دشمن کو دوست بنا دیتا ہے۔ چنانچہ ابن شہاب سے مروی ہے کہ بعد فتح حنین کے رسول مقبول علیہ التحیۃ والثنا نے صفوان بن اُمیہ کو سو اونٹ دئے اور اوسیوقت پھر سو اونٹ دئے۔ اور پھر سو دئے۔ اسپر صفوان نے کہا کہ پہلے مین جیسا حضرت کو برا جانتا تھا۔ اب اُن سے بہتر کسی کو نہین جانتا۔ اور میری نگاہ مین وہ سب سے محبوب تر ہین۔ صائب نے کہا ہے

دشمن خونخوار را کوتہ ز احسان ساز دست ⁂ ہیچ زنجیرے بہ از سیری نباشد شیر را

سچ ہے کہ جس نے مال کو عزیز کیا وہ سارے جہان مین نامقبول اور خوار ہوا۔ اور جس نے مال کو اپنی نظر مین حقیر سمجھا وہ تمام عالم کی نظرون مین عزیز ہوا

قارون ہلاک شد کہ چہل خانہ گنج داشت ⁂ نوشیروان نہ مرد کہ نام نکو گذاشت

اور نام نیک چھوڑ جانے کے لئے سخاوت سے زیادہ کوئی عمدہ طریق نہین ہے۔ مگر اس زمانہ مین زبانی جمع وخرچ تو بہت دیکھا جاتا ہے۔ لیکن وقت اور موقع پر کسی حاجتمند کو ایک پیسہ نہین دیا جاتا اسی سبب سے فوائد قوم بالکل پامال ہو گئے ہین۔ اور اگلی برکتین اوٹھ گئی ہین اور ایسی سخاوت جو نام آوری کے واسطے کی جاوے۔ داخل سخاوت نہین ہے۔ اس معاملہ مین جہان تک غور کیا جاتا ہے تو بخلاف زمانہ سابق کے معلوم ہوتا ہے کہ جسقدر مقدرت

اور ثروت انسان کی بڑہتی جاتی ہو اوسی قدر وہ اپنی خواہشون کو اور بڑہاتا جاتا ہی۔ اور احکام خدا
اور رسول کی اصلا و مطلقا پروا نہین کرتا۔ ایسا انسان کسیطرح سخی نہین ہوسکتا جو مال کو
رفع شہوات مین صرف کرے۔ جیسے خوش خوراکی و خوش پوشاکی و تعمیر مکانات عالی حاجت سی
زائد ؎ ہر کرا خوابگہ آخر دو مشتے خاکست ٭ کو چہ حاجت کہ بر افلاک کشی ایوان را۔
اور فسق و فجور مین صرف کرنا یا بطمع مزید جاہ و جلال و نمایش خلق و حصول قرب بادشاہ خرچ
کرنا یا اشرار کو بامید رفع ضرر دینا یا موقع ناچ ورنگ مین صرف کرنا یا اہل وعیال کے نان
و نفقہ مین ضرورت سے بے اندازہ خرچ کرنا۔ گویا مال کی قدر نہ کرنا بالکل مواقع احتیاج سی
غافل ہونا ہی۔ ایسی حالت بیشتر اون کی ہوتی ہی جنکو مال بے مشقت میراث یا ہبہ کے
ذریعہ سے ملجاتا ہی۔ یا کوئی دفینہ قدرتی نکل آتا ہی۔ کیونکہ ایسے لوگ اس سے واقف
نہین ہوتے کہ مال کس محنت سے پیدا کیا جاتا ہی۔ اور کس دشواری و سختی سے جمع ہوتا ہے
اور نہین سمجھتے کہ بغیر مال کے کوئی ضرورت انسانی اس مین اکل و شرب اور سامان
آسایش جس سے زندگی متصور ہی سب داخل ہی رفع نہین ہوسکتی۔ اور حکمانے کہا ہی کہ حکمت
تونگری سے چاق اور درویشی سے سست و مضمحل ہوتی ہی۔ جیسے دانا و عاقل کے پاس
اگر مال نہ ہو تو خلق اللہ کو وہ کچہ فایدہ نہین پہونچا سکتا۔ اور سخاوت سے محروم تعلیم و
تعلم سے معذور رہتا ہی۔ کیونکہ اسکو امور ضروری کے بہم پہونچانے اور مصارف لابدی
معاش کے حاصل کرنے سے فرصت ہی نہین ہوتی۔ پہر اکتساب کمالات کہان ہوسکے
؎ مرا بہ تجربہ معلوم گشت آخر حال ٭ کہ قدر مرد بعلم ہست و قدر علم بمال۔

امانت

رکن اعظم حسن اخلاق سے ہی جس کی نسبت سرورِ عالم کا ارشاد ہی کہ لَاۤ اِیمَانَ لِمَنْ لَا
اَمَانَۃَ لَہٗ یعنی نہین ہی ایمان جس مین امانت نہین۔ اور امانت ہر کردار و گفتار مین درکار
ہی۔ امانت ہی سے آدمی عزیز اور مقبول خلق ہوتا ہی۔ چنانچہ حضرت رسول مقبول قبل
از نبوت تمام عرب مین اسی ایک صفت سے موصوف ہوکر امین مشہور ہو گئے تھے۔ آ
حضور کو سب امین کے نام سے پکارتے تھے۔ اور اس زمانہ مین بھی امانت کی قدر ہی
اور رسم امانت باخود با جاری ہی۔ اور امانت دار شئے مفوضہ کو عام اس سے کہ قسم جنس سے
ہو۔ خواہ زر نقد سے اُسکی حفاظت بخوبی کرتا ہی۔ اور لفظ امانت مین ہر قسم کی ملکیت
امینانہ داخل ہی۔ خواہ صریحی ہو۔ خواہ ذہنی۔ یا ضمنی۔ چنانچہ امانت صریحی وہ ہی جو صاف
اور صریحی طور پر افعال فریقین سے پیدا ہو۔ یعنی امانت دار کا شئی امانتی پر منجانب امانت کنندہ
قابض ہونا اور امانت ضمنی وہ ہی جو نیت فریقین سے مستنبط ہو۔ گو شئے امانتی کی سپردگی
بطور امانت نہوئی ہو۔ جیسے کوئی جایداد موصی لہ کے قبضہ مین قبل ادائی قرضہ کے
آئی ہو تو موصی لہ اُسوقت تک اُس جایداد کا امانت دار سمجھا جائیگا۔ جب تک قرضہ
جملگی موصی ادا نہو جاے۔ یا کوئی مسلمان اپنی جایداد اپنے پسر نابالغ کو ہبہ کرے
اور پھر او پسر اپنے پسر کے طرف سے قابض رہی تو وہ پسر کا امانت دار ضمنی ہے
اور جہانتک دیکھا جاتا ہی امانت دار اس کے پابند پائے جاتے ہین۔ مگر افسوس ہے
بعض ایسے بد دیسے جو امانت انسان کے سپرد کی ہی اوس مین سرتاپا خیانت ہوتی ہی

اور کوئی تنبہ نہین ہوتا۔ جیسے اعضای انسانی کہ ایک مدت معین کے واسطے انسان کے
پاس امانت خدا ہین۔ پس امانت مین خیانت کرنا کیا گناہ کبیرہ ہی جس کے نسبت اللہ
جل جلالہ ارشاد فرماتا ہی یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ یعنے اے لوگو خیانت
نہ کرو اللہ کی۔ اور وہ خیانت کیا ہی۔ اعضا سے وہ کام لینا جس کے واسطے اوس نے
منع کیا ہی۔ جس کی تفصیل مختصر طور پر یہ ہی۔ آنکھہ اللہ تعالی نے انسان کو اسواسطے
عطا فرمائی ہی کہ چلنے پھرنے مین رہبری کرے۔ کام کرنے مین مدد دے۔ عجائبات
مخلوقات کو دیکھکر عبرت پکڑے۔ رفع حاجات اور ضروریات وغیرہ مین اُس ہی مدد لے
اور آنکھہ کو چار چیزون سے محفوظ رکھے۔ اول غیر محرم اور حسین کو نظر بد سے دیکھنا۔
دوم مسلمان پر نگاہ حقارت ڈالنا۔ سوم مسلمان کا عیب دیکھکر عیب
پوشی نہ کرنا۔ حدیث مین آیا ہی کہ جو شخص مسلمانون کا عیب پوشیدہ کریگا اللہ اوس کے
عیبون کو مخفی کرے گا۔ ؎ پردہ کس مدری کس مدرد پردۂ تو۔ چہارم ہمسایہ کے
مکان مین جھانکنا ممنوعات سے ہی۔ کان اس لئے دئے ہین کہ خدا و رسول کے احکام اور
بزرگون کے نصائح سنو۔ نہ یہ کہ کان کو گانے بجانے کیطرف مشغول کرو۔ اور بزرگون
کی نصیحت پر کان نہ رکھو۔ اور غیبت وفحش اور برائی کی باتین نہ سنو۔ ؎ نصیحتی
گفتمت بشنو و بہانہ مگیر ؏ کہ ہرچہ ناصحِ مشفق بگویدت بپذیر۔ زبان اسواسطے ملی ہے
کہ اس سے اللہ کا ذکر کرو۔ قرآن مجید پڑہو۔ لوگون کو ہدایت اور نصیحت کرو صلاح
مشورہ نیک دو۔ امور دینی و دنیوی مین اُس سے مدد لو۔ اور فضول باتون سے

زبان کو روکو۔ اور جھوٹ سے بچاؤ۔ گو براہ تمسخر ہو۔ اس سے آدمی کا اعتبار و وقار کم ہوتا ہی۔ اور غیبت کسی کی نہ کرو۔ کیونکہ ایک غیبت تیس۳۰ مرتبہ زنا کرنے سے بڑھ کر ہے کسی کو زبان سے بد دعا بھی نہ دینا چاہیئے۔ گو اوس سے ایذا پہونچی ہو۔ ترمذی مین ایک صحابی سے معایت ہے کہ مین نے ایک روز حضور نبوی مین عرض کیا کہ سب سے زیادہ مجھے کس چیز سے ڈرنا چاہیئے۔ آپ نے اپنی زبان پکڑی۔ اور فرمایا اس سے کیونکہ اکثر گناہ زبان ہی سے صادر ہوتے ہین۔ اور اکثر آفتین اسی زبان کی بدولت آتی ہین۔ اور شروع تربیت کا حکما مین یہی قاعدہ ہی کہ پہلے زبان کو قابو مین کرتے ہین اور دیکھتے رہتے ہین کہ زبان سے جو باتین نکلین وہ کس حد تک صحیح یا غیر مناسب ہین۔ اسواسطے لازم ہی کہ خلاف مصلحت کوئی بات زبان سے نہ نکالے۔ زبان گو ظاہر مین گوشت کا ایک ٹکڑہ ہی۔ مگر تمام جسم پر اسکا تصرف ہی۔ اور زبان عقل اور دل کی وزیر ہی۔ اور عقل و دل جملہ اعضا پر محیط ہی۔ اور جو عقل و وہم اور دل مین آتا ہی اوسکو زبان ہی بیان کرتی ہے۔ اور یہ صفت دوسرے کسی عضو مین نہین۔ اور زبان مین سوا سے تکلم کے اور بہت بڑی بڑی اثر ہین۔ زبان جب سوز و گداز کی باتین کرتی ہے۔ بڑے سخت دلون کو رقیق کرکے رحیم و کریم بنا دیتی ہی۔ اور جب محبت اور شفقت کی گفتگو کرتی ہے سامعین کے دلون کو محظوظ کرتی ہی۔ اور جب یہ وعظ و نصائح پر آمادہ ہوتی ہی تو فاسقون اور فاجرون کو برے کامون سے بچاتی ہی یعنی باتون سے ایک خاص اثر صداقت کا دکھاتی ہی جس سے انسان کامل و مکمل

ہوجاتا ہی۔ اور کلمات فحش سے دلون کو تاریک کرتی ہی۔ گالی دینے سے دوسرون کے
دل دکھاتی ہی۔ اور لوگون کو دشمن بناتی ہی۔ غرض کہ تمام نیکی اور بدی کا مدار زبان کی رستی
اور کجی پر منحصر ہی۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے زبان ہی کی نسبت ارشاد فرمایا ہی۔
مَنْ صَمَتَ نَجٰی[1] یعنی خاموشی مین نجات ہی۔ پس انسان کو ایسی بات زبان سے نکالنا چاہیے
جس مین کسی طرح کا نقصان دین و دنیا کا نہ ہو۔ اور امر باطل اور محل ناجائز پر ساکت رہنا
عین صواب ہی۔ شکم اسکو مشتبہ چیز اور حرام کا مال کھانے سے بچانا چاہئیے۔ جب
ضرورت کے لایق انسان کو کچھ ملجاسے تو قلیل ہی پر کفایت کرے۔ شکم سیر ہو کر کھانا
آدمی کو سخت دل اور بیحیا کرتا ہی۔ قوت حافظہ مین فتور ڈالتا ہی۔ عبادت مین مجہول بناتا
پرخوری شہوت کو ہیجان مین لاتی ہی۔ جب اکل حلال سے سیر ہونا ایسی خرابی پیدا کرتا ہی
تو وای برحرام خوری۔ اگر انسان ایک تقلیل غذا کو اختیار کرلے تو غالبًا ارتکاب منہیات
اور عوارض جسمانی سے محفوظ رہی۔ فرج کو حرام سے بچانا فرض ہی۔ اور حرام سے
اوسوقت تک انسان نہیں بچ سکتا جب تک نظر اور خیال کی حفاظت کماینبغی نکرے
اور پرخوری سے باز نہ آئے۔ ہاتھ جائز کام کرنے کو دیے گئے مین نہ ظلم و تعدی
کرنے کے واسطے۔ حرام کا مال لینے سے مخلوق کو ایذا دینے سے ہاتھون کو روکو۔
امانت مین خیانت کرنے اور مضامین ناجائز اور کلمات فحش کے لکھنے سے باز رکھو۔
پاتون ناجائز امور کے حاصل کرنے مین نہ چلاؤ۔ فاحشہ عورتون کے گھرون مین نہ جاؤ
مسلمانان مفرور کا تعقب نہ کرو۔ ظالم اور فاسق اور فاجر کی ملاقات کے لیے نہ دوڑو

تماشہ گاہون کا قصد نہ کرو۔ کیونکہ نیکی اور بدی کے نتائج انسان ہی کے واسطے مفید اور مضر ہین۔ اللہ تعالی انسان کے اعمال سے مستغنی ہی۔ اور کل اعضا وجوارح انسانکو نیک کامون کے واسطے دئے گئے ہین۔ جو افعال سئیعہ اور حسنہ اون سے لیجائینگی یہ خداوند عالم کے روبرو گواہی دینگے ؎ ہمین دوستان تابدر یا من اند۔ چون بگذرم این ہمہ دشمن اند۔ اور ہر وقت موت کو یاد کرنے سے بھی انسان معاصی سے محفوظ رہتا ہی۔ چونکہ اعضا نعمت الٰہی سے ہین۔ اور اُسکی امانت۔ پس اللہ تعالے کی نعمت اور امانت کو بُرے کامون مین صرف کرنا بالکل کفران نعمت ہی۔ ایسے لوگ خدا کے مواخذہ سے محفوظ نہین رہینگے۔ اور بروز جزا کچھ جواب نہ دے سکینگے۔ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ یعنی اوس دن ادن کے زبانون پر مہر کردی جائیگی جو اون کے ہاتھ پانون اپنے اپنے افعال کی گواہی دینگے۔ اس لئے انسان کو اپنے ہر عضو کی حفاظت ضروریات سے ہی۔ امانت اور خیانت متضاد ہی۔ اور یہ مسئلہ مسلم ہی کہ اَلضِّدَّانِ لَا يَجْتَمِعَانِ جہان امانت ہی وہان خیانت نہین۔ اور جہان خیانت ہی وہان امانت نہین۔ اور خیانت داخل خباثت سے ہی لہذا انسان کو خباثت سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اور ہر حال مین امانت کو اختیار کرنا موجب سعادت ہے۔

کبر نفس

بزرگی نفس کی یہ ہی کہ ہر حال مین انسان ایکسان رہی۔ اور عشرت وعسرت کو مساوی سمجھے

اور امور ملائم و نا ملائم پر قادر رہو۔ اور جب کچھہ مناصب و مدارج مین ترقی ہو تو اپنے ارباب و احباب
اوسی قطع اور وضع سے پیش آئے جیسے قبل اون کا پاس ولحاظ کرتا تھا۔ اور ستایش اور ذم کو
برابر جانے۔ اور خواہش نفسانی کو غالب نہ ہونے دے۔ قوله تعالى مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ
وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا یعنی جس نے نیکی کی وہ اوسی کے نفس کی لئے ہے۔ اور جس نے بدی کی اوسی
کے لیئے ہے۔ اور مہمان نوازی کے شرائط ہمیشہ بجا لائے۔ امیر و فقیر کے ساتھہ مساوات کو
مد نظر رکھے۔ کسی اعلی و ادنی کی حتی الوسع دل شکنی نہ کرے۔ مسلمانون کو علی قدر مقدرت
مدد دے۔ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ یعنے اگر نیکی کی تمنے تو اپنے لئے
غرضکہ یہ سب افعال کبر نفس کے واسطے ضروری ہین۔ اور بغیر اس کے کبر نفس معلوم۔

اقسام شجاعت یہہ ہین۔ ثبات۔ علو ہمت۔ حلم و تحمل۔ سکون تواضع۔ حمیت۔ اخلاص۔ آداب۔

ثبات

ایک قوت جسمی کا نام ہی جو انسان اور نفس انسان کو مقابلۂ اعدا مین قائم رکھتی ہے۔
اور آلام و سختی کے وقت ہراسان نہین ہونے دیتی۔ اور قلب کو ساکن رکھتی ہے۔
بغیر ثبات کوئی کام آسان ہو یا مشکل پورا نہین ہوتا۔ اور ثبات کے لئے توکل علی اللہ
علامت غلبہ اور نصرت کی ہی۔ اور سبب کفایت مہمات جب تک انسان مین ثبات
نہین ہوتا۔ اس سے وہ برکات جو باعث فلاح و نجات ہین ظہور مین نہین آتے۔ اور
بادشاہون کے واسطے ثبات ایک لازمی اور ضروری چیز ہی۔ بغیر اسکے رعایا و ادب

ستمر دان ملک اطاعت کلی اختیار نہین کرتے - اور اشرار اپنی شرارتون سے باز نہین رہتے - حکما کا قول ہی کہ بغیر ثبات کے بنیاد دولت ثابت نہین رہتی - اسواسطے انسان کو لازم ہی کہ بجای ثبات کے احیانًا بھی وسوسہ کو اپنے دل مین جگھہ نہ دے - ورنہ اپنے ارادہ پر ثابت قدم نرہیگا - پس انسان جس کام کا قصد کرے اوس کے اتمام پر تہ دل سے مصروف رہی - اور اُس کے ختم مین غفلت نہ کرے - اور زبان سے وہ بات نکالے جو دوسرا اُسکی تنسیخ نہ کرسکے - ؎ از ثبات پا توان بر دشمنان فیروز شد ٭ می نشاند ایک ہدف بر خاک چندین تیر را -

علو ہمت

اسکی تعریف یہ ہی کہ نفس کو طلب فضائل کمالات اور تحصیل منافع دنیوی اور دینیات کے طرف متوجہ کرے - اور جسقدر عزت اور وقار پیدا کرنے اور اچھے خیالات عمدہ یا تین اچھی کامون کے اختیار کرنے مین کوشش ہوسکے دریغ روا نہ رکھے - تاکہ عالی ہمت اور بلند حوصلہ مشہور ہو - اللہ جلشانہ بلند ہمت کو دوست رکھتا ہی - پس استحصال مقصود مین جو مکروہات پیش آئین اون سے نہ گھبراسکے - اور عدم حصول منافع اور ظہور امور ناملائم سے غمگین نہ ہو - بلکہ حصول مقاصد و نیکنامی پر سعی و کوشش کرتا ہی - کہ رفعت از جہت ہمت بلند سے ہم پہونچی ہی ؎ ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق ٭ باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو اور بادشاہون کے واسطے عالی ہمت ہونا واجبات سے ہی - بغیر اس کے دولت اور مملکت مین ترقی ممکن نہین ؎ عروس ملک کسے در کنار گیرد چست ٭ کہ بوسہ بر لب

شمشیر آبدار زند۔ اور عام خلق کو عموماً اور اہل قدرت کو خصوصاً لازم ہی کہ اپنی اپنی ہمت اور مقدرت کے موافق اپنے اعزا اور اولاد کی تعلیم اور تربیت مین کوشش کرین۔ تاکہ خلاف علو ہمت اور تہذیب اخلاق کے اون سے ایسے افعال سرزد نہ ہون۔ جس کی نسبت رسول مقبول علیہ التحیۃ والثنا نے ارشاد فرمایا ہی کہ البتہ تم چلو گے اگلی امتون کی راہ پہ یعنی دین کے مخالف نہ یہ کہ کفر اختیار کرو گے (دیکھو مسلم شریف کتاب العلم مین) چنانچہ یہہ حدیث حضرت سرور کائنات کی پیشین گوئی ہی جسکا ظہور اس زمانہ مین پورا پورا ہو رہا ہے کہ مسلمانان ہند ہر بات مین نصاری کی مشابہت کرتے ہین۔ کھانے مین۔ پہننے مین۔ چلنے مین۔ پھرنے مین۔ یہان تک کہ بعض مسلمانون کو دیکھکر دہوکا ہوتا ہی کہ یہ نصرانی ہی۔ اسکو علو ہمتی سے کچھہ علاقہ نہین۔ بلکہ محض بے حمیتی ہی۔ اگر نصاری کی تقلید اور مشابہت پسند تھی تو عمدہ باتون مین اون کی تقلید کرتے۔ یعنے اون کا سا اتفاق اون کی سی اولوالعزمی اون کا سا علم اون کا سا ہنر حاصل کرتے۔ اسطرف تو التفات نہین۔ صرف لباس اور وضع اور اکل و شرب وغیرہ مین جو آسان باتین تہین اون کو پسند اور اختیار کر لیا۔ اور یہ نہ سمجھے کہ اپنی قوم کی وضع اپنی قوم کا لباس خود ایک قومی عزت ہی۔ جسکو بلا وجہ چھوڑنا خلاف عقل و حمیت نہین تو کیا ہی۔ اور عالی ہمتی کا تو یہہ مقتضی تھا کہ نصاری کیطرح علم و حکمت ہمت و لیاقت پیدا کرتے۔ جس سے دنیاوی قوت اور اسلامی شوکت قائم ہوتی۔ اور دین اسلام کی عظمت بڑہتی۔ مسجدین آباد ہوتین۔ قومی اتفاق کو ترقی ہوتی۔ جسپر تمام دینی اور دنیوی کامون کا

مدار ہی۔ اور اگر لباس کا بدلنا منظور تہا تو اپنی رای سے تمام فوائد جسمی اور روحی پر نظر
کرکے ایک جدید طرز کا لباس ایجاد کرتے۔ جس سے عالی ہمت ثابت ہوتے۔ اب عقلمند
کہلاتے۔ نہ کہ آنکہہ بند کرکے نصاری کی پیروی کرنے لگے۔ اور قوم مین انگشت نما
ہوگئے۔ ہان اس مین شک نہین کہ زمانہ کی رفتار علانیہ طور پر بتا رہی ہے۔ اور جہان
کی تاریخ بغیر عینک کے صاف دکھا رہی ہی کہ استحصال ثروت و مکنت بادشاہ کی قربت
اور اہل حکومت کی شفقت پر منحصر ہے۔ اور ہندوستان مین سلطنت اور حکومت
نصاری کے ہاتھ مین ہے پس جب تک کہ ان کے ساتہہ طرح موافقت وارتباط نہ ڈالی جاے
اور اون سے میل جول عرفی طور پر نہ کیا جاسے۔ اونکا شفیق اور مہربان ہونا معلوم
اور اہل اسلام نے جہان اپنے مطلب اور کشود کار کے واسطے اون سے میل جول
کیا اور فتوے کفر والحاد کے ہونے لگے۔ حالانکہ یہ ارتباط واختلاط ویسا ہی ہی جیسا
اکثر مسلمان غیر متقی فاسق فاجر مسلمانون سے ملتے اور اون کے صحبت سے نفرت
نہین کرتے۔ اور مشرکین و بت پرستون سے ملتے ہین۔ مراسم دوستانہ کیا بلکہ برادرانہ
ادا کرتے ہین۔ اور کوئی معترض نہین ہوتا۔ اور نہین سمجھتے کہ اون کے مقابل مین تو
نصاری اہل کتاب ہین۔ جن کی نسبت حکم ہی طَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ
لَّكُمْ یعنے کہانا اہل کتاب کا حلال ہی تمہارے اوپر۔ پس بمقابل ہندو کے جن کا کہانا
مسلمان بغیر عذر کہاتے ہین۔ ہر طرح نصاری کو ترجیح ہی۔ ہان اگر ذبیحہ اونکا خدا کے
حکم کے موافق نہ ہو تو مسلمانون کے واسطے جائز نہ ہوگا۔ چنانچہ اہل فقہ کا یہ مسئلہ

مسلمہ ہی۔ ہدایہ کتاب الذبائح مین لکہا ہی کہ جو شخص ... توحید ... نصاریٰ کی
اوس کا ذبیحہ ویسا ہی ہی جیسا مسلمانون کا۔ اور ... کا اطلاق بھی عموماً ... کتابی
پر مساوی ہی خواہ وہ ذمی ہو خواہ حربی۔ خواہ عربی۔ یہ خصوصیت کا کہانا ... ہی۔
اسصورت مین اگر کوئی عالی ہمت بنظر ترقی مراتب و مناصب نصاریٰ کے ساتھہ
کہ صاحب حکومت ہین زیادہ اختلاط بڑہاوے۔ اور بحکم اِذَا جَاءَكُمْ كَرِيمُ قَوْمٍ فَأَكْرِمُوهُ
یعنے جسوقت آجاوے پاس تمہارے کوئی بزرگ قوم کا پس بزرگی کرو تم اوسکی۔ نصاریٰ
کے ساتھہ اخلاق و تعظیم سے پیش آوے۔ اور بطور دعوت اپنے دسترخوان پہ اکثر کہلا دیوے تو
کیا مضایقہ ہی۔ فقہ مین کلیہ ہے کہ سُؤْرُ الْإِنْسَانِ طَاهِرٌ یعنے جہوٹا انسان کا پاک ہی
اور اہل اسلام کا مذہب مثل ہنود کے نہین کہ جہان غیر مذہب کے ساتھہ کہایا اور
مذہب معدوم ہوا۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ الْاِعْتِقَادِ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی جو شخص دعوت کرتا تہا۔ آپ بلا تکلف قبول فرماتے تہے۔ اس مین
یہودی ہو یا نصرانی۔ چنانچہ یہ معجزہ معجزات آنحضرت صلعم سے مشہور ہی کہ ایک یہودیہ نے
حضرت کی دعوت کی۔ اور گوشت مین زہر ملایا۔ جسپر اعجازاً آپ ماہر ہوگئے۔ ہان ان
مسلمان کو اسقدر احتیاط ضرور ہی کہ جب کسی نصرانی کی دعوت مین جاوے تو اوسکو
لازم ہی کہ پہلے دریافت کرلے کہ باورچی قوم ہنود سے تو نہین۔ جن کے مذہب مین
ذبیحہ کی قید نہین۔ دوسرے یہ کہ اون کے دسترخوان یا میز پر کوئی چیز ممنوعات
شرعی سے نہ ہو۔ جیسے مردار اور لہو۔ اور گوشت خنزیر۔ اور گلا گہونٹا ہوا جانور

یا لاٹھی سے مارا ہوا - یا وہ جانور جو اوپر سے گر کر مرا ہو - یا سینگ کی ضرب سے ہلاک ہوا یا درندہ نے اُسکو مارا ہو دعوت منظور کرنے میں کچھ مضایقہ نہین معلوم ہوتا - اور یہ رسم سوا ہندکے تمام ولایت اہل اسلام مین جاری ہی - اور کوئی مواکلت مین پرہیز نہین کرتا - چنانچہ سلطان روم اور شاہ ایران ہمیشہ نصاریٰ سے بسبب خاطر و مدارا کرتے ہین - ساتھ کھاتے ہین - اون کے تخت گاہ ہون کو جاتے ہین - کوئی دقیقہ اتحاد واختلاط کا اون سے نہین اُٹھا رکھتے - اسی ایک ہندمین یہ آفت خلاف اخلاق ومعاشرت ہی کہ جس نے نصاریٰ سے میل جول کیا اور نیچر یا کرستان مشہور رہوا - حالانکہ بغیر اس کے رفعت جاہ و منزلت ممکن نہین - اور یہ بھی سمجھنے کے قابل ہی کہ نیچر وہ ہی جو حکما طبیعیین کا پیرو ہو - اور کرستان اُسکو کہتے ہین جو اپنا مذہب ترک کر کے عیسائی ہو جائے - ہر آئینہ عالی ہمت کو زیبا ہی کہ جہان تک اوس سے ترقی مین کوشش ہو سکے دریغ نہ کرے - مگر وہین تک کہ اعتقادات اور وضع اسلامی مین فرق نہ آنے پائے

ع ہشیار رہو اسے قوم کہ دنیا ہی گزرگاہ ✤ رہتا ہی گدا اوس مین ہمیشہ نہ شہنشاہ
کیا مرحلۂ صعب ہے العظمۃ للہ ✤ تھراتے ہین رہبر بھی وہ پرخوف ہی یہ راہ ✤ ایمان عقاید مین نہ ہرگز خلل آنے ✤ کیا جانیے کسوقت پیام اجل آئے -

حلم و تحمل

حلم بغیر اسکان قلب کے نہین ہوتا - اور جس کے دل مین حلم ہے وہ مغلوب الغضب نہین ہوتا - اور تحمل کا حریص ہونا کسب کمال و تحصیل کارہاے بزرگ پر لازمانے سے ہی

تاکہ نام نیک اور ثواب عظیم حاصل ہو۔ پس انسان کو چاہیئے کہ قوای جسمانی کو اکتساب
فضائل پر مجبور کرے۔ کیونکہ عین اخلاق آلھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ
حَلِیْمٌ۔ یعنے اللہ بخشنے والا بردبار ہے۔ اور دوسری جگہہ فرمایا ہے وَاللّٰہُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ۔
یعنے اللہ بے پرواہی تحمل والا۔ اور تمام انبیاء اور اوصیاء اور اولیا نے غیظ و غضب کے
موقع پر حلم سے کام لیا ہے۔ چنانچہ حدیث مین آیا ہے کہ قوی وہ انسان نہین جو حالت غضب
مین مقابل کو دے مارے بلکہ قوی تر وہ ہے کہ جو غصہ مین اپنے نفس کو گرا دے۔ اور اُسپر
غالب آجاے۔ اور حلم بالکسر کے معنی ہین (سزا دینے مین آہستگی کرنا اور بردبار ہونا)
اور تحمل بوجھ اُٹھانے اور رنج و مشقت گوارا کرنیکو کہتے ہین۔ اسموقع پر یہ لطیفہ قابل
درج ہے کہ کسی نے ایک حکیم سے پوچھا کہ حلم کیا چیز ہے۔ حکیم نے جواب دیا کہ حلم کا قلب
ملح بالکسر ہے جس کے معنی نمک کے ہین۔ پس جو کھانا بے نمک ہو وہ مزیدار نہین
ہوتا۔ اسیطرح اگر انسان مین حلم نہ ہو تو اُسکے سب اخلاق بے نمک ہین۔ اور حالت
جنگ و منازعت مین حرمت دین و ملت کی حفاظت کرے۔ اور اگر وہ جنگ و بدیہہ
سلطنت قائم رکھنے یا بنظر جانب داری کسی فریق کے ہو تو حالت ترس و اندیشہ
مین تحمل کو ہاتھ سے نہ دے۔ تحمل مین بڑے بڑے فایدے ہین۔ اور تعجیل اوسکی
ضد ہے جس مین سراسر ضرر ہے۔ اَلتَّاَنِّیْ مِنَ الرَّحْمٰنِ وَالتَّعْجِیْلُ مِنَ الشَّیْطَانِ یعنی دیر
اللہ کے طرف سے ہے۔ اور جلدی شیطان کی جانب سے۔ اس صورت مین حلم و
تحمل انسان کے واسطے واجبات سے ہے۔ کیونکہ جو چیز شیطان کیطرف سے ہے اُسمین

خیر و برکت کہاں - جلدی کا کام خواہ مخواہ خراب ہوتا ہے - اور جو کام غور و تعمق سے کیا جاتا ہے اوسکا انجام بخیر ہوتا ہے - اور حکمت و عقل کا منشا بھی یہی ہے - اور عجلت کا انجام اکثر پشیمانی ہوتا ہے - اور تحمل کا مآل نیکنامی سوای اس کے یہ حفظ کرنے کے قابل ہے کہ انسان کو عزت اور وقار دینی والی بہت چیزین متقدمین نے قرار دی ہین - مثلاً صالح ہونا اور صالح کے معنی ہین نیکوکار اور نیکی کے بہت اقسام ہین - چنانچہ سخاوت - شجاعت علم صناعی خوبصورتی - توانائی وغیرہ - ان مین ہر شئے اکتساباً و عملاً و فعلاً مشکل ہے کیون کہ سخاوت کے واسطے سرمایہ اور مقدرت کا ہونا ضرور ہے - اگرچہ بعض کا قول ہے کہ (سخاوت بدل ہست نہ بمال) مگر یہ ایک مثل ہے جو بمقابل تہیدست باذل کے کچھ کام نہین آسکتی - لا محالہ جب تک خدا نہ دے - آدمی سخاوت نہین کرسکتا - اور واقع مین سخاوت کیواسطے مال کا ہونا ضرور ہے - کیون کہ کوئی برہنہ سے کہے کہ گرم ہوجا اور گرسنہ سے کہے کہ سیر ہوجا - اور اوسے کپڑا - اور غذا نہ دے تو کیا برہنہ ایام سرما مین بغیر پارچہ کے گرم ہو سکتا ہے اور برہنہ بلا طعام کے سیر ہو سکتا ہے ؟ ہرگز نہین - اسیطرح شجاعت کیواسطے میدان کارزار اور جو مواقع شجاعت کے ہین اون کا ہونا مقدم ہے - علم حاصل کرنے کے لئی محنت اور ذہانت اور استاد شفیق کا ہونا ضرور ہے - علی ہذا القیاس صنعت بھی بغیر محنت اور تعلیم کے نہین آسکتی - خوبصورتی اور توانائی خلقی چیز ہے - اور خداداد - اسکو انسان بطور خود اور اپنی محنت اور جفاکشی وغیرہ سے حاصل نہین کرسکتا - مگر ہان فضیلت حلم انسان اپنی ذات مین

بہت آسانی سے پیدا کرسکتا ہی اور ہر بنی آدم کے اختیار مین ہی جس کے واسطے نہ محنت
درکار ہی نہ کوشش نہ روپیہ کی حاجت - نہ اُستاد شفیق کی ضرورت - اور ساری فضائل
سے افضل تر - سوای اس کے اگر کوئی عالم ہو اور حلیم نہ ہو تو وہ عالم جاہل سے بدتر
معلوم ہوگا - اور خوبصورت قابل نفرت سمجھا جائیگا - اور تمام دنیا کا انتظام اسی ایک
فضیلت حلم پر منحصر ہے - اگر انسان سے یہ فضیلت جاتی رہی تو تمام عالم کا انتظام
درہم برہم ہوجائے - اور خطا و نسیان کہ جس سے انسان مرکب ہی - اس سی بھی مستثنی
ہوجائے - کیونکہ حلم خود عیب پوش ہی - اسلئے حلم کا اختیار کرنا ہر فرد بشر کو ضرور ہے
حلیم کا کوئی دشمن نہین ہوتا - کیونکہ اوسکا خدا کفیل ہوتا ہی - اور حلیم ہر دل عزیز
ہوتا ہی - حلم بہت سی برائیون کو دفع کر دیتا ہی - اور حلم سے انسان مین بہت سے
فضائل آجاتے ہین - جیسے صبر و فروتنی و خیرخواہی عام و صلح و امن و سلامتی
و خلق و توکل و شیرین زبانی و صفائی باطنی وغیرہ - اور ان سب کا نتیجہ دنیا مین -
ہر دل عزیز ہونیکا ہی - اور عقبیٰ مین ذریعۂ نجات - حلم سارے جھگڑون سی بے پروا
کر دیتا ہی - باوجودیکہ خدا قادر مطلق ہے اوس کے حلم کو دیکھو کہ اگر وہ ہمارے
زیادتی اور بداعمالی اور بداخلاقی پر تحمل نہ کرے تو ایک ساعت مین زمین و آسمانکو
تہ و بالا کر دے - مگر وہ کس قدر متحمل ہے کہ اوس کی توحید مین لوگون نے تثلیث کو
داخل کیا - مگر اوس نے سوای تحمل کے کسیطرح کی تلافی نہین کی - اور ہر ایک کو
بدستور تا حیات روزی دیتا ہی - اور پھر آج نہ کل - بلکہ ہمیشہ کو وہ اسیطرح حلیم رہیگا

پس آدمی کو حلم اختیار کرنا چاہیئے - کیون کہ جو قادر مطلق ہی وہ کس قدر حلیم ہے - کہ جرم مبید و نان برقرار می دارد - پس انسان کو جو مثل سبزہ کے آج ہی اور کل نہین کسقدر حلم کرنا چاہیئے کیا ثبات اوسکا کہ جس کی خاک سے بنیاد ہی آج صرصر اگر چھوڑا تو کل برباد ہی - اگرچہ خدا کا حلم مظلومی اور مسکینی پر شامل نہین ہی - کیون کہ اُس کی شان حلم اپنے بندون کی تعلیم کے واسطے ہی - ورنہ عدالت کے دن اوس کا جلال کچھ اور ہی ہوگا - اور چون کہ انسان عاجز و مجبور خلق ہوا ہی - اُسکو مسکینی اور مظلومی لازم و ملزوم ہی - اور خدا کا حلم تمام مخلوق کے بہتری کے واسطے ہی - اور انسان کا حلم اپنی بہتری کے واسطے ہی - اس لیئے انسان کے لیئے مظلومی اور مسکینی کہ جزو حلم ہے واجب ہوئی - تاکہ اُس کی مجبوری اور ناتوانی پر شاہد ہو -

تواضع

کی حقیقت یہ ہی کہ انسان اپنے کو بزرگون سے اچھا نہ جانے - اور جو رتبہ مین فروتر ہون اُسکو کمتر نہ سمجھے - کیون کہ افراد انسانی تمام امور پیدایشی مین باہم مساوی ہین - اللہ جلشانہ نے ایک ہی سے اعضا سب کو دئے ہین - اور اسیطرح معاملات مین ہمدگر مشترک ہین - عام اس سے کہ نقصان ہو یا فایدہ - احتیاج ہو - یا غنا ہر انسان احتیاج مین برابر ہی - اور ایک دوسرے سے مدد کا خواہان - اور بغیر فروتنی کے کوئی کسیکا مددگار نہین ہوتا - تواضع دولت لازوال ہی جس کو نہ چور چرا سکتا ہے - نہ ڈاکو لیجا سکتا ہے - اور قدرتی طور پر شاہد روز اوس نے

نتائج اور مال مین ترقی ہوتی ہے۔ حدیث مین آیا ہے سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ یعنے سردار قوم خادم اونکا ہے۔ پس سید القوم ہونے کے لیئے ہر فرد بشر کو اتباع احکام خدا و رسول ضرور ہے جس سے یہ فایدہ ہوتا ہے کہ سردار قوم جس کے ساتھہ بطور انکسار پیش آتا ہے۔ اوس کو اپنے اخلاق کا ایسا گرویدہ کر لیتا ہے کہ وہ خادم ہو جاتا ہے۔ ع ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد۔ اور تواضع سردار قوم اور امیر ہی کے واسطے زیبا ہے۔ ورنہ ع گدا گر تواضع کند خوی اوست ہر آئینہ بمقابل دوسرے کی اپنے کو حقیر سمجہنا لوگون کی عزت و حرمت کرنا باعث بزرگی اور نیکنامی ہے۔

حمیت

حمیت کے معنی غیرت و شرم و ننگ کے ہین جسکا اول منشا یہ ہے کہ حفاظت دین و ملت و نگہداشت آبرو و عزت مین تساہل و تغافل نہ کرے۔ بلکہ جیسے سبزہ زار کی حفاظت کی جاتی ہے اوسیطرح اسکی بھی نگہبانی کرے۔ اور صاحب ملک تدبیر حل مہمات اور اجرای سیاسات مین غفلت نہ کرے۔ اور اچھے کامون کے ترغیب کرتا رہے۔ اور رعایا کی خبر رکھے۔ تاکہ کوئی کام خلاف شریعت ظہور مین نہ آسکے۔ اور خلاف کرنے والونکو تعزیر دے۔ یہ مرتبہ اہل اختیار و اقتدار کے واسطے ہے۔ اور اہل علم کو چاہیے کہ وہ وعظ و نصیحت کے ذریعہ سے منع کرین۔ اور بحالت عدم قبول ایسے لوگون سے ملاقات ترک کرین۔ اور مرتکب منہیات کو دشمن سمجہین۔ یہ حمیت اخروی ہے۔ اور حمیت دنیوی کی دو قسمین ہین۔ ایک اپنی ذات اور اقربا کے ساتھہ۔ دوسری عام خلق اللہ کے

ساتھہ اپنی ذات کے ساتھہ یہ ہی کہ ممنوعات شرعی سے باز رہے۔ اور عورات کو نامحرموں کے سامنے نہونے دے۔ اور اون کو عصمت وعفت کی مراتب حفظ کرا کر گر کر ... دے اور شرعی مسائل ضروری اون کو سکہا پڑہا کر اوسکا حال بنا دے۔ ے دیدہ فرو بستہ چو دُر در صدف * تا نشوی تیر بلا را ہدف۔ اور تمام خلق کے ساتھہ وہی طریقہ جاری رکھے جو اپنے نفس کے ساتھہ برتا جاتا ہے یعنی جو امر اپنے نفس کے واسطے پسند کرے وہی دوسروں کے واسطے جائز جانے۔ حدیث میں آیا ہی لَا یُؤمِنُ اَحَدُکُم حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیہِ مَا یُحِبُّ لِنَفسِہٖ یعنی ایمان مین کامل نہوگا کوی شخص جب تک اپنی بھائیوں کے واسطے وہ امر پسند نہ کرے جو اپنے واسطے کرتا ہی۔ اور استکشاف گناہ مسلمانون پر سعی نہ کرے۔ بلکہ جہانتک ہوسکے اون کے عیوب پوشیدہ کرے۔ کہ یہ صفت خدای عزوجل کی ہی۔ اور ستار اوسکا نام ہی یعنی چھپانے والا۔ دنیا اور آخرت مین گناہون کا اور کمال یہ ہی کہ جب کوی اپنی پناہ مین آئے تب اوس کی حمایت کرے۔ اور حتی الوسع اپنی حمایت کو رایگان نہونے دے۔

اخلاص

عمل کو ریا سے پاک وصاف کرنا اخلاص ہی۔ اور اخلاص کے لفظی معنے دوستی کی ہین اور اسیکو الفت بھی کہتے ہین۔ پس انسان کو چاہئے کہ جس سے محبت اور بغض رکھے بمقتضاے اَلحُبُّ لِلّٰہِ وَالبُغضُ لِلّٰہِ کے ہو جس سے خوشنودی حق تعالی متصور ہے نفسانیت کی اصلا اوس مین شرکت نہو۔ کیون کہ غرض نفسانی عمل حقانی کو تباہ

کرتی ہی۔ اور محبت ذات خاص باری تعالی سے کرنا چاہیئے۔ کہ مبدا اخلاص کا ہی حقتعالی اپنی کتاب پاک مین فرماتا ہی وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ یعنے جو لوگ مسلمان ہین وہ سب پر غالب رکھتے ہین محبت خدا کو۔ اور اسی طرح اپنی حبیب علیہ التحیۃ والثنا سے خطاب کرتا ہی اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ یعنے بیشک تو اوپر بڑے خلق کے ہی۔ اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین کہ بندہ جب تک خدا کو سب چیزون سے زیادہ دوست نہ رکھے۔ تب تک اوسکا ایمان درست نہین ہوتا۔ مگر انسان اسکو ظاہر کیونکر کرسکتا ہی۔ کیون کہ اللہ جلشانہ کی ساتھ محبت مثل انسان کے نہین ہوسکتی۔ جیسے مان باپ کو اولاد کے ساتھہ یا دوست کو دوست کو ساتھہ یا بھائی کو بہن یا بہن کو بھائی کے ساتھہ ہوتی ہی۔ خدا کے ساتھہ محبت کرنا یہی ہی کہ صدق کا پابند ہو جس سے ساری خوبیان دنیا وعقبی کی انسان مین پیدا ہوجاتی ہین۔ اسی ایک صدق سے انسان کے دل مین روشنی پیدا ہوتی ہی اور جسمانیت نور سے بدل جاتی ہی۔ اور جمال خداوندی کو دکھاتی ہی۔ اسیکو مشاہدہ کہتے ہین۔ دوسرے اعمال وافعال کی درستی عین محبت خدا ہی۔ اور احکام خدا کی اطاعت داخل وفاداری ہی۔ اور غلام کے واسطے وفاداری فرض ہی۔ اسیطرح محبت انسان سے یہ مقصود ہی کہ اپنے ابنای جنس کے ساتھہ بخلوص باطن پیش آئے۔ اور اون کے حاجات رفع کرنے اور اونکے ہر حال رنج ورحمت مین شریک ہونے کو مقدم سمجھے۔ اور ہر معاملہ مین اخلاص کو پیش نظر رکھے۔ کیون کہ

اَلشَّفَقَةُ عَلٰی خَلْقِ اللہ - یعنی مہربانی کرنا خلق خدا پر - باعث خوشنودی حق تعالیٰ ہے -

؎ دہ روزہ مہر گردون افسانہ ایست و افسون ٭ نیکی بجای یاران فرصت شمار یارا ٭ ای صاحب کرامت شکرانۂ سلامت ٭ روزے تفقدے کن درویش بینوا را ٭ آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرفست ٭ با دوستان تلطف با دشمنان مدارا ٭

اور خدا نے اپنی مہربانی کو منحصر کیا ہے شفقت خلق پر - اور اگر ناخواستہ طبیعت پر انحراف یا اختلاف پیدا ہو تو فی الفور اوسکے تدارک مین مشغول ہو - اور استغفار کرے - اور علاج اوسکا صدقات اور ازدیاد خیرات ہے جس سے قلب پھر اصلی حالت پر آجاتا ہے - اور یہ نتیجے لوازمات بشری سے ہے اور قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ ہر ایک کام ہونے کے لئے پہلے خیال کا پیدا ہونا ضرور ہے - کیونکہ کوئی چیز مادی ہو یا غیر مادی - ذاتی ہو یا خارجی جب تک تصور اور خیال مین نہین گزرتی اوسکے جانب قصد نہین ہوتا - اور جب تک وہ خیال ذہن نشین نہین ہو جاتا - ارادہ ارتکاب قطعی کا نہین ہوتا - پس جب تصورات خلاف اخلاص کے جانب رجوع کرین - اون کو دل مین جگہہ نہ دے اور دوسرے امور کی طرف قلب کو متوجہ کر دے - اس طریق عمل سے حفظ خلوص ممکن ہے -

آداب

آداب جمع ہے ادب کی - اور ادب کہتے ہین استعمال امر محمود کو از روی قول یا فعل کے اور بعض نے تعبیر کیا ہے اسکو مکارم اخلاق سے - اور بعض نے کہا ہے کہ نیک کامون پر

استقرار و استمرار کر لینا اور بعض نے کہا کہ اپنے سے بڑے کی تعظیم کرنا اور چھوٹے کے ساتھہ نرمی اور شفقت کرنا اور بعض نے کہا کہ ادب ماخوذ ہی مادبہ سے اور مادبہ نام ہی دعوت الی الطعام کا چنانچہ امام ابو الفضل ابن حجر شرح بخاری کتاب الادب مین فرماتے ہین آ
وَالْاَدَبُ اِسْتِعْمَالُ مَا یُحْمَدُ قَوْلًا وَفِعْلًا وَعَبَّرَ بَعْضُهُمْ عَنْهُ بِاَنَّهُ الْاَخْذُ بِمَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَقِیْلَ الْوُقُوْفُ مَعَ الْمُسْتَحْسَنَاتِ وَقِیْلَ هُوَ تَعْظِیْمُ مَنْ فَوْقَكَ وَالرِّفْقُ بِمَنْ دُوْنَكَ وَقِیْلَ بِاَنَّهُ مَاخُوْذٌ مِنَ الْمَادُبَةِ وَهِیَ الدَّعْوَةُ اِلَی الطَّعَامِ سُمِّیَ بِذٰلِكَ لِاَنَّهُ یُدْعٰی اِلَیْهِ انتہی
گو یہ سب ہمارے مقصود کے موافق ہین۔ مگر ہماری مراد بیان ادب سے مکارم اخلاق ہی یعنے بڑون کی تعظیم کرنا اور خوردون کے ساتھہ نرمی کرنا۔ اور رضای خدا کو رضامندی بادشاہ پر مقدم سمجھنا کیونکہ اللہ تعالی جس بندہ سے خوش ہوتا ہی وہ تمام خلق کی آنکھون مین عزیز ہوتا ہی۔ اور جس سے خدا ناراض ہوتا ہی وہ سب کی آنکھون مین حقیر و ذلیل ہوجاتا ہی۔ اور رضامندی خدا کا نتیجہ اور مآل حصول عزت و آبرو ہے فرمایا اللہ تعالی نے اَلْعِزَّةُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یعنی عزت اللہ اور رسول او اون لوگون کے واسطے ہی جو اللہ پر ایمان لائے ہین۔ اور بادشاہ کے ساتھ سولہ قسم کی رعایت آداب شرط ہی۔ اول اظہار عجز و خدمتگزاری کیونکہ بادشاہ ظل اللہ ہوتا ہی۔ اور وہ خلق سے خدمت چاہتا ہی۔ اور اُسکو اپنی یکتائی کا خیال ہوتا ہی اسواسطے ضرور ہی کہ پیشگاہ شاہ مین انسان اپنی محتاجی اور مسکینی کا اظہار اور امتثال اوامر مین جو خلاف حکم خدا کے نہ ہون۔ بقدر قدرت سعی و کوشش کرنا۔ چنانچہ فرما

حضرت محبوب رب العالمین شفیع المذنبین خاتم المرسلین نے فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِیَۃٍ
فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَۃَ رواہ البخاری - یعنی بادشاہ اگر حکم کرے گناہ کا پس نہین چاہیے
اطاعت اور حقوق شاہی مثل خراج وغیرہ کے باحسن وجوہ ادا کرنا - اور کسیطرح کے
پہلو بھی نہ کرنا عین اتباع شریعت ہی - اور تعظیم و تکریم مین کوئی دقیقہ فروگذاشت کیا جاے
اور اون کی ضرورت کے وقت جان و مال سے بھی دریغ نہ کرے - اور زیادہ قربت
شاہ کا خواستگار نہ ہو - کیون کہ صحبت سلاطین کو حکما نے مثل آگ اور شیر درندہ کے
تشبیہ دی ہی - ؎ از صحبت بادشہ بپرہیز ۔ چون ہیزم خشک ز آتش تیز - اور کہا
احمد و ترمذی و نسائی نے کہ فرمایا آنحضرت نے جو شخص شکار مین مصروف رہتا ہی وہ غافل
ہوتا ہی طاعتِ حق سے - اور دور ہوتا ہی رقت قلب اور رحم سے - اور جو شخص پہونچا
قربت شاہ مین وہ پڑا فتنہ مین - کیون کہ اگر موافقت کرتا ہی اوس کے ہر امر مین تو
خطرہ ہے دین مین - اور اگر مخالفت کرتا ہی تو اندیشہ ہی جان کا - الحق آداب ملازمت
سلاطین نہایت دشوار ہین - اور ہر شخص کا کام نہین - اور ملازمت سے وہ لوگ مراد
ہین جو ستم رسیدگان کو داد دیتے ہین - اور اس کے انجام مین محنت کرتے ہین - اور
حق بر نظر رکھتے ہین - اور بادشاہ کو بھی چاہیئے کہ راہِ حق سے قریب اور راہ باطل سے
دور رہے - اور کسی کو بغرض تربیت نہ کرے - اور بے محل اور بے موقع کسی پر عقوبت نہ کرے
کیون کہ یہ شان سبکباری اور بے وقعتی کی ہی - حکما نے کہا ہی کہ جسوقت بادشاہ کو
غیظ و غضب ہو - اُسوقت ملازم کو نہ چاہیئے کہ اپنی زبان نیک و بد مین کھولے - کیونکہ

ملوک کا غصہ بمنزلہ سیلاب کے ہوتا ہی۔ اگر کوئی اوسکا روکنا چاہی یا دوسری طرف مخاطب
کرنا چاہی تو وہ سیل اُسکو بہالیجاسے اور ہلاک کرے۔ اسواسطے ایسے موقع پر ملازم کو
سکوت واجب ہی۔ اور پہر مصلحت وقت پر نظر کرکے جسوقت بادشاہ کا مزاج درست ہو
تو اُسکو حکایات عمدہ کے پیرایہ مین بیان کرے۔ تاکہ شاہ کو اپنے فعل پر خود تنبہ ہو۔ دوم
محنت وریاضت کرنا مکروہات پر صابر رہنا ملازم کا حق ہی۔ جو ملازم آسایش طلب ہوتا ہی
وہ ذلیل وخوار ہوتا ہی۔ سوم جو بات فکر اور غور سے نکالکر عرض کرنا چاہی اوس مین پہلی
مصلحت بادشاہ کو خوب سمجھ لے۔ اور بمقابل امور دنیوی کے آخرت کے کام کو مقدم
سمجھے۔ چہارم جہان تک ہوسکے بادشاہ کے سامنے اسطرح کے حکایات بیان کرے
جس سے اُسکو عدل اور ملایمت کی جانب رغبت ہو۔ اور ظلم وتعدی سے نفرت
تاکہ بروز حساب اس خطاب سے محفوظ رہی۔ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ یعنی
جمع کرو ظالمون کو اور اون کے شریکون کو ؎ یار ستمگار مشو اے عزیز تاکہ از این
زمرہ نباشی تو نیز۔ پنجم بادشاہ کو ہمیشہ خیر پر آمادہ کرے۔ اور وہ خیر جو مثل شعاع
آفتاب کے ہو جو ہر جگہ پہونچتی ہے۔ اور مانند ابر باران کے ہو جو ہر زمین پر برسے
اور عمدہ خیر وہ ہی جو بلا اظہار احسان ہو۔ بلکہ ابر سے انسان کی سخاوت کا درجہ اسطرح
سے بڑہا ہوا ہی کہ ابر رو کے دیتا ہی۔ اور سخی خندہ روئی سے ششم بادشاہ سے
ایسے شخص کی سفارش نہ کرے جس کے حسب ونسب اور اطوار سے بخوبی واقف نہو
ہفتم جس چیز کو سمجھے کہ یہ بادشاہ کی پسند کے قابل ہی۔ اوسکو اپنے پاس نہ رکھے جیسے

گھوڑا اور ہتیا - اور فیل و خدمتگار وغیرہ بلکہ جب ایسی عمدہ چیز اور خوش سلیقہ خدمتگار دستیاب
ہو تو بادشاہ کی نذر کرے - اور بعد اوس کے اگر بادشاہ اپنی جانب سے مرحمت فرمائے تو
مضایقہ نہیں ہشتم بادشاہ کے کلام کو بدل و جان اور بجمیع عقل و حواس و بتوجہ چشم و گوش
سنئے - اور دوسری جانب مائل ہو - کہ باعث غضب شاہی ہے نہم دربار شاہی مین
کسی سے سرگوشی نہ کرے کہ خلاف ادب اور سبب خطرات و گمانات شاہی کا ہے - اور
حاسدون کو موقع غمازی کا ملتا ہے - ؎ سخن پوشیدہ گفتن در محافل نباشد شیوۂ دانا و عاقل
دہم جب تک بادشاہ کچھ دریافت نکرے اپنی جانب سے آغاز سخن نکرے ؎ صراف سخن باش و
سخن بیش مگو تا از تو نپرسند تو از خویش مگو - اور جس سے بادشاہ سوال کرے سوا مسئول کے
دوسرے کو جواب دینا خلاف ادب ہے - اور اگر عام حاضرین دربار سے مخاطب ہو تو جواب دینے مین تاخیر کرے
اور دیکھے اور سنے کہ اور لوگ کیا کہتے ہین ؎ مزن بے تامل بگفتار دم نکو گوی
گر دیر گوئی چہ غم - اس کے بعد اگر کوئی عمدہ جواب مدلل سمجھہ مین آئے تو بیان کرے
یازدہم جس بات کو بادشاہ مخفی کرے اوس کی تفتیش اور تفحص مین کوشش نکرے
کہ سبب غضب شاہی ہے - اور یہ عمدہ ترین تمام آداب شاہی سے ہے - پس اسباب
مین جہان تک احتیاط کی جاوے وہان تک کم ہے - کہتے ہین کہ کسی بادشاہ نے
ایک حکیم سے سیاست کے بارہ مین مشورہ لیا - تو حکیم نے عرض کیا کہ آدمی کے قتل
مین بہی فکر کرنا چاہئے - مگر تین قسم کے آدمیون کا قتل داخل مصلحت ہے - ایک جابر
ظالم کا جو ملک مین خرابی پیدا کرے - دوسرے وہ عامل جو مال شاہی کی چوری
کرے - تیسرا وہ شخص جو راز شاہی کو ظاہر کر دے - ؎ مبر کس راز و ستر سلطان

آشکار ٭ زیر خاک تیرہ پنہان بہتر است ٭ سر نگہداری سرت مانند بجا ٭ زانکہ حفظ سر نگہبان سر است
پس انسان کو چاہیئے کہ اپنے نفس کو اسکا عادی کرے۔ کہ جب احوال بادشاہ پر بہت
لوگ واقف ہون اور زبان زد عام ہو۔ اوسکو بھی اپنی زبان سے نہ بیان کرے۔ اور
جب اس صفت کے ساتھہ جو شخص موصوف ہو جائیگا وہ از خود محرم اسرار شاہی ہو جائیگا
اور امانت دار کہلائیگا۔ دوازدہم پیشگاہ شاہ سے اگر کوئی تحفہ ادنی سے اونی عنایت
ہو تو اوسکو اعلی سے اعلی سمجھکر لے۔ اور شکریہ ادا کرے۔ اور اگر کسی کے ہاتھہ
بھیجا جاسے تو اوسکو اپنی حیثیت کے موافق انعام دے۔ سیزدہم بادشاہ کے حضور مین
شیوہ غیبت اختیار نکرے۔ غیبت سخت بلا ہی۔ اور غیبت کی تعریف اور اوس کی
حکم مین بہت اختلاف ہی۔ امام راغب نے فرمایا غیبت کی تعریف یہ ہی کہ آدمی دوسرے کی
غیبت کرے بغیر ضرورت کے۔ اور امام غزالی نے فرمایا غیبت اوسکو کہتے ہین کہ تو
ذکر کرے اپنے بھائی کا اون امور کے ساتھہ کہ اگر اوسکو معلوم ہوتا تو برا جانتا۔
ابن اثیر نے نہایہ مین فرمایا ہی کہ ذکر کرنا آدمی کا اوس کی غیبت مین برائی کے ساتھہ
اگرچہ وہ برائی اوس مین ہو داخل غیبت ہی۔ امام نووی نے اذکار مین فرمایا ہے کہ
ذکر کرنا آدمی کا اوس امر کے ساتھہ جسکو وہ برا جانتا ہی خواہ وہ برائی اوس کے بدن
مین ہو یا دین مین یا دنیا مین یا اوس کے نفس مین ہو یا اوس کے خلق مین یا اوسکے
خلقت مین ہو یا مال مین یا باپ یا بیٹے یا زوجہ یا خادم مین ہو۔ یا کپڑہ مین ہو یا
چلنے یا بولنے مین ہو۔ اور اسکے سوا جو امور مثل اس کے ہین۔ خواہ لفظ سے ہو

یا اشارہ سے۔ فتح الباری مین ہی وَقَدِ اخْتُلِفَ فِی حَدِّ الْغِیْبَۃِ وَفِی حُکْمِہَا فَاَمَّا حَدُّھَا فَقَالَ الرَّاغِبُ اَنْ یَذْکُرَ الْاِنْسَانُ عَیْبَ غَیْرِہٖ مِنْ غَیْرِ مُحْوِجٍ اِلٰی ذِکْرِ ذٰلِکَ وَقَالَ الْغَزَالِیُّ حَدُّ الْغِیْبَۃِ اَنْ تَذْکُرَ اَخَاکَ بِمَا یَکْرَھُہٗ لَوْ بَلَغَہٗ وَقَالَ ابْنُ الْاَثِیْرِ فِی النِّہَایَۃِ الْغِیْبَۃُ اَنْ تَذْکُرَ الْاِنْسَانَ فِیْ غَیْبَتِہٖ بِسُوْءٍ وَاِنْ کَانَ فِیْہِ وَقَالَ النَّوَوِیُّ فِی الْاَذْکَارِ تَبَعًا لِلْغَزَالِیِّ ذِکْرُ الْمَرْءِ بِمَا یَکْرَھُہٗ سَوَاءٌ کَانَ ذٰلِکَ فِیْ بَدَنِ الشَّخْصِ اَوْ دِیْنِہٖ اَوْ دُنْیَاہُ اَوْ نَفْسِہٖ اَوْ خَلْقِہٖ اَوْ خُلُقِہٖ اَوْ مَالِہٖ اَوْ وَالِدِہٖ اَوْ وَلَدِہٖ اَوْ زَوْجِہٖ اَوْ خَادِمِہٖ اَوْ ثَوْبِہٖ اَوْ حَرَکَتِہٖ اَوْ طَلَاقَتِہٖ اَوْ عُبُوْسَتِہٖ اَوْ غَیْرِ ذٰلِکَ بِمَا یَتَعَلَّقُ بِہٖ سَوَاءٌ ذَکَرْتَہٗ بِاللَّفْظِ اَوْ بِالْاِشَارَۃِ اَوْ بِالرَّمْزِ اور حکم غیبت کا یہ ہے کہ حرام ہی باجماع مسلمین اور گناہ کبیرہ ہی۔ فتح الباری مین ہی وَاَمَّا حُکْمُہَا فَقَالَ النَّوَوِیُّ فِی الْاَذْکَارِ الْغِیْبَۃُ وَالنَّمِیْمَۃُ مُحَرَّمَتَانِ بِاِجْمَاعِ الْمُسْلِمِیْنَ وَنَقَلَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ الْقُرْطُبِیُّ فِیْ تَفْسِیْرِہِ الْاِجْمَاعَ عَلٰی اَنَّہَا مِنَ الْکَبَائِرِ یعنے ابو عبد اللہ قرطبی نے اپنی تفسیر مین اجماع نقل کیا ہی غیبت کی کبیرہ ہونے پر۔ اور بہت سے احادیث مین وعید شدید غیبت کرنے والون کے واسطے وارد ہی۔ نفس الامر یہ ہی کہ غیبت بہت بری شی ہی اس سے کوئی بچتا نہین الا ماشاء اللہ یعنی وہ جسے خدا چاہی۔ علاج اس کا یہ ہی کہ انسان اوس غیبت سے توبہ کرے۔ اور جس کے غیبت کی ہی اوس سے معافی طلب کرے۔ تاکہ خدا اور اوس بندہ خدا کے مظلمہ سے پاک ہو۔ اور اگر وہ شخص فوت ہو گیا ہو جس کی غیبت کی تو اوس کے واسطے دعای مغفرت بدرگاہ رب العزت کرے۔ و

اوس کے نام پر کچھ خیرات غربا اور مساکین کو دے۔ چہاردہم محبت اور عنایت
سلطانی پر نازان و مغرور نہو۔ کیونکہ تلون طبع بادشاہ مشہور ہے۔ اور بعض حکما نے اپنے
نصائح مین بیان کیا ہی کہ اگر بادشاہ بو فور شفقت و قدر افزائی کسی اپنے مقرب بارگاہ کو
بھائی کہے تو اُسکو خداوند نعمت ہی کہنا چاہیئے۔ اور ادب شاہی کو ہاتھہ سے ندے۔
ع شاہ گر لطف بعید در اند ٭ بندہ باید کہ قدر خود داند۔ پانزدہم حاجات عرض کرنیکے لئی
ہمیشہ موقع کا منتظر رہے۔ ع حرامش بود نعمت پادشاہ ٭ کہ ہنگام فرصت ندارد نگاہ۔
شانزدہم بادشاہ کے جو مقرب قدیم ہون اون پر سبقت لیجانے کا قصد نہ کرے کہ سوا ے
سفاہت اور بیخردی اور خفت کی کوئی نتیجہ نہین۔ ملکہ اون کے ساتھہ محبت اور اختلاط
بڑہانا سبب ترقی مدارج ہوتا ہی۔ اور اپنی ذات کیواسطے یہ حفظ آداب ورکار ہی کہ جو
چیز جہان سے لینے کے لایق نہین اوسکو نہ لے۔ اور جہان دینے کے قابل نہین وہان
نہ دے۔ تاکہ دنیا مین بدنام اور آخرت مین ناکام نہو۔ اور جہان تک ہوسکے لوگون کو
برائی سے بچانے اور علی العموم نیکی پہونچائے۔ اور اپنے نفس نفیس کو بطمع مال و منال دنیا کہ
گزشتنی و گزاشتنی ہی خوار و ذلیل نہ کرے۔ اور اپنی خواہش نفسانی کے پورا کرنیکی غرض سے
رضای حق سبحانہ تعالی کو برباد نہ کرے۔ اور محافظت نفس کی ہر حال مین مرعی رکھے
کہ اس سے بہتر کوئی کمائی دنیا مین نہین ہی۔ حدیث مین آیا ہی مَا قَلَّ وَکَفٰی خَیْرٌ مِّمَّا
کَثُرَ وَاَلْهٰی۔ یعنے جو تھوڑی چیز ہو اور کفایت کرے وہ بہتر ہی۔ اوس افراط سے جو
غفلت مین ڈالے۔ اور چلنے مین جلدی نہ کرے۔ کہ علامت سبکی ہی۔ لہذا انبیا

آہستہ چلے جس سے بیمار معلوم ہو۔ یا مغرور۔ غرضکہ چلنے پہرنے مین بھی اعتدال کو ترک نہ کرے
اور زیادہ چپ و راس باز و پس نہ دیکھے کہ علامت حمق کی ہی۔ اور نہ سرنگون ہو کر
چلے کہ عادت اہل حزن کی ہی۔ اور سوار ہونے مین بھی اعتدال کو نگاہ رکھے۔ اور پاؤن
پھیلا کر نہ بیٹھے۔ اور ایک پاؤن کو دوسرے پاؤن پر نہ رکھے۔ اور باپ اور پادشاہ
اور استاد کی خدمت مین دوزانو ادب کے ساتھہ بیٹھے۔ اور گردن ٹیڑھی نہ کرے کہ
ایسے حرکات بے ادبی مین داخل ہین۔ اور اون کے سامنے انگلیان نہ چٹخائے
اور جمائی اور انگڑائی نہ لے۔ اور تھوک قبلہ کی طرف نہ تھوکے۔ اور ناک دہنے ہاتہہ سے
پاک نہ کرے۔ اور جس مجلس مین جائے۔ اوسط کے درجہ مین بیٹھے۔ اور اگر خود بانی
مجلس ہو تو جہان چاہے وہان بیٹھے۔ بقول ع صدر ہر جا کہ نشیند صدر است۔ اور جو
پہلے آوے کہین جگہہ خالی پاوے جہان تک پہنچا جائے۔ حتی کہ صف نعال مین بھی۔ امام بخاری نے
ایک باب اسی مین لکھا ہی۔ بَابُ مَنْ قَعَدَ حَيْثُ يَنْتَهِي بِهِ الْمَجْلِسُ یعنے بیٹھ جاے
مجلس کے اخیر مین بھی۔ اور اغیار مین سوای ہاتہہ اور موہنہ کے دوسرے اعضا کو
نہ کھولے۔ اور زانو سے ناف تک کسی حال مین برہنہ نہ ہو۔ الا پائخانہ اور غسل خانہ
مین۔ اور سلام تمام اہل اسلام سے بلا لحاظ شناسا اور غیر شناسا کے کرے۔ فرمایا
رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تقرءُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ
رواہ البخاری۔ یعنی اسلام کی صفتون مین سے یہ ہی کہ تو سلام کرے اوس شخص پر
جسکو پہچانتا ہی۔ اور اوسپر جسکو تو نہین پہچانتا۔ اور حضرت عمار نے فرمایا کہ تین چیزونکو

جس نے اپنے مین جمع کرلیا اوس نے ایمان کو پالیا۔ اور بخاری نے فرمایا ہی کہ ہر کہ ومہ کو سلام کرنا پایا ہے وَقَالَ عَمَّارٌ ثَلٰثٌ مَنْ جَمَعَهُنَّ فَقَدْ جَمَعَ الْإِيْمَانَ اَلْاِنْصَافُ مِنْ نَفْسِكَ وَبَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ وَالْاِنْفَاقُ مِنَ الْاِقْتَارِ یعنی عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی جسنے تین چیزون کو جمع کرلیا اوس نے ایمان کو کامل کرلیا۔ یعنی آدمی انصاف کو نگاہ رکھے اور ہر کہ ومہ پر سلام کرے۔ اور محتاجی مین اللہ کی راہ مین خرچ کرے۔ اور سلام ان لفظون مین ادا کرے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ یعنے سلامتی ہو تم پر۔ اور یہ بھی معنے ہین کہ اللہ تعالے کا نام سلام ہی وہ تیرے حال سے خبردار ہی۔ اور یہ بھی معنے ہین کہ تو مجھسے سلامتی مین ہے ابن دقیق العید شرح امام مین فرماتے ہین کہ لفظ سلام اطلاق کیا جاتا ہی متعدد معنون مین اسکے معنی سلامتی اور تحیۃ کے ہین۔ اور اللہ تعالی کا نام بھی ہی۔ وقال ابن الدقیق العید فِي شَرْحِ الْاِمَامِ اَلسَّلَامُ يُطْلَقُ بِاِزَاءِ مَعَانٍ مِنْهَا السَّلَامَةُ وَمِنْهَا التَّحِيَّةُ وَمِنْهَا اِسْمٌ مِنْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى كَذَا فِي اللُّغَةِ۔ امام بخاری نے اسکا ایک باب قرار دیا ہی۔ بَابُ اَلسَّلَامُ اِسْمٌ مِنْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى یعنے سلام ایک نام اللہ کے نامون سے ہی۔ قرآن مجید مین بھی مذکور ہی اَلسَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ اور ابتدا سلام کی سنت ہی۔ اور جواب دینا واجب۔ اور السلام علیک بضمیر واحد اور السلام علیکم بضمیر جمع بھی کہنا درست ہی۔ گو شخص واحد ہو۔ اور جواب دینے مین بھی ضمیر جمع کا لحاظ رکھے۔ اور اگر ابتدا ضمیر جمع سے ہوی ہی تو وعلیکم السلام کہے۔ اور چاہی تو رحمۃ اللہ وبرکاتہ دونون لفظون کو بڑہا دے سے مستحب ہی۔ اور جواب مین علیکم بغیر واو کے کہنا

جائز نہین - امام نووی نے کہا ہی کہ ہمارے اصحاب نی اتفاق کیا ہی کہ اگر مجیب بغیر واوکے
کہے توہین کافی ہوگا جواب فَقَالَ النَّوَوِيُّ اِتَّفَقَ اَصْحَابُنَا اِنَّ الْمُجِيْبَ لَوْقَالَ عَلَيْكَ بِغَيْرِ
وَاوٍ لَمْ يُجْزِئْ كَذَا فِي الْفَتْحِ - اوراہل کتاب یعنی یہودی ونصاری کے سلام کے جواب مین
یون کہنا چاہئے یعنی علیك یا وعلیك جیسا کہ صحیح بخاری اور اوس کی شرح مین مروی
ہی - اور جو سلام پیام ولکہہ آوے اُسکو یون جواب دیاجاوے یعنی وعلیك وعلیہ السلام
چنانچہ بخاری مین اسطرحسے ہی - اور ترتیب سلام کی یہ ہی کہ سوار سبقت کرے پیدل پر اور
چلنے والا بیٹھے پر - اور قلیل لوگ کثیر پر - اور خورد بزرگ پر - اور جب کسی مجلس مین داخل ہو
پہلے سلام علیک کرے - اور جب اُٹھے تب بہی سلام علیک کرے - امام بخاری نے
ہرایک کا ایک ایک باب قرار دیکر احادیث کو نقل کیا ہی باب تَسْلِيْمُ الرَّاكِبِ عَلَى
الْمَاشِيْ یعنے سلام کرنا سوار کا پیدل پر - باب تسلیم الماشی علی القاعد یعنے چلنے والے
بیٹھے پر باب تَسْلِيْمُ الْقَلِيْلِ عَلَى الْكَثِيْرِ یعنے کم لوگ بہت لوگون پر سلام کرین -
باب تَسْلِيْمُ الصَّغِيْرِ عَلَى الْكَبِيْرِ یعنی خورد سلام کرے بزرگ پر - اور فرمایا رسول خدا نے
اِذَا قَعَدَ اَحَدُكُمْ فَلْيُسَلِّمْ وَاِذَا قَامَ فَلْيُسَلِّمْ اَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ یعنی جسوقت بیٹھے ایک
تمہارا پس چاہئے کہ سلام کرے اور جب اوٹھے سلام کرے - نقل کیا اسکو نسائی نے اور
جب چھینک آئے تب اپنی موںہہ اور ناک پر رومال رکھہ لے - تاکہ ریزش رومال مین
جذب ہوجاوے - اور آواز چھینک کی بلند نہ ہو - اور چھینکنے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے یعنے
تعریف ہے اللہ کے لئے اور سامع کہے یَرْحَمُكَ اللّٰهُ یعنے رحمت کرے اللہ تجہہ پر اور کہنا

سامع پر واجب ہی۔ اور اگر چھینکنے والا یہود و نصاریٰ ہو تو اُسکی چھینک کے جواب مین کہے یَہۡدِیۡکُمُ اللّٰہُ
یعنی ہدایت کرے تمکو اللہ۔ اور کھانا کھانے کے وقت پہلے ہاتہہ دہوئے۔ اور ناک کو
صاف کرے۔ اور ابتدای طعام مین بسم اللہ کہی خواہ پوری بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کہی
یہ مسنون ہی۔ کیونکہ حدیث مین اسیقدر ہی اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمۡ طَعَامًا فَلۡیَقُلۡ بِسۡمِ اللّٰہِ فَاِنۡ
نَسِیَ فِیۡ اَوَّلِہٖ فَلۡیَقُلۡ بِسۡمِ اللّٰہِ فِیۡ اَوَّلِہٖ وَاٰخِرِہٖ یعنے جسوقت کہ کہاوے ایک تم مین کا
کہانا پس چاہئے کہ بسم اللہ کہی۔ اور اگر بہول جاے اول مین تو چاہئے کہ کہے بسم اللہ
فی اولہ وآخرہ۔ اور زور سی کہی تاکہ دوسرے کو بھی یاد آجاوے۔ اور سیدہی ہاتہہ کی تین
انگلیون سے کھائے۔ اور بڑا لقمہ نہ اُٹھائے اور کہانے مین بار بار انگلیان نہ چاٹے مگر
بعد فراغ چاٹنا مسنون ہی۔ اور دسترخوان پر جتنے اقسام طعام کے ہون علی الترتیب تھوڑا
تھوڑا سب مین سے کہائے۔ اور عمدہ قسم پر زیادہ رغبت نہ کرے۔ اور فرمایا حق تعالیٰ نے
کُلُوۡا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعۡمَلُوۡا صَالِحًا یعنے کہاؤ تم پاکیزہ چیزین اور کام کرو تم اچھا۔ اس سے
معلوم ہوا کہ کھانا بھی علم اور عمل کو قوت دیتا ہی۔ اور کھانا دسترخوان پر چاہئے۔ نہ خوان
اور سینی پر۔ کیونکہ حضرت نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی ہی عادت تھی۔ اور ہمیشہ
تقلیل غذا پر نیت رکھے۔ اور حضور نے یہ بھی فرمایا ہی کہ پاے رہت کو اُٹھا کر اور پای
چپ پر سیدہا بیٹہہ کر کھائے۔ اور ایک ثلث پیٹ غذا کے واسطے ہی۔ اور ایک ثلث
پانی کے واسطے۔ اور ایک ثلث سانس لینے کے لئے۔ اور جب تک اچھی طرح بہوکا
نہ ہو کچہ نہ کھائے جو اسپر عمل کرے گا وہ کبھی طبیب کا محتاج نہ ہوگا۔ اور ماحضر پر قناعت

کرے - اور نمکین ہی سے آغاز اور نمکین ہی پر ختم کرے - اور کھانے مین ذکر خدا و رسول
اور اہل اللہ کا کرنا باعث خیر و برکت ہے - اور حدیث مین آیا ہے کہ تین وقت کی کھانے کا
حساب بندہ سے اللہ نہ لیگا - ایک سحر کے وقت کہانیکا - دوسرے افطار صوم کا تیسرے
جو دوستون کے ساتھ کہائے - اور دعوت مین تکلف نہ کرے جو حاضر ہو دوستون کے
سامنے رکھدے - کیونکہ تکلف باعث ہوتا ہے دیر خیر اور تکلیف کا - ؎ تکلیف تکلف مین
سراسر ہے انیس ‌‌وہ اچھے ہین وہی جو کہ تکلف نہین کرتے - کیونکہ مقصود دعوت
یہ ہے کہ مسلمانون کو راحت پہونچے - اور اوس مین کوئی فعل خلاف سنت نہ ہو - اور
غربا کی دعوت قبول کرنے مین حیلہ و انکار نہ کرے - نقل ہے کہ ایک روز امام ہمام
حضرت حسن علیہ السلام ایک موقع پر پہونچے دیکھا کہ چند شخص زمین پر بیٹھے ہین
حضرت نے سلام مین سبقت کی - اون لوگون نے بعد جواب کے عرض کیا کہ یا امیر المومنین
فقیرون کا کھانا تیار ہے آپ نے فرمایا اچھا - اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُتَکَبِّرِیْنَ یعنے تحقیق
اللہ نہین دوست رکھتا مغرورون کو - اور گھوڑے سے اوترے اور اون کے ساتھ
زمین پر بیٹھے اور کھانا کھایا - اور جو ہم کاسہ ہو اوس کے لقمہ کو نہ دیکھے - اور اگر
مہمان ہو تو مہمان دار سے پہلے فارغ ہوجاے - اگرچہ گرسنگی باقی ہو - اور اگر خود
مہمان دار ہو تو تاخیر کرے - تاکہ کوئی مہمان بہوکا نہ رہ جاے - اور پانی آہستہ
پینا چاہئے - تاکہ آواز دہن یا حلق سے نہ نکلے - اور بعد کہانے کی انگلیون کو بیچ ناخن کی
خوب صاف کرے - اور نیز لب و دہن کو - اور یہ دعا پڑہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ

اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ یعنے تعریف ہی اللہ کو کہ جس نے ہمکو کہانا کہلایا اور
پانی پلایا اور ہمکو یہ کیا مسلمانون مین - اور جب دوسرے کے دسترخوان پر کھاے تو
بعد فراغ یہ دعا پڑہے اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَھُمْ فِیْمَا رَزَقْتَھُمْ فَاغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ یعنی اللہ برکت
دے اون کے لیئے اوس چیزمین کہ روزی دی تونے اون کو اور مہربانی کر اون پر -
خواہ یون کہے اَللّٰھُمَّ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ یعنی اے اللہ کھلا میوے بہشت کے
اُسکو جس نے مجھکو کھلایا اور اوسکو جس نے پلایا پانی اوسکو پانی پلا حوض کوثر کا - اور
شراب طہور پلا اوسکو - یا اس سے مراد ہی دنیا کا کھانا پانی کہ وہ شخص محتاج نہ ہو - اور اگر
دونون مراد ین لی جائین تو اور بہتر ہے - اسیطرح حق ولی نعمت نگاہ رکھنا فرض اور
داخل ادب ہے - کیونکہ کفران نعمت سے نتیجہ ناقص پیدا ہوتا ہے - اور کافر نعمت کبھی
مراد کو نہین پہونچتا - اور آیندہ اعتبار نہین رہتا - ؎ حق نعمت نگاہ باید داشت *
حرمت بادشاہ باید داشت - نیک مرد کی علامت شناخت یہ ہی کہ اگر ولی نعمت سے
کوئی ایسا فعل بکروہ ظہور مین آسے جو خلاف طبیعت ہو - یا کسی قسم کی مضرت پہونچے تو
اُس کی اُس نعمت اور احسان کو فراموش نہ کرے جس سے پہلے فایدہ اُٹھایا -
اور متمتع ہوا - بلکہ ہمیشہ اور ہر حال مین اُسکا شکر گزار رہے - کیونکہ شکر ایسی عمدہ شئی
ہی جس کے نسبت حقتعالی فرماتا ہی لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ یعنے اگر شکر کروگے
زیادہ دونگا مین تمکو - پس شکر گزاری باعث زیادتی نعمت ہے - اور انسان کے
احسانات کی شکر گزاری مقدم تر ہی کیونکہ مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ

یعنی جس نے نہ ادا کیا شکر انسان کا وہ شکر نہ ادا کریگا اللہ کا - اسی آداب کا مصدق ہے
اور اللہ کی نعمتون پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہنا چاہیئے یعنی سب تعریف خدا کو
ہی - جو رب ہی سارے عالم کا - یہ شکرگزاری زبان سے ہوی جو منجملہ جوارح کے ہی - اور
اصلی شکرگزاری یہ ہی کہ ہر نعمت مین مخلوق کا حصہ ہی - اوسکو علی قدر مرتبہ تقسیم کرے
چون کہ حکومت سی عمدہ کوئی دولت نہین - اور اگر حکمرانی مین آداب عدالت ہون تو
حق تعالی کی خلافت ہی - اور نہین تو شیطان کی نیابت ہی - اور علم وعمل فرمانروائی کی
اصل ہی - حاکم کو چاہیئے کہ لذات دنیوی کو فانی سمجھے - اور عدالت و آداب کو نہ چھوڑے
اور لذائذ جاودانی کی پیروی کرے - اور جوہر بے بہا کو ادنی چیز سے نہ بدلے - کیونکہ
رعایا پر مہربانی نہ کرنا اور بندگان خدا کو آسایش نہ دینا آداب خداے عزوجل کے
خلافت کے خلاف ہی - جو حاکم حق حکومت بآئین بہین ادا کرتا ہی وہ سعید کھلاتا ہے
اور نیکنامے ابدی پاتا ہی - حاکم کو داد دہی مظلومان اور خبرگیری بیکسان سے ایک
لحظہ کے واسطے غافل نہ ہونا چاہیئے - اور حاکم کو واجب ہی کہ کسی مجرم کو حد معین سے
زیادہ سزا نہ دے - اور نہ اوس مین کمی کرے - ورنہ حقتعالی اوس سے ناخوش
ہوگا - اور حاکم کہیگا کہ تمہارا غصہ میرے غصہ سے اور تمہارا رحم میرے رحم سے زیادہ
نہ تھا - پہر تم نے سزا مین کمی وبیشی کیون کی - اسواسطے حاکم کو ضرور ہی کہ ہمیشہ علما سے
صحبت رکھے تا کہ وہ اوسی عدل وانصاف اور آداب کے طریق بتائین - اور اونکی
نصیحت کو دل سے سنا کرے - اور عدل کمال عقل اور آداب سے پیدا ہوتا

اور حکما کا قول ہی کہ آداب سے عمدہ کوئی سرمایہ انسان کے واسطے نہین - اس کے مقابلہ مین دولت اور مال سب ہیچ ہی کیونکہ دولت کو پایداری نہین - اور آداب مکارم خلاق سے ہی جسکو تغیر اور فنا نہین -

انواع و اقسام عدلت

صدق وفا صلۂ رحم شفقت مکافات توکل

صدق

راستی کو کہتے ہین جو خلاف کذب کے ہی - اور بالکسر ہی - امام راغب نے فرمایا ہی صدق وکذب قول مین ہوتا ہی خواہ وہ ماضی ہو یا مستقبل - اور یہ دونو خبر مین واقع ہوتے ہین - اور کبھی استفہام اور طلب مین بھی - اور صدق نام ہی مطابق ہونا قول کا دل اور مخبر عنہ سے - پس اگر ان دونون مین سے ایک بھی نہ پایا جاوے تو صدق کا اطلاق نہ ہوگا - مثلاً منافق کا کہنا کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول خدا ہین اگرچہ یہ قول سچا ہی اور مطابق ہی مخبر عنہ کے مگر دل کے موافق نہین - پس منافق کو کاذب کہین گے - قال الراغب اَلصِّدْقُ وَالْكِذْبُ فِي الْقَوْلِ مَاضِيًا كَانَ اَوْ مُسْتَقْبَلًا وَعْدًا كَانَ اَوْ غَيْرَهٗ وَلَا يَكُوْنَانِ بِالْقَصْدِ الْاَوَّلِ اِلَّا فِي الْخَبَرِ وَقَدْ يَكُوْنَانِ فِي غَيْرِهٖ كَالْاِسْتِفْهَامِ وَالطَّلَبِ وَالصِّدْقُ مُطَابَقَةُ الْقَوْلِ الضَّمِيْرَ وَالْمُخْبَرَ عَنْهُ فَاِنِ انْخَرَمَ شَرْطٌ لَمْ يَكُنْ صِدْقًا بَلْ اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ كِذْبًا اَوْ مُتَرَدِّدًا بَيْنَهُمَا عَلٰى اِعْتِبَارَيْنِ كَقَوْلِ الْمُنَافِقِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ يَصِحُّ اَنْ يُّقَالَ صِدْقٌ يَكُوْنُ

الخبر عنه کذلك و یصح ان یقال کذب المخالفۃ قوله لضمیرہ اور صدیق اسکو کہتے ہین جس مین صدق بہت پایا جاے والصدیق من کثر منه الصدق اور کہین صدق و کذب کا استعمال اون امور مین پایا جاتا ہی جو اعتقاد مین حق ہون اور حاصل ہوجائین جسطرح کہتے ہین سچا ہی میرا گمان یا سچا ہی فلان شخص قتال مین ۔ اور اسی معنے کو خدا تعالی نے فرمایا ہی قد صدقت الرؤیا یعنے سچا کر دیا تو نے اپنے خواب کو وقد یستعمل الصدق والکذب فی کل ما یحق فی الاعتقاد و یحصل نحو صدق ظنی و فی الفعل نحو صدق فی القتال و منه قد صدقت الرؤیا ۔ اور صدق بالضم راست کہنا جس سے مراد دوست صادق ہی ۔ اور علامت صدق یہ ہی کہ اللہ تعالی کو وحدہ لاشریک سمجھے ۔ اور اوسکو بحکم لم یلد ولم یولد یعنے نہین پیدا ہوا اوس سے کوئی اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا دوئی سے پاک جانے اور اوس کی وحدنیت پر یقین رکھے ۔ اور ایماندار صدیق کو کہتے ہین ۔ اور صادق کی شناخت جناب رسالت پناہی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتائی ہی لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه یعنے ایماندار نہین ہوتا تم مین سے تا وقتیکہ نہ چاہی واسطے برادر مومن کے جو چاہتا ہی اپنے واسطے ۔ غرضکہ صدق کا برتاؤ ذات خاص اور عام مین برابر ہونا چاہئے ۔ کیونکہ راستبازی اور راستکاری سے انسان کو رستگاری ہوتی ہی ۔ ؎ راستی موجب رضای خداست ✱ کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست ۔ اور صدق سے یہ مراد ہی کہ انسان معاملہ مین

سچا ہو۔ مکر و فریب کا لگاؤ نہ ہو۔ ہر امر مین صداقت اور عدالت کی عادت ہو۔ جو شخص صدق کی سلاح سے مسلح ہو جاتا ہی وہ سوای اللہ جل شانہ کے کسی سے نہین ڈرتا۔ کسی کے حملہ اور دھمکی کو خیال مین نہین لاتا۔ صدق کی ضد کذب ہی۔ اور کذب منافق کی علامت ہی۔ اور منافق کو خیانت لازم ہی۔ فرمایا رسول خدا نے إِذَا حَدَّثَ كَذِبَ وَإِذَا أُتُمِنَ خَانَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ پس صدیق کو جو خیانت سے نفع پہونچے اُسکو تمام عمر کے واسطے باعث رنج اور بعد موت سبب ندامت و انفعال ہوتا ہی۔ صداقت کے مقابلہ مین اندک تامل کو بھی خیانت سمجھے۔ کیون کہ صداقت بغیر مذہب کے نہین۔ اور مذہب بغیر صداقت کے نہین پس صدق مین یہان تک احتیاط چاہیئے کہ موقع جنگ وجدل مین جو گفتگو مخالف سے کی جاے اُسمین بھی جھوٹ اور فریب کی آمیزش نہ ہو۔ اور عہد و پیمان کو توڑ دینا یا قصداً ایسا عہد باندھنا جسکا ایفا منظور نہ ہو خلاف صدق ہی۔ گو خداع جنگ مین جائز ہی۔ مگر اُس خدع اور عہد و پیمان سے فرق ہی۔ کیون کہ وہ عین حربہ آوری مین جائز ہی۔ اور دہوکا دینا یا عہد شکنی کرنا خلاف وقار شاہی اور راستی کے ہی۔ اور ضد ہی شرافت کی اور کمین گاہ مین بیٹھنا اور حملہ کرنا یا دشمن پر شبخون مارنا روا ہی۔

وفا

طریق مواسات یعنی غمخواری ہم جنسون سے قطع نظر نہ کرنا۔ وعدہ کو وقت پر پورا کرنا اسکو وفا کہتے ہین۔ اور ایفای وعدہ جوانمردی اور بندگی کی شان ہی۔ آرائش روحی کا بھی عمدہ سامان ہی۔ اللہ تعالی نے اپنے بندون پر وفاے عہد کو فرض کیا ہی

بحکم یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ - یعنی اسے مومنو پورا کرو بندھی ہوی عہدونکو
اور دوسری جگہہ فرماتا ہی اَوْفُوْا بِعَهْدِیْ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ یعنے پورے کرو میرے عہد
پورے کرونگا مین تمہارے عہد - پس جس چیز کو اللہ جلشانہ پسند فرماتا ہی وہ انسان کو
زیادہ تر پسندیدہ ہوتی ہی - اور احادیث مین بھی نقض عہد کے نسبت سخت وعید ہے
ہرقل پادشاہ روم نے بھی جسوقت رسول خدا کا فرمان دعوت اسلام پڑہا - اہل عرب سے
جو اوسوقت وہان موجود تھے - رسول خدا کی نسبت جو سوالات کیئے اون مین ایک یہ
بھی سوال تھا کہ فَهَلْ یَغْدِرُ یعنے عہد کرکے وہ توڑتے ہین یا نہین - اہل عرب نے
جواب دیا لا یعنے عہد نہین توڑتے - اس سے معلوم ہوا کہ رسالت کی علامت سی ہے
عہد پورا کرنا - اور جو شخص نقض عہد کرتا ہی مبتلاے آفات ہوتا ہی - اور جو وفای عہد کو
مقدم سمجھتا ہی - وہ عزیز خلق ہوجاتا ہی - عہد ہی باعث اعتبار ہمدگر ہی - اور اسی پر سارے
انتظامات دنیوی کا مدار ہی - اگر یہ ایک چیز اپنی پایہ سے گزر جای تو تمام نظم و نسق عالم
ایک چشم زدن مین درہم برہم ہوجاے - ہرآئینہ ایفای وعدہ فرض ہی - اور عہدشکنی
خلاف حکم خدا و رسول ہی جس سے ہر حال مین پرہیز اور گریز ضرور ہی -

صلۂ رحم

صلۂ رحم سے مراد ہی بخشش اور محبت کرنا اہل قرابت سے - اور رحم بفتح ر و کسرۂ
حاے حطی اطلاق کیا جاتا ہی اون اقارب پر جن کے ساتھہ نسبی شرکت ہو - خواہ وہ
وارث ہوسکین یا نہ ہوسکین - ذوی محرم ہوں یا نہ ہون - اور بعض نے کہا ہی رحم سے

مراد محارم ہین مگر قول اول کو ترجیح ہی۔ اسوجہ سے کہ اگر محارم مراد لیے جائین تو اولاد
اعمام واخوال کی نکل جاے گی۔ ذوی ارحام سے یہ ذوی الارحام مین داخل ہین۔
حافظ ابن حجر بخاری کی شرح مین فرماتے ہین بَابُ وَصْلِ صِلَةِ الرَّحِمِ بِفَتْحِ الرَّاءِ وَ
كَسْرِ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ يُطْلَقُ عَلَى الْأَقَارِبِ وَهُمْ مِنْ بَيْنِهِ وَبَيْنَ الْآخَرِ نَسَبٌ سَوَاءٌ كَانَ
يَرِثُهُ أَمْ لَا سَوَاءٌ كَانَ ذَا مَحْرَمٍ أَمْ لَا وَقِيلَ هُمُ الْمَحَارِمُ فَقَطْ وَالْأَوَّلُ هُوَ الْمُرَجَّحُ
لِأَنَّ الثَّانِيَ يَسْتَلْزِمُ خُرُوجَ أَوْلَادِ الْأَعْمَامِ وَأَوْلَادِ الْأَخْوَالِ مِنْ ذَوِي الْأَرْحَامِ
وَلَيْسَ كَذَلِكَ۔ پس جو اس کی پابندی کرتا ہی حقتعالی اوس کی عمر و دولت مین
برکت دیتا ہی۔ اور عزت کو بڑہاتا ہی۔ اور اوسپر رحمت نازل کرتا ہی۔ اور طریق عمل یہ
ہی کہ جو اہل رحم موجود ہین۔ اون کے حقوق ادا کرے یعنی محتاجون کے ساتھہ عطا
و شفقت سے پیش آئے۔ اور جو محتاج نہین اون کی مدارا اور ثنا کرے۔ اور جو
غیر حاضر ہین اون کے حق مین دعای خیر کرے۔ اور اچھے لفظون مین نیکی کے ساتھ
یاد کرے۔ علامہ ابن ابی حمزہ نے فرمایا ہی کہ صلۂ رحم کے ادا ہونے کی یہ صورت
ہی کہ اہل قرابت کو مال عطا کرے۔ حاجت مین اُن کی مدد کرے۔ ضرر کو اون سی
دفع کرے۔ اون کے واسطے دعا کرے۔ اور کلیہ یہ ہی کہ اپنی طاقت کے موافق
اون کے ساتھ بہتری سے پیش آوے۔ اور بُرائی کو اون سے دفع کرے۔
قَالَ ابْنُ أَبِي جَمْرَةَ تَكُونُ صِلَةُ الرَّحِمِ بِالْمَالِ وَبِالْعَوْنِ عَلَى الْحَاجَةِ وَبِدَفْعِ الضَّرَرِ
وَبِطَلَاقَةِ الْوَجْهِ وَبِالدُّعَاءِ وَالْمَعْنَى الْجَامِعُ إِيصَالُ مَا أَمْكَنَ مِنَ الْخَيْرِ وَدَفْعُ

مَا اَمْكَنَ مِنَ الشَّرِّ بِحَسْبِ الطَّاقَةِ كَذَا فِي الْفَتْحِ - لیکن علامہ موصوف فرماتے ہین کہ یہ
قاعدہ اون اہل رحم کے ساتھہ جاری ہوگا جو اہل دین ہین - اور اگر وہ کفار ہین یا
فجار تو اون سے قطع کرنا اللہ کے واسطے بھی اون کا صلہ ہے - بشرطیکہ اون کی اصلاح کرنے
کی کوشش کرے - پہر بھی اگر وہ اصرار اپنے کفر یا فسق پر کرین تو اون کو متنبہ کر دے کہ تم سے
جو قطع کیا گیا وہ بوجہ تمہارے حق سے الگ ہو جانیکے کیا گیا ہے - مگر تاہم صلہ اون کا دعا سے
منقطع نہ ہوگا - دعا اون کے واسطے حق پر آجانے کی لئے ضروری ہے - وَهٰذَا اِنَّمَا
يَسْتَمِرُّ اِذَا كَانَ اَهْلُ الرَّحِمِ اَهْلَ اِسْتِقَامَةٍ فَاِنْ كَانُوْا كُفَّارًا اَوْ فُجَّارًا فَمُقَاطَعَتُهُمْ
فِي اللّٰهِ هِيَ صِلَتُهُمْ بِشَرْطِ بَذْلِ الْجُهْدِ فِيْ وَعْظِهِمْ ثُمَّ اِعْلَامِهِمْ اِذَا اَصَرُّوْا اَنَّ ذٰلِكَ
بِسَبَبِ تَخَلُّفِهِمْ عَنِ الْحَقِّ وَلَا يَسْقُطُ مَعَ ذٰلِكَ صِلَتُهُمْ بِالدُّعَاءِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ اَنْ
يَعُوْدُوْا اِلَى الطَّرِيْقِ الْمُثْلٰى اِنْتَهٰى اور فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ وَصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ
یعنی ناتا عرش سے لٹکا ہوا ہے جو ناتا ملاوے اللہ اسکو اپنے سے ملائیگا - اور جو رشتہ
کاٹے اللہ اوسکو اپنے سے کاٹیگا - اور دوسری جگہہ فرمایا لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ
یعنی نہین جائیگا جنت مین وہ جو توڑیگا رشتہ کو - اور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک
شخص نے پیشگاہ حضرت رسالت پناہ مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین اپنے رشتہ
دارون سے احسان کرتا ہون اور وہ میرے ساتھہ برائی کرتے ہین - اُن سے مین
رشتہ لگاتا ہون وہ توڑتے ہین مین بردباری کرتا ہون - وہ جہالت کرتے ہین

آپ نے فرمایا کہ اگر تو اون کے ساتھہ اسطرح پر پیش آتا ہی تو اون کے موںھہ پر گویا جلتی راکھہ ڈالتا ہی۔ اور تیرے ساتھہ خدا کی طرف سی ایک فرشتہ رہیگا جو تجھکو اون پر غالب رکھیگا اس حدیث سے بڑی فضیلت صلۂ رحم کی ثابت ہوی۔ کہ فرشتے اوسکی مدد کو ساتھہ رہتی ہین اور صلۂ رحم مین مقدم والدین ہین۔ کیونکہ والدین سے بہتر کوئی نعمت مولود کے واسطے نہین۔ یہ ظاہر ہی کہ پدر سبب وجود صوری کا ہی۔ اور سن بلوغ و شعور تک باعث اوس کے بقا اور نشو و نما کا ہی کہ وہی سارے اسباب قوت مولود مہیا کرنے اور تعلیم دینے اُسکی پرورش کرنے مین خود مشقت اُٹھاتا ہی۔ اور اوسکو ہر طرح کا آرام دیتا ہی۔ اور خود تکلیف اوٹھاتا ہی۔ انسان کو چاہیئے کہ بعد اداے حق نعمت الٰہی جسقدر خدمت والدین کی ہو سکے بجا لائے۔ کہ اون کی رضامندی عین خوشنودی خداے عز و جل ہی جس کی نسبت ارشاد ہی رَضِیَ عَنْہُ وَالِدَاہُ فَاَنَا عَنْہُ رَاضٍ۔ یعنے جس سے راضی ہون ماں باپ تو مین اُس سے خوش ہون۔ اور حدیث ہی کہ اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ یعنے جنت ہی نیچے قدمون ماں کے۔ ابوہریرہ کہتے ہین کہ ایک شخص نے ایک روز جناب رسالت مآب کے حضور مین عرض کیا کہ میرے اوپر کس کا حق زیادہ ہی۔ آپ نے فرمایا کہ تیری ماں کا۔ اوس نے پھر یہی عرض کیا اور آپ نے تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا اور چوتھی مرتبہ فرمایا تیرے باپ کا اور اکثر علما نے اتفاق کیا ہی کہ نیکی کرنے مین ماں باپ پر مقدم ہی۔ اور نووی نے کہا کہ سلوک کرنے مین قرابتدارون کی ترتیب یہ ہی پہلے ماں پھر باپ پھر اولاد پھر دادا پھر نانا دادی نانی پھر بھائی بہن پھر اور محرم

جیسے چچا پھوپھی ماموں خالہ اور نزدیک تر مقدم ہے بعید پر۔ اور برادر حقیقی مقدم ہے علاتی اور اخیافی پر۔ اور برادر علاتی مختلف البطن کو کہتے ہین۔ اور برادر اخیافی وہ ہی جسکی ماں ایک ہو اور باپ علیحدہ علیحدہ۔ پھر وہ قرابت دار جو محرم نہین جیسے چچا کا بیٹا بیٹی ماموں کی اولاد پھر نکاحی رشتے والے پھر غلام پھر ہمسائے۔ اور ہمسایہ کی حد چالیس گھر تک چارون طرف ہی۔ اور اس حد مین اختلاف بھی ہی۔ چنانچہ جناب مرتضوی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جو شخص سن لے آواز کو وہ پڑوسی ہی۔ اور بعض نے کہا ہی کہ جو شخص تیرے ساتھہ صبح کی نماز ایک مسجد مین پڑہی وہ پڑوسی ہی۔ اور حضرت عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حد جوار کی چارون جانب سے چالیس گھر بیان کیے ہین۔ امام اوزاعی نے بھی اسی قول کو لیا ہی۔ اور بخاری نے ادب مفرد مین امام حسن سے ایسا ہی روایت کی ہی اور طبرانی نے سند ضعیف کے ساتھہ کعب ابن مالک سی مرفوعًا چالیس گھر کی روایت کی ہے۔ اور ابن وہب نے ابن شہاب سی چالیس گھر کو نقل کیا ہی۔ لیکن بعض نے کہا ہی کہ سامنے اور پیچھے سے اور سیدہی اور اُلٹی جانب سی چالیس گھر لئے جائین گے یعنے دس دس پر تقسیم ہو کر چارون طرف سے کل چالیس گھر۔ اور بعض نے کہا ہی ہر طرف سے چالیس گھر لیے جائینگے وَاخْتُلِفَ فِي حَدِّ الْجِوَارِ فَجَاءَ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَهُوَ جَارٌ وَقِيلَ مَنْ صَلَّى مَعَكَ صَلَاةَ الصُّبْحِ فِي الْمَسْجِدِ فَهُوَ جَارٌ وَعَنْ عَائِشَةَ حَدُّ الْجِوَارِ أَرْبَعُونَ دَارًا مِنْ كُلِّ جَانِبٍ وَعَنِ الْأَوْزَاعِيِّ مِثْلُهُ وَأَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ فِي أَدَبِ الْمُفْرَدِ مِثْلَهُ عَنِ الْحَسَنِ وَلِلطَّبَرَانِيِّ بِسَنَدٍ ضَعِيفٍ عَنْ كَعْبِ

اِبْنِ مَالِكٍ مَرْفُوعًا اِلَّا اَنْ اَرْبَعِيْنَ دَارًا جَارٌ وَاَخْرَجَ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ اَرْبَعُوْنَ دَارًا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ يَسَارِهٖ وَمِنْ خَلْفِهٖ وَمِنْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَهٰذَا يَحْتَمِلُ كَالْاُوْلٰى وَيَحْتَمِلُ اَنْ يُرِيْدَ التَّوْزِيْعَ فَيَكُوْنُ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ عَشَرَةٌ كَذَا فِي الْفَتْحِ اور کافی ہی ہمسایہ کی فضیلت مین وہ حدیث کہ فرمایا رسول خدا نے کہ ہمیشہ جبرئیل وصیت کرتے تھے مجھکو ہمسایہ کے واسطے یہان تک کہ گمان کیا مین نے کہ قریب ہی کہ ہمسایہ وارث کر دیا جاویگا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا زَالَ جِبْرَئِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ يُوَرِّثُهٗ اور پہر فرمایا جو شخص اللہ اور قیامت کے دن ایمان رکہتا ہی پس چاہیئے نہ ایذا پہونچاے اپنے ہمسایہ کو قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهٗ رَوَاهُمَا الْبُخَارِيُّ اور لونڈی غلام کا یہ حق ہی کہ اون کو روٹی کپڑے سے محروم نہ رکھے ۔ اور حقارت کی نظر سے اون کو نہ دیکھے ۔ معرور کہتے ہین مین نے مقام ربدہ مین ابوذر سے ملاقات کی مین نے دیکھا کہ جو کپڑہ وہ پہنے ہین وہی اون کا غلام پہنے ہے پس مین نے اون سے پوچھا اونھون نے کہا مین نے اپنے غلام کو ماں کی گالی دی اوسوقت حضرت رسول مقبول نے فرمایا کہ اے ابوذر تو آدمی اچھا ہے مگر تجھ مین جاہلیت کی باتین ہین یہ تمہارے بھائی ہین اللہ تعالی نے تمہارے ماتحت کر دئے ہین پس اوسکو وہ کھلاو جو وہ کھاے اور اوسکو وہ پہناو جو تم پہنو اور نہ تکلیف دو زیادہ کامون کی اور اگر اوسے کام لو تو تم بھی اوسکے کام مین مدد کرو عَنِ الْمَعْرُوْرِ قَالَ لَقِيْتُ اَبَا ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ

وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلٰى غُلَامِهٖ حُلَّةٌ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنِّيْ سَابَبْتُ رَجُلًا فَعَيَّرْتُهُ
بِاُمِّهٖ فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ اَعَيَّرْتَهُ بِاُمِّهٖ اِنَّكَ امْرُؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ اِخْوَانُكُمْ
خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ فَمَنْ كَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهٖ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَاْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ بِمَا يَلْبَسُ وَ
وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَاِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَاَعِيْنُوْهُمْ رواہ البخاری اور سمجھے کہ میری تیری مانند وہ بھی ابن آدم
ہے اگر اس سے خطا ہو جائے تو اسکو معاف کرے اور سمجھے کہ ہمارا آقا جو خداوند تعالی ہے اوسکی ہم ہزاروں خطائیں کرتے
ہیں مگر وہ ہمسے ناخوش نہیں ہوتا اور علی الاتصال کھانے کو دیتا ہے اور اولاد کا
حق والدین پر یہ ہے کہ اوسکی پرورش و پرداخت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت
نکریں اول دایہ معتدل مزاج مقرر کریں کیونکہ کیفیت مزاجی اور نفسانی اوسکے مولود میں
موثر ہوتی ہے اور ساتوین روز اوسکا نام اللہ یا رسول و ائمہ کے نام پر رکھیں کیونکہ
نام نا ملائم کا اثر تمام عمر انسان میں رہتا ہے چنانچہ ابن ابی حسینؓ عروہ سے روایت
کی ہے کہ رسول خدا جب کوئی نام قبیح سنتے بدل دیتے اور اچھا رکھ دیتے كَانَ النَّبِيُّ
صلعم اِذَا سَمِعَ الْاِسْمَ الْقَبِيْحَ حَوَّلَهٗ اِلٰى مَا هُوَ اَحْسَنُ مِنْهُ اور سعید ابن مسیب سے روایت ہے
کہ میرے دادا کا نام حزن تھا رسول مقبول نے بدلنا چاہا مگر اونھوں نے نہ بدلا اوسکا
اثر آجتک ہم لوگوں میں چلا جاتا ہے رواہ البخاری اسلئے نام کی رعایت بہت ضرور ہے
اور پانچ برس کی عمر سے اوسکی تعلیم و تربیت پر توجہ کریں معلم شفیق کو نوکر رکھیں
اوسکو پڑھائیں لکھائیں اور جب سات برس کا ہو تب صوم و صلوٰۃ کے مسائل سکھائیں
اور دس برس پر اوسے نماز کی تاکید کریں ابداؤد و ترمذی نے کہا کہ فرمایا

رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ سکھاؤ تم لڑکہ کو نماز سات برس کی عمر مین اور
مارو تم نماز نہ پڑہنے پہ دس برس کی عمر مین عَلِّمُوا الصَّبِیَّ الصَّلٰوۃَ ابن سَبع وَاضرِبُوہُ عَلیھَا ابنَ
عَشر رَوَاہُ ابُودَاوٗد کیونکہ اس عمر کی عادت پائدار ہوتی ہے اور جب دس برس سے عمر زائد
ہو تب اوسکو ترغیب دین کہ صحبت علما و فضلا اور وعظ مین حاضر ہوا کرے اور مشائخونکی
خدمت مین حیا کرے تاکہ حیا کا غلبہ ہو جو دلیل نجابت و فضیلت کی ہے اور تا جنس
اور آوارہ لوگون کی صحبت سے روکین کیونکہ لڑکون کے نفوس بمنزلہ لوح سادہ
کے ہوتے ہین اور وہ جلد ہر بات اور ہر چیز کو باسانی قبول کر لیتے ہین پس جب
والدین کو معلوم ہو کہ مولد کو رغبت نیک کامونکی طرف ہے تب اوسکی تعریف کرین
تا اوسکا دل بڑہے اور جب برے کامونکی طرف میلان پائین زجر و توبیخ کرین اور
حد سے زیادہ ملامت بھی نکرین کہ باعث بیحیا ہونے کا ہے جس سے رذالت کا
عادی اور نڈر ہو جانے کا اندیشہ ہے اور اگر لباس فاخرہ کی طرف اوسکی رغبت
پائین تو سمجھائین کہ لباس منقش و ریشمی شیوہ عورتون کا ہے اور ریشمی کپڑہ مردونکو
حرام ہے اور کھانے پینے کے اوسکو آداب سکھائین اور یہ بتائین کہ کھانا صحت
کے واسطے ہے نہ لذت اوٹھانے کے لئے کیونکہ بھوک اور پیاس بھی ایک
قسم کی بیماری ہے جیسے اور امراض کے رفع کرنے کی غرض سے دوا دیتے ہین اسیطرح
جوع و عطش رفع کرنے کے لئے غذا اور پانی مقرر ہے اور جہانتک ہو سکے اوسکو
ایک قسم اور کم کھانے پر عادی کرین کیونکہ ایسی خواہشون سے مولود کو روکنا

والدین پر واجب ہے اور بمقابل چاشت کے شام کو فی الجملہ زیادہ کہانا دین اور
گوشت اعتدال سے زیادہ نہ کہلائین کہ باعث ثقل وبلادت ہے اور بچپن مین افیون
نہ کہلائین کہ مضر ہے اور جہوٹ بولنے اور قسم کہانے سے روکین اور اُل تعلیم وتربیت
کے واسطے مان کا خوش سلیقہ ہونا ضروریات سے ہے اور مان کی تعلیم مولود
پر زیادہ اثر کرتی ہے کیونکہ لڑکا صغر سنی سے زیادہ آغوش والدہ مین رہتا ہی
اور اوس سے کم باپ کے پاس اور جسطرح ہوش سنبہالتا جاتا ہے والدین کی خو بو
اختیار کرتا جاتا ہے پس والدین وہ طریق اختیار کرین جس سے ولد کی نگاہ جس
فعل والدین پر پڑے وہ نیک ہو اور یوم پیدائش سے جیسی عمر بڑہتی جاتی ہے
اوسی طرح کل قواے جسمانی وروحانی کو نمو ہوتا ہے جسمین قوت آئندہ بہی شامل ہے
اور اوسکا تجربہ ہر شخص کو ہو چکا ہے کہ ابتدا مین بچہ جو سیکہتا ہے وہ والدین
کے حرکات وسکنات کا نمونہ ہوتا ہے اور آئیندہ کے واسطے والدین کے طریقوں
سے ہر نیک وبد کا ذخیرہ جمع کرتا ہے اسواسطے والدین اور دایہ کا نیک وراست باز
اور کفایت شعار ہونا ضروری اور لابد ہے کیونکہ اونہین کے اعمال اولاد کو نیک
وبد بناتے ہین غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاقی تعلیم کے لئے گہر سے بہتر کوئی
مدرسہ نہین اور والدین سے عمدہ کوئی معلم نہین مگر درحالیکہ والدین ناخواندہ ہون
تو اونکا شجر تعلیم کیا ثمر لائے گا اس صورت مین ایسے ناخواندہ والدین جو کتب
اخلاق اور نصائح کے پڑہنے مین عاری ہون اونکو اپنی اولاد کی تعلیم مین اسقدر

ضرور کوشش کرنا چاہیے کہ اونکی وابستہ من جو افعال قبیح ہون اپنی اولاد کے
سامنے نکرین اور جو نیک کام ہون اونکو مد نظر عمل مین لائین اور بچون کو دکھائین
اور سنائین تاکہ اب اسے اولاد مین وہی عادت جسنے پیدا ہوا اور والدین کو احتیاط
کرنا چاہیے کہ بحالت غیظ و غضب بچون کے سامنے کسی کو گالیان نہ دین اور فحش بکین
کہ اوسکو بچے سیکھ لین اور اگر باپ آوارہ و بدچلن ہو اور مان عاقلہ و فرزانہ ہو
تو اوسکی اولاد خراب ہونے پائیگی اسی واسطے خانگی تعلیم مادری مین زیادہ اثر ہے
ہر چند کہ مرد سے عورت کی لیاقت بڑھکر نہین ہوتی مگر امور خانہ داری وکفایت شعاری
مین عورت کا سلیقہ بڑھا ہوا ہے جسکا ایک شعبہ تعلیم اطفال بھی ہے اور اس تعلیم
بچون مین معاشرت کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے جو مروت و اخلاق و راستی وغیرہ
مین داخل ہے اور اکتساب علوم دوسری چیز ہے جو علما سے حاصل ہوتا ہے اور جب
بچہ علوم ضروری سے فارغ ہوجائے تب صناعت کی طرف اوسکو متوجہ کرین امام بخاری
نے ایک باب صنعت مین لکھا ہے باب کسب الرجل وعملہ بیدہ یعنے اس باب مین
وہ احادیث ہین جو مکاسب اور صنعتون کی فضل مین آئی ہین فرمایا رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مَا اَکَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَیْرًا مِنْ اَنْ یَاکُلَ مِنْ عَمَلِ یَدِہٖ وَاِنَّ نَبِیَّ
اللّٰہِ دَاؤدَ کَانَ یَاکُلُ مِنْ عَمَلِ یَدِہٖ ۔ یعنے نہین ہے کوئی کھانا بہتر اسپنے
ہاتھ کے عمل سے یعنے صنعت سے اور بتحقیق حضرت داؤد علیہ السلام کھاتے تھے
صنعت سے اور امام نووی نے فرمایا ہے ٹھیک بات یہ ہے کہ تمام مکاسب سے

افضل اور پاک وہ کسب ہے کہ خود ہاتھ سے کیا جاوے یعنی صنعت وَاِنَّ الصَّنْوا اِنَّ اَطْیَبَ الْکَسْبِ
مَاکَانَ بِعَمَلِ اَلْیَدِ اور جو لڑکا مستعد و ذہین ہوتا ہے وہ تھوڑی سی کوشش
مین صنعت حاصل کر لیتا ہے جو وجہ معیشت کے واسطے کافی ہوتی ہے کیونکہ جو رزق
والدین کے ذریعہ سے پہونچتا ہے وہ قابل اعتماد نہین ہوتا اپنی قوت بازو سے
پیدا کرنے کے لئے صنعت کا حاصل کرنا ضروریات اور لوازم بشری سے ہے
اور صنعت کے واسطے طبیعت بجائے معلم و اوستاد کے ہے اور صناعت مثل متعلم
و تلمیذ کے پس صناعت کے واسطے مقدم ہے ہر چیز کو اپنی وضع اور خاص صورت
پر جو جسکے واسطے موزون ہے ترتیب دینا جسکے لئے فراست اور رکھ رکھاؤ دیکھ بھال
درکار ہے جیسے عورت اپنے بچہ کو اور مرغی چوزہ کو اپنی آغوش اور پر و بال مین
ترتیب دیتی ہے اسی طرح صناع کو حفاظت اور تدریج مصنوع کی لازم ہے تا وہ نہین
کسیطرح کا نقص نہ آنے پائے اور زمانۂ حیات والدین مین ہر کسب کا حاصل کرنا اور اُمیدین کمال بہم پہونچانا آسان ہے اور
بعد مین مشکل اور یہ ظاہر ہے کہ چوب بعد خشک ہونیکے جس طرح سیدھی نہین ہوتی اسیطرح بعد بلوغ اور بعد
والدین کے اکتساب صنعت محال ہوتا ہے۔ اور قریب بلوغ کے شادی کر دینا چاہئے۔ دوسرا
حق اوستاد کا ہے اور اوستاد کی عزت و حرمت اور حاجت روائی کرنا اور اونکی
خدمت بجا لانا باعث برکت اور موجب سعادت ہے۔ اور معلم کو چاہئے کہ جبتک
شاگرد کی تقصیر خود نہ دیکھے یا سبق یاد نکرے تب تک اوسکو نہ مارے۔ اور
یہ بھی اقوال سلف سے ثابت ہوتا ہے کہ معلم کا شاگرد کے کان مڑوڑنا یعنی گوشمالی

کرنا شاگردکو نکی کر دیتا ہے اور مسنون ہوتا تو حدیث شریف سے ثابت ہے کہ رسولخدا
نے ابن عباس کے کان مروڑے چنانچہ امام ابوالفضل اِس حدیث کی شرح مین فرماتے
ہین وَقَدْ قِیْلَ اَنَّ الْمُتَعَلِّمَ اِذَا تَعَوَّهَدَ تَقبل اِذنہ کَانَ اَذْکَی بِفَهْمِہٖ فتح الباری
اور نہایت شفقت اور دلجوئی کے ساتھ تعلیم دے اور اپنی عزت ایسی سمجھے اسلئے تا کہ شاگرد
خلاف تعلیم کوئی کام نہ کرے کیونکہ بمقابل باپ کے اوستاد کو شاگرد سے زیادہ محبت
کرنا چاہئے اِس لئے کہ باپ سبب وجود و ترتیب جسمانی کا ہے اور علم سبب
تربیت روحانی کا ہے اسی واسطے متعلم کو بھی بمقابل پدر کے اوستاد کا زیادہ ادب
ولحاظ واجب ہے پدر سبب حیات فانی کا ہے اور اوستاد سبب حیات دائمی کا
اور متقدمین کا قول ہے کہ انسان کے باپ تین ہین ایک وہ جو وجود ظاہری مین
لایا دوسرا وہ جس نے علم سکھایا تیسرا وہ جسنے اوسکو لڑکی دی اِن تینون کا ادب
جہانتک انسان کرے باعث سعادت دارین ہے اور جناب مرتضوی علیہ السلام نے
فرمایا ہے کہ جسنے پڑھایا مجھے ایک حرف اوسنے بتحقیق بنایا مجھے غلام۔ اور جس طرح
صلۂ رحم اپنے قرابتدارون مین ہے اوسی طرح غیرون مین بھی ہے گو اون سے قرابت
ظاہری نہین لیکن قرابت معنوی ضرور ہے۔ امام قرطبی نے فرمایا ہے کہ صلۂ رحم
کی دو قسمین ہین ایک عام دوسرے خاص عام صلۂ رحم محبت اور مصلحت اور عدل اور
انصاف کے ساتھ اور حقوق واجبہ اور مستحبہ کا ادا کرنا۔ اور صلۂ رحم خاص اوسمین
نفقہ دینا قرابت دارون کو اور اونکے حالات کی جستجو کرنا اور اونکی خطاؤن سے

درگذر کر احسن کا جو مرتبہ ہے اوسکو اوسکا مستحق سمجھنا قَالَ الْقُرْطُبِی اَلرَّحِمُ الَّتِیْ تُوْصِلُ عَلَیْہِ وَخَاصَّۃٌ فَالْعَامَّۃُ رَحِمُ الدِّیْنِ وَتَجِبُ مُوَاصَلَتُھَا بِالتَّوَدُّدِ وَالتَّنَاصُحِ وَالْعَدْلِ وَالْاِنْصَافِ وَالْقِیَامِ بِالْحُقُوْقِ الْوَاجِبَۃِ وَالْمُسْتَحَبَّۃِ وَاَمَّا الرَّحِمُ الْخَاصَّۃُ فَتَزِیْدُ النَّفَقَۃَ عَلَی الْقَرِیْبِ وَتَفَقُّدِ اَحْوَالِھِمْ وَالتَّغَافُلِ عَنْ زَلَّاتِھِمْ وَتَفَاوُتَ مَرَاتِبِ اِسْتِحْقَاقِھِمْ فِیْ ذٰلِکَ کَمَا فِی الْحَدِیْثِ الْاَوَّلِ مِنْ کِتَابِ الْاَدَبِ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ سوا اسکے کل بنی نوع مین مناسبت روحانی جو قرابت سے کم نہین ثابت و متحقق ہے کہ سب کی پیدایش ایک سے ہے اور اعضا مین سب برابر ہین بس حکام اور اہل ثروت کو اونکے حقوق پر بھی لحاظ کرنا چاہیے اور عام بھی وہی برتاؤ باہم کرین جو مقتضائے برادرانہ ہے **شفقت** اپنے ہمجنس کی حالت مکروہ دیکھکر اوسکے رفع پر مستعد ہوتا داخل شفقت ہے ہرچند کہ بروسے جسد و جسامت ہر شخص علحدہ علحدہ معلوم ہوتا ہے مگر واقع مین فطرتاً کل بنی آدم ایک ہین کہ خالق نے آفرینش انسان کی ایک نوع پر کی ہے اور پرورش مین سب مشترک ہین پس ایک کے الم و غم راحت و مسرت مین متاثر ہوتا لازم ہے اور فرمایا رسول خدا نے نہین رحم کیا جائیگا وہ شخص جو نہ رحم کرے گا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ لَا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ اس حدیث کی شرح مین علامہ ابن بطال فرماتے ہین کہ رسول خدا نے رغبت دلائی ہے مخلوقات پر رحم اور شفقت اور مہربانی کرنیکی اور داخل ہین اسمین مومن اور کافر اور چوپائے اپنے اور پرائے اور داخل ہے رحمت مین کھانا کھلانا اور پانی پلانا اور

اونکے مصائب مین شریک ہونا یعنے اون کے تکالیف کو دفع کرنا قال ابن بطال
فِیْہِ الحَضُّ عَلٰی اِسْتِعْمَالِ الرَّحْمَۃِ لِجَمِیْعِ الْخَلْقِ فَیَدْخُلُ الْمُؤْمِنُ وَالْکَافِرُ
وَالْبَھَائِمُ الْمَمْلُوْکُ مِنْھَا وَغَیْرُ الْمَمْلُوْکِ وَیَدْخُلُ فِی الرَّحْمَۃِ التَّعَاھُدُ
بِالْاِطْعَامِ وَالسَّقْیِ وَالتَّخْفِیْفُ فِی الْحَمْلِ وَتَرْکُ التَّعَدِّیْ بِالضَّرْبِ فتح الباری
اور دوسری جگہہ فرمایا مداراۃ الناس صدقۃ یعنے مخلوقات کی مدارات کرنا اون سے
شفقت سے پیش آنا صدقہ ہے یعنے ثواب صدقہ کا حاصل ہوتا ہے بیان کیا اس
حدیث کو طبرانی نے اوسط مین اور روایت کی ابوہریرہ نے کہ فرمایا رسول مقبول نے
رَأْسُ الْعَقْلِ بَعْدَ الْاِیْمَانِ بِاللّٰہِ مداراۃ الناس یعنے عقل کامل بعد ایمان باللہ کے یہہ
ہی کہ مخلوقات کے ساتھہ مدارات کرے علامہ ابن بطال نے فرمایا ہے مدارات مومنین
کے اخلاق سے ہے قَالَ ابْنُ بَطَّالٍ اَلْمُدَارَاۃُ مِنْ اَخْلَاقِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اور امام
بخاری نے ایک باب قائم کیا ہے باب رحمۃ الناس والبھائم یعنے اس باب مین وہ احادیث
ہین کہ جنسے ثابت ہے کہ انسانون پر رحم کرو بلکہ چوپائیان پر اور بموجب نص قرآنی
علاقہ اتحاد نفسانی ثابت اور محکم ہے جس کا ترجمہ سعدی علیہ الرحمہ نے یون کیا ہے
ع بنی آدم اعضائے یکدیگرند ٭ کہ در آفرینش ز یک جوہرند ٭ چو عضوے بدرد آورد روزگار
دگر عضوہا را نماند قرار ٭ تو کز محنت دیگران بے غمی ٭ نشاید کہ نامت نہند آدمی ٭ ہان
مگر تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمدردی کا اثر سب مین برابر اور مساوی نہین ہوتا ہان
کم و بیش وجود اوسکا ہر نفس مین پایا جاتا ہے جیسے کوئی شخص ترش شئے کا خو

استعمال نہ کرے مگر دوسرے کو جب ترشی کھاتے ہوئے دیکھتا ہے یا اوس کا خیال
دل مین آتا ہے تب مُنھ مین پانی ضرور بھر آتا ہے اسی طرح دیکھا جاتا ہے کہ جب کسی پر
کوئی ظلم و تعدی کرتا ہے یا کوئی درد بیماری سے کراہتا ہے تو دیکھنے اور سُننے والونکے
دلون پر کچھ نکچھ ضرور ہی اثر ہوتا ہے گو وہ کیسا ہی بیرحم ہو اور حتی الوسع اپنی قوت
اور قدرت کے موافق دردمند کے ساتھ کچھ ہمدردی کرتا ہے اور بحالت عدم طاقت
و امکان یہ ضرور ہوتا ہے کہ وہ ظالم کو بُرا کہتا ہے اور تعدی کو اچھا نہین سمجھتا کیونکہ الشفقة
علی خلق اللہ حکم خدا و رسول ہے جس کا اثر تمام قلبون پر لگا ہوا ہے اور خدا تعالٰے
کے حکم کی تعمیل ہر فرد بشر پر واجب ہے اور اِس اثر قدرتی کا مقتضا یہ ہے کہ اگر زیادہ نہین
تو کسیقدر خواہ مخواہ دردمند کے ساتھ ہمدردی کرنا چاہیئے زیادہ تفصیل اور شرح
اسکی بحث اتفاق مین دیکھو جس سے پورے فوائد اسکے معلوم ہونگے **مکافات**
کے لفظی معنی ہین برابر ہوتا اور پاداش اور سزاے فعل بد جس سے یہ مراد ہے کہ
جب کسیکو کسی سے نفع پہونچے تو بحالت قدرت اوسکے برابر یا اوس سے زائد اوسکے
ساتھ عوض کرے اور اگر کسی سے ضرر پہونچے تو مقتضاے سخاوت و شجاعت یہ ہے
کہ اوسکو معاف کرے اور اوسکے مکافات سے باز رہے اور سب سے بہتر یہ ہے
کہ آپسمین ایسی طرح کے معاملات کرے جو دوسرون کو پسند خاطر ہون اور کسی معاملہ کو
حتی المقدور عدالت تک نہ جانے دے اور اپنے حق کی حفاظت بطور خود کرے
اور دوسرون کے حقوق جو اپنے قبضہ مین ہون اونکو چھوڑ دے اور بجاے ندامت

اور بدنامی کے یکنامی کا ہم ک رے اور اپنے ہمسرون اور برترون سے دوستی پیدا کرے اور خوش کلامی اور خ... و کہ ... اونکے ساتھ پیش آئے کہ موجب ازدیاد محبت ہے

توکل توکل کی اصل وکول ہے اور وکول کے معنی تفویض کے ہین جب کسی شخص پر بھروسہ کسی کام کا کرلیا جاتا ہے تو عربی مین کہتے ہین وَکَلْتُ اَمْرِیْ اِلٰی فُلَانٍ وَاَصْلُ التَّوَكُّلِ اَلْوَكُوْلُ يُقَالُ وَكَلْتُ اَمْرِیْ اِلٰی فُلَانٍ اَیْ اَلْجَاْتُهٗ اِلَیْهِ وَاعْتَمَدْتُهٗ فِیْهِ عَلَیْهِ فتح الباری اور شرعًا توکل خدا پر بھروسا کرنے کو کہتے ہین۔ فرمایا اللہ جل شانہ نے وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔ یعنے جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اوسکو کافی ہے اور جو قوت بشری سے خارج ہین اور تصرف عقلی سے بعید اور فکر و تدبیر سے باہر اوسمین اپنی طرف سے عجلت یا تاخیر کو دخل نہ دے اور خدا کی مرضی پر چھوڑ دے اور جو ... اللہ کی طرف سے ظہور ہین آئے اوسکو غنیمت سمجھے اور اپنی حاجتون کو ضرورت سے زیادہ نہ بڑہائے اور مال جمع کرنے مین کوشش نہ کرے مگر اوسی حد تک کہ عیال و اطفال کو تنگی نفقہ کی نہونے پائے اور بادشاہ کو چاہیے کہ کسی حالت مین توکل سے قطع نظر نکرے کہ متوکل کا اللہ معین ہوتا ہے اور اوس کی ساری امیدون کو پورا کرتا ہے اور توکل کل مہمات دینوی و اخروی کے واسطے کافی ہے اور توکل پر قائم رہنا باعث نزول سکینہ الٰہی و طمانیت نامتناہی ہے چنانچہ جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ مین جہاد مین رسول اللہ کے ساتھ گیا اثنائے نجد مین ایک جنگل خاردار ملا وہان حضرت ایک درخت کے نیچے تلوار کو شاخ مین لٹکا کر سو رہے

اور ہمراہی بھی جُدا جُدا ببیل کر سو رہے اسی درمیان مین ایک شخص آیا اور اوس نے آپکی
تلوار اوتاری اور شمشیر برہنہ سرہانے کھڑا ہوا آپ خواب راحت سے بیدار ہوے اوسنے
کہا کہ اب آپ کو کون بچا سکتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پھر اوسنے یہی سوال کیا
پھر آپ نے وہی جواب دیا اوس نے فوراً تلوار نیام مین کر لی اور حضرت کے قریب بیٹھ گیا
اور حضرت نے اوس سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا سبحان اللہ توکل و شجاعت اور استقلال
اسیکو کہتے ہین ورنہ انسان جس امر مین بہت تدبیر کی خاک چھانتا ہے سواے پشیمانی
کے کچھ حاصل نہین ہوتا اور اسمین بڑا نقص یہ ہے کہ تدبیر پہ تکیہ ہو جاتا ہے اور جبکام
مین سواے خدا کے اور ذریعہ ڈہونڈا جائے تو وہ کام نہین ہوتا اس سے یہ مراد
نہین ہے کہ انسان بالکل ہاتھ پانون توڑ دے اور سلسلۂ تدبیر کو قطعاً چھوڑ دے
بلکہ اِس مصرعہ پر کہ موافق حکم کے ہے عمل کرے ع بر توکل زانوے اشتر ببند ۔ انسان کو
چاہئے کہ بقدر ضرورت تدبیر کر کے خدا پہ چھوڑ دے اور اوسکی عنایت پہ بھروسا کرے
اسمین اگر کام بن جاے تو فہو المراد شکر خدا بجا لائے اگر بگڑ جائے صبر کرے مدام اپنی
خواہش کے درپے نہ رہے اور اگر بمقتضائے بشریت قلب پہ قابو نہ رہے تو غم کی صورت
نہ بن جائے اور راحت مین جامہ سے باہر نہو جائے سے نہ شادی داد سامانے نہ غم آورد نقصانے
بہ پیش ہمت ما ہر کہ آمد بود مہمانے ۔ حق یہ ہے کہ دنیا کسی طرح اس قابل نہین کہ انسان اوس سے
دل لگائے او ہمہ تن اوسیکا ہو جائے یہ تو ایک منزل ہے اوس عالم مین جانے کی
جسکو عالم جاودانی کہتے ہین پس انسان کو چاہئے کہ جس طرح مسافر سرائے مین ہاشے

ہوتا ہے اسی طرح اس سرائے فانی مین گذارا کرے اور جو نیک و بد سر پہ آئے اوس کو جھیل سے اسی دنیا کا دوسرا نام دار المحن ہے یہان کوئی کبھی خوش نہین رہا اور جو ایک روز خوشی سے گذرا تو ایک ہفتہ رنج رہا چنانچہ غالب نے اس موقع پر کہا ہے

؎ اگر ایک عید کا دن ہو تو عشرہ ہو محرم کا یہ یہان کی کسی حالت کو قیام و قرار نہین جسکی انسان فکر کرے کیا کسیکو یہان رہنا ہے رنج و راحت دونون مثل خواب و خیال کے گذر جاتے ہین پھر جس چیز کو خود قیام نہین اوسکے رنجون کا کیا ملال اور خوشی کا کیا خیال واقعی یہ ہے کہ انسان کا خیال ہی انسان کے واسطے دام ہے ورنہ دنیا اور دنیا کی ہر چیز مثل سایہ دہوپ کے گذر جاتی ہے ؎

نہ دولت راست دائم استواری نہ محنت نیز دارد پائداری

مسافر کو راحت کے ساتھ دل لگانا دیدہ و دانستہ اپنے کو آفت مین ڈالنا ہے

؎ یہ عشرت و عیش کامرانی کبتک عشرت بھی سہی تو نوجوانی کب تک
گر یہ بھی سہی قیام دولت ہو محال دولت بھی سہی تو زندگانی کب تک

اور منزل مقصود پر پہونچنے مین یہی اسباب ہارج ہوتے ہین اگر انسان سمجھدار ہو تو متوکل کے لئے دنیا کی مثال کافی ہے اور انسان کی حالت مین جو تغیر وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے تنبیہ کے لئے وافی ہے سوا اسکے کسی چیز موجودہ کو اذان خاص سمجھنا خلاف توکل ہے کیونکہ انسان جب عالم روحانی سے عالم جسمانی مین آتا ہے تو کچھ اپنے ساتھ نہین لاتا اور جب یہان سے جاتا ہے تو کچھ ساتھ نہین لیجاتا

سچ یہ ہے کہ جب انسان اِس عالم مین آتا ہے تب اوسکو رفع ضروریات کے واسطے
کچھہ سامان بھی بطور عاریت تجویز کردیا جاتا ہے پس مالک کو اختیار ہے جب چاہے
اور جس طرح سے اوسکو منظور ہو واپس کرے انسان کو اسمین کچھہ مداخلت نہین

در حقیقت ہمہ ملکِ خدا است　　چندروزے بعاریت باماست

جو متوکل ہین وہ نہ کسی چیز کے آنے سے خوش ہوتے ہین نہ جانے سے رنجیدہ نہ کسی
چیز کو تلاش کرتے ہین نہ اوس کی طلب مین سرگردان پہرتے ہین ۔ ع
خدا خود میر سامانست اربابِ توکل را ۔ اور توکل اسکو نہین کہتے کہ انسان بیمار ہو تو
دوا نکرے یا سانپ بچھو شیر چیتے سے نہ ڈرے یہ خلاف شریعت ہے اور توکل وہی
ہے جیسا شرع شریف مین ہے مسافر کو رسی لوٹا سوئی اور ہوجا نورانی یعنے تاخونگیر ساتھ
رکھنا مسنون ہے اور توکل یہی ہے کہ آدمی اسباب سے کنارہ نکرے اور رزق
کو اسباب کے سبب سے نہ جانے بلکہ مسبب الاسباب کی طرف اوسکو منسوب
کرے اور کسب سے باز رہنا شرط توکل نہین اور توکل بغیر زہد کے نہین اور رزق کیواسطے
اِس آیۂ شریفہ پر تکیہ کرنا چاہیئے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ۔
یعنے نہین ہے کوئی چارپایہ زمین پر مگر اللہ ہی کے ذمہ ہے رزق اوس کا ۔ بلکہ ایمہ
حدیث نے فرمایا ہے کہ توکل اسی کا نام ہے اعتقاد رکھے اون امور غیبی جسپر یہ آیت
دلالت کرتی ہو اور سبب کے ترک کا نام توکل نہین ہے اور نہ عدم اعتماد کا اوس
امر پر کہ جو مخلوق سے حاصل ہوتا ہے بلکہ ترک سبب اور اعتماد سے وہ بات پیدا

ہوجاتی ہے جو توکل کے خلاف ہے مروی ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا
کہ وہ شخص متوکل ہے کہ جو اپنے گھر یا مسجد مین ہاتھ پاؤن توڑ کر بیٹھ جاے اور
کہے نہین کرون گا مین کچھ یہانتک کہ خدا تعالے خود مجکو رزق بھیجدے فرمایا
کہ وہ شخص جاہل ہے وَالْمُرَادُ بِالتَّوَكُّلِ اِعْتِقَادُ مَا دَلَّتْ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ
فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَلَيْسَ الْمُرَادُ بِهِ تَرْكَ السَّبَبِ وَالْاِعْتِمَادَ عَلٰى مَا يَأْتِيْ
مِنَ الْمَخْلُوْقَاتِ لِاَنَّ ذٰلِكَ قَدْ يَجُرُّ اِلٰى ضِدِّ مَا يَرَاهُ مِنَ التَّوَكُّلِ وَقَدْ سُئِلَ اَحْمَدُ عَنْ
رَجُلٍ جَلَسَ فِيْ بَيْتِهٖ اَوْ فِي الْمَسْجِدِ وَقَالَ لَا اَعْمَلُ شَيْئًا حَتّٰى يَأْتِيَنِيْ رِزْقِيْ فَقَالَ
هٰذَا رَجُلٌ جَهِلَ الْعِلْمَ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ رِزْقِيْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِيْ یعنے فرمایا رسول خدا نے تحقیق اللہ تعالی
نے میرا رزق میرے ہتھیار کے سایہ کے نیچے رکھا ہے۔ اس سارے بیان سے
معلوم ہوا کہ فضائل چہارگانہ مذکور الصدر کا حاصل کرنا سعادت دارین کے واسطے
کافی ہے گو صاحب فضائل کیسا ہی گمنام اور محتاج ہو کیسے ہی رنج و آلام دنیوی
مین مبتلا ہو مگر اوسکی سعادت کو یہ موانع کچھ ضرر نہین پہونچاتے اور حق تعالے
روز بروز اوسکے مراتب صوری و معنوی مین ترقی کرتا ہے اور حاسدون کی آنکھون مین
وہ محسود ہوتا ہے مگر ہان وہ مرض جو نفس کو فعل نیک سے روکنے والا ہے
مضر ہے اور وہ فساد عقل ہے جس سے انسان اکتساب کمال نہین کرسکتا متفرق
انسان کا یہ خیال محض غلط ہے کہ اپنے فضائل انبیا و ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام

اور اولیاے کرام مین ہوتے ہین کیونکہ کل بنی آدم کی خلقت ایک طرز پر ہوئی ہے
اور ہر فرد بشر اسکی قابلیت رکھتا ہے جیسے لوہا یعنے آہن کانی ایسا نہین کہ جہانتک
اوسکو صاف کرو اور وہ صفائی مین مثل اینہ کے نہو جاسے اور اوس مین تمام
عالم کی صورت نہ نظر آئے ہان اگر اوسمین زنگ لگجاے اور اوسکی اصل کو مورچہ
کہا جاسے یہ امر غیر ہے اور یہ نقص حرص دنیا اور خواہش نفسانی سے پیدا
ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے
كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ وَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ وَيُمَجِّسَانِهِ
یعنے ہر لڑکا پیدا ہوتا ہے اوپر خلقت کے پھر ماں باپ اوسکے یہودی بناتے
ہین اوسے اور نصرانی بناتے ہین اور مجوسی کردیتے ہین اوسکو اس حدیث
کو محدثین نے بیان کیا ہے اولاد مشرکین کے حکم مین یعنے کفار کے بچے پیدا ہوکر
جو قبل بلوغ مرجاتے ہین اونکا کیا حکم ہے آیا وہ جنتی ہین یا جہنمی یا اعراف مین
ہین اس مسئلہ مین قدیم سے اختلاف چلا آتا ہے بعض کا قول یہ ہے کہ اون کا
جنتی وجہنمی ہونا اللہ تعالی کی مشیت پر ہے اکثر قدما کا یہی مذہب ہے ابن مبارک
واسحق اور شافعی سے بھی یہی منقول ہے ابن عبد البر نے امام مالک کی طرف
بھی اسی قول کو منسوب کیا ہے اور دلیل اس مذہب والون کی حدیث اَللّٰهُ اَعْلَمُ
بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ ہے یعنے اللہ زیادہ جاننے والا ہے اسکا کہ اولاد کفار بعد بلوغ
کے کیا عمل کرتی پس وہ اپنے علم کے موافق اون کے ساتھ معاملہ کرے گا

اور یہی مثبت ہے بعض کا یہ قول ہے کہ وہ اپنے آبا کے تابع ہین پس اولاد مسلمانونکی جنت مین ہے اولاد کفا کی دوزخ مین۔ ابن حزم نے اس قول کو خوارج کے ایک فرقہ ازارقہ سے نقل کیا ہے اونھون نے بھی اپنی تائید قول پر آیۃ وحدیث کو نقل کیا ہے۔ اور بعض کا یہ قول ہے کہ اولاد کفار کی برزخ مین ہے درمیان جنت ونار کے وہ کہتے ہین لَو یَعمَلُوحَسَنَاتٍ یَدخُلُونَ بِهَا الجَنَّةَ وَلَاسَیِّئَاتٍ یَدخُلُونَ بِهَا النَّارَ یعنے نہ اونھون نے نیک عمل کئے جو جنت مین داخل ہون اور نہ برے عمل کئے جو مستوجب نار ہون بعض کا یہ قول ہے کہ وہ مٹی ہوجائین گے ثمامہ بن اشرکا بھی یہی قول ہے۔ بعض کہتے ہین کہ وہ اہل جنت ہین اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہین لیکن اس قول اخیر کی نسبت امام نودی نے فرمایا ہے کہ مذہب صحیح اور مختار یہی ہے اور محققین نے اسکی طرف رجوع کیا ہے اسی گروہ نے اس حدیث کو یعنے کل مولود کو اپنے دعوے کی تائید مین روایت کیا ہے پس جبکہ اولاد آدم کا ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے عام اس سے کہ فطرت کے کوئی معنے لو بہر حال شرک اور کفر وفسق بعد بلوغ کے عارض ہوتے ہین پس وہ اہل نار سے نہین ہوسکتا بلکہ پیدایشی جنتی ہوتا ہے ہمارے اس بیان سے واضح ہوگیا کہ کل بنی آدم کی پیدایش ایک طرز اور طریقہ مستحسنہ پر واقع ہوتی ہے اس مین مسلمان ہو یا کافر ناری ہو یا جنتی انبیا ہون یا شہدا صدیقین ہون یا صالحین ان سب مین اکتساب فضائل کا مادہ جو کسب سے متعلق ہے

ہر ایک مین موجود ہے ہان اِس حدیث مین لفظ فطرت اور ایت فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا سے ہمارے زمانہ مین بھی ایک گروہ نے استدلال کیا ہے اور مخالف اہل سُنت کے ایک مذہب قائم کیا ہے وہ کہتے ہین کہ اسلام نام فطرت کا ہے اور فطرت نام اسلام کا بس اسلام اوسی قدر ہے جسپر آدمی پیدا کیا گیا یعنے حق تعالی کا شریک نہ ٹھیرانا یہ ہر شخص کا پیدایشی امر ہے اور اسی کا نام اسلام ہے یعنے صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے سے آدمی مسلمان ہو جاتا ہے اور یہی اسلام ہے باقی رسالت و نبوت کا اقرار اور اور ارکان اسلام مثل نماز و روزہ حج و زکوٰۃ وغیرہ کا تسلیم کرنا اسلام مین داخل نہین یہ مولویون نے باتین بڑہا دی ہین اور اونہون نے مذہب گلقندی بنا دیا ہے مسلمانون مین اِس گروہ کا نام نیچریہ ہے لہذا ہمکو ضرور ہوا کہ ہم فطرت کے معنی اور مطلب سے کسی قدر بحث کرین کوئی شبہہ نہین کہ فطرت کے معنی مین بہت اختلاف ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ اگلے زمانہ مین بھی ایک فرقہ نے جو قدریہ کے نام سے موسوم تھا اِس حدیث مین لفظ فطرت سے اپنے عقیدہ مخالف سے اہل سنت پر استدلال کیا ہے کہ کفر و عصیان منجانب العباد ہین نہ من قضاء اللہ چنانچہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ سے یعنے اون کے والدین یہودی کرتے ہین نہ حق سبحانہ تعالی اس سبب سے اہل سنت کو اسکے معنی مین تاویل کرنے کی ضرورت ہوئی حالانکہ اگر تاویل نہ کی جائے

جب بہی قدریہ کا مطلب ثابت نہین ہوتا بلکہ بیشک اون کے والدین اونکو یہودی اور نصرانی اور مجوسی کرتے ہین تو کیا یہ من قضاء اللہ نہین - امام ابوالفضل فرماتے ہین سَبَبُ اِخْتِلَافِ الْعُلَمَاءِ فِی الْمَعْنَی الْفِطْرَۃِ فِی ھٰذَا الْحَدِیْثِ اَنَّ الْقَدَرِیَّۃَ کَانُوْا یَحْتَجُّوْنَ بِہٖ عَلَی الْکُفْرِ وَالْمَعْصِیَۃِ لَیْسَا بِقَضَاءِ اللّٰہِ بَلْ بِمَا ابْتِدَاءِ النَّاسِ اِحْدَاثِہٖ فَحَاوَلَ جَمَاعَۃٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ فِیْ لُغَتِہِمْ بِتَاوِیْلِ الْفِطْرَۃِ عَلٰی غَیْرِ مَعْنَی الْاِسْلَامِ وَلَا حَاجَۃَ لِذٰلِکَ لِاَنَّ الْاٰثَارَ الْمَنْقُوْلَ عَنِ السَّلَفِ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّھُمْ لَمْ یَفْھَمُوْا مِنْ لَفْظِ الْفِطْرَۃِ اِلَّا الْاِسْلَامَ وَلَا یَلْزَمُ مِنْ حَمْلِھَا عَلٰی ذٰلِکَ مُوَافِقَۃُ مَذْھَبِ الْقَدَرِیِّ لِاَنَّ قَوْلَہٗ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ الخ مَحْمُوْلٌ عَلٰی اَنَّ ذٰلِکَ یَقَعُ بِتَقْدِیْرِ اللّٰہِ تعالیٰ

خیر یہ تو ایک قصہ تہا فرقہ قدریہ کا جس نے زمانہ سلف مین اس حدیث مین لفظ فطرت پر جہگڑا کیا تہا اہل سنت سے اب بحث یہ ہے کہ فرقہ نیچریہ کا استدلال اس حدیث مین لفظ فطرت اونکے دعوے کے واسطے صحیح ہے یا نہین اور مذہب اون کا اس سے ثابت ہوتا ہے یا نہین اوسکی حقیقت یہ ہے کہ کوئی شک نہین کہ اکثر علما کا یہی قول ہے کہ فطرت سے مراد اسلام ہے اور آیت فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا مین بہی مراد فطرت سے اسلام ہے فتح الباری مین لکہا ہے اشہر الاقوال ان المراد بالفطرۃ الاسلام وہو المعروف عند عامۃ السلف واجمع اہل العلم بالتاویل علی ان المراد بقولہ تعالیٰ فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا الاسلام یعنے مشہور قول یہ ہے کہ مراد اس حدیث مین فطرت سے اسلام ہے اور اہل علم کا

اجماع ہے کہ آیت فطرت اللہ التی مین بھی فطرت سے اسلام مراد ہے لیکن اونکا
یہ دعوی کہ اسلام نام اسی قدر کا ہے کہ خدا کا شریک نہ ٹھہرایا جاوے اور ارکان
اسلام کے ماننے اور نہ ماننے کو نفس اسلام مین کچھ دخل نہین نہ اس حدیث
سے ثابت ہوتا ہے اور نہ نفس الامر مین صحیح ہے امام محمد صاحب شاگرد
امام ابو حنیفہ تو یہ فرماتے ہین کہ یہ امر اوایل اسلام مین تھا جس وقت تک
کہ فرائض اسلام اور حکم جہاد کا نازل نہین ہوا تھا اب منسوخ ہے کیونکہ شریعت
اوس بچہ کے باب مین کہ جو پیدا ہو کر مرجائے یہ حکم نہین کرتی کہ اوسکے مان باپ
اگر یہودی ہین یا نصرانی یا مجوسی اوسکے وارث نہین ہو سکتے کیونکہ جب وہ
بچہ مسلمان تھا تو پھر کافر کیون وارث ہون پس معلوم ہوا کہ یہ حدیث منسوخ ہوگئی
وَحَكَى أَبُو عُبَيْدٍ أَنَّهُ سَأَلَ مُحَمَّدَ بْنَ الْحَسَنِ صَاحِبَ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ كَانَ هٰذَا فِي
أَوَّلِ الْإِسْلَامِ قَبْلَ أَنْ تَنْزِلَ الْفَرَائِضُ وَقَبْلَ الْأَمْرِ بِالْجِهَادِ قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ كَأَنَّهُ عَنَى أَنَّهُ
لَوْ كَانَ يُولَدُ عَلَى الْإِسْلَامِ فَمَاتَ قَبْلَ أَنْ يُهَوِّدَهُ أَبَوَاهُ مَثَلًا لَمْ يَرِثَاهُ وَالْوَاقِعُ فِي الْحُكْمِ أَنَّهُمَا يَرِثَانِهِ
فَدَلَّ عَلَى تَغَيُّرِ الْحُكْمِ وَقَدْ تَعَقَّبَهُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَغَيْرُهُ وَسَبَبُ الْاِشْتِبَاهِ أَنَّهُ حَمَلَهُ عَلَى أَحْكَامِ الدُّنْيَا
فَلِذٰلِكَ ادَّعَى فِيهِ النَّسْخَ گو اس قول سے تعرض کیا گیا ہے لیکن اس تحریر کا مقصود کہ اسقدر کا نام اسلام
نہین ہے اس سے ثابت ہے کہ یہ امر قبل نازل ہونے فرائض اسلام اور احکام
اسلام کے تھا اور اصل یہ ہے کہ ائمہ دین نے بالاتفاق فرمایا ہے کہ فطرت
سے مراد اسلام ہے لیکن شارع کا مقصود یہ ہے کہ ہر بچہ کی اصل حیثیت

مین ہدایت اور قبول اسلام کا مادہ ہے اگر اوسکو کفر اور فسق کے عوارض سے
کوئی عارضہ لاحق نہو گا تو بیشک وہ مسلمان ہو گا اور اسلام کو قبول کرے گا
علامہ طیبی نے فرمایا ہے وَالْمُرَادُ تَمَكُّنُ النَّاسِ مِنَ الْهُدٰى فِي أَصْلِ الْجِبِلَّةِ وَالتَّهَيُّؤُ لِقَبُولِ
الدِّيْنِ فَلَوْ تُرِكَ الْمَرْءُ عَلَيْهَا لَاسْتَمَرَّ عَلٰى لُزُوْمِهَا وَلَمْ يُفَارِقْهَا إِلٰى غَيْرِهَا لِأَنَّ
حُسْنَ الدِّيْنِ ثَابِتٌ فِي النُّفُوْسِ وَإِنَّمَا يُعْدَلُ عَنْهُ لِآفَةٍ مِنَ الْآفَاتِ الْبَشَرِيَّةِ كَالتَّقْلِيْدِ
بلکہ نیا چیرہ کئے ابن شبہہ کو خاصۃً ائمہ دین نے رد فرما دیا ہے بخاری کی شرح
مین ہے لَيْسَ الْمُرَادُ بِقَوْلِهٖ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ أَنَّهٗ خَرَجَ مِنْ بَطْنِ أُمِّهٖ يَعْلَمُ الدِّيْنَ
لِأَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ وَاللّٰهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُوْنِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَلٰكِنَّ الْمُرَادَ أَنَّ
فِطْرَتَهٗ مُقْتَضِيَةٌ لِمَعْرِفَةِ دِيْنِ الْإِسْلَامِ وَمَحَبَّتِهٖ فَنَفْسُ الْفِطْرَةِ تَسْتَلْزِمُ الْإِقْرَارَ وَالْمَحَبَّةَ
یعنے رسول خدا کے قول یولد علی الفطرت سے یہ مراد نہین ہے کہ آدمی مان کے
پیٹ سے نکلا اور دین اسلام کو جان لیا کیونکہ خود خدائے عزوجل فرماتا ہے
کہ اللہ نے تمکو تمہارے مان کے پیٹون سے نکالا اور تم نہین جانتے تھے
کسی چیز کو بلکہ مراد یہ ہے کہ فطرۃ اور طبیعت اوسکی مقتضی ہے معرفت دین اسلام
کی۔ علاوہ اس کے بہت سے احادیث اور روایات سے ثابت ہے
کہ اسلام نام تمامی ضروریات دین کا ہے مثلاً حدیث بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ
یعنے بنیاد اسلام کی پانچ چیز پر ہے اور حدیث جبرئیل جس مین اسلام اور
ایمان کی تفصیل ہے اور آیت اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کا نازل ہونا

بعد تمامی فرائض اسلام کے ہے یہ کیونکہ صرف خدا تعالی کے شریک
نہ جاننے کا نام اسلام ہے تا وقتیکہ عام ارکان اسلام کو تسلیم نہ کرے۔ ہان
نیاچرہ اس حدیث کو بھی سند لاتے ہین کہ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ فَقَدْ دَخَلَ
الْجَنَّۃَ یعنے جس شخص نے لا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا جنت مین داخل ہوا۔
اسکا بھی ائمہ دین نے یہی جواب دیا ہے کہ قبل نزول فرائض اسلام کے
ایسا فرمایا اس سے مراد تصدیق مَاجَاءَ بِہِ الرَّسُوْلُ کی ہے یعنے رسول خدا پر جسقدر
احکام نازل ہوئے اوسکی تصدیق کرنا کیونکہ جو شخص اسلام کے کلمہ کی تصدیق
کرتا ہے وہ کُل اسلام کی تصدیق کرتا ہے باقی لا اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ ایک شعار
اور علم ہے پورا کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللہِ ہے جب۔ لا اِلٰہَ اِلَّا اللہ
بولینگے اوس سے پورا کلمہ مراد ہوتا ہے پس نیاچرہ کا دعوی کسی طرح
صحیح نہین ہے اس بحث مین جو کسی قدر طول ہوا اس وجہ سے کہ اس زمانہ مین
اس فرقہ نیچریہ کا بہت زور ہے اور اکثر لوگ دین سے آزاد اور مذہب
سے بے قید ہوتے جاتے ہین اور پھر آپ کو خالص مسلمان جانتے ہین۔
اَعَاذَنَا اللہُ مِنْ ذٰلِکَ حق تعالی نے بھی اسکی خبر اس طرح پر دی ہے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا
بَلٰی یعنے کیا نہین ہون مین رب تمہارا کہا اونہون نے بیشک ہے
اور عقلاً و نقلاً معلوم ہوتا ہے کہ امور فضائل انبیا و ائمہ کے واسطے گو مخصوص
ہین مگر انبیا اور ائمہ بھی انسان ہین چنانچہ فرمایا حق تعالی نے اپنے حبیب کو

سے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یعنے کہہ تو مین ایک آدمی ہون مثل
تمہارے اس سے خلقت انسانی ایک طرح پر ثابت ہوگئی اب باقی ہے تفریق
خاص و عام پس خاص وہ ہے کہ خدا جو حکم کرے اوسکا اتباع اور اظہار کرے
وہ نبی ہے اور اونہین احکام کو شریعت کہتے ہین اور اوسکے حالات معجزات
اور اگر کوئی شخص خلق کو طلب کر کے ہدایت کرے یا نہ کرے مگر مطیع فرمان آلہی
ہو اوسکو ولی کہتے ہین اور اوسکے حالات کو کرامات چنانچہ اسکا ذکر اوپر گذر چکا
ہے کہ نبوت دادآلہی ہے اور ولایت محنت و ریاضت سے متعلق ہے مگر یہ ضرور
نہین کہ جو کنوان کھودے وہ اوس کا پانی بھی پیئے جو راہ چلے وہ منزل مقصود
پر بھی پہونچے جو باغ لگائے اوسکا پھل بھی کھائے شاید درمیان مین موت
آجائے غرضکہ جو کام جیسا معزز ہوتا ہے اوسکا حصول بھی ویسا ہی مشکل ہوتا
ہے اور امامت کا درجہ ولایت سے دشوار تر ہے مگر انسان کو چاہیئے کہ جس
کام کے انجام دینے مین مشغول ہو اوسکو کئے جائے گھبرا کر چھوڑ نہ دے
کیونکہ اتمام اوس کا منجانب اللہ ہے۔

علاج زنگ

کے صاف کرنے کا یہ ہے کہ توبہ و استغفار کی صیقل کرکے آئندہ کیواسطے
ایسی احتیاط کرے کہ شہوت اور غضب کی ہوا نہ پہونچے اور جب تک یہ ہوا
اوسکو پہونچتی رہے گی زنگ کا صاف ہونا معلوم بلکہ بعد صفائی کے پھر یکدم

ہوجائے گا ذرا غور کرکے انسان دیکھے تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ تمام
احکام شریعت بالاجمال واخل حکمت ہین جسکی تفصیل قدرت انسانی سے
خارج ہے مگر جو اسکے عامل ہین وہ مکاشفات غیبی سے بھی متاثر ہوتے ہین
اور عجیب وغریب لطف اوٹھاتے ہین حکما کا قول ہے کہ جس طرح مزاجون
مین اختلاف وتفاوت ہے کہ دو شخص ایک مزاج کے نہین ہوتے اور دو
آدمی بھمہ جہت ہمشکل نہین ہوتے یہانتک کہ ہزار آدمی اگر ایک جلسہ مین جمع
ہون تو ہر ایک کا رنگ روپ صورت وشکل خط وخال علیحدہ علیحدہ ہوگا جس سے
ہر مفرد جُدا جُدا پہچانا جاتا ہے اور دوسرے افراد حیوانات مین اس قدر
اختلاف نہین دیکھا جاتا اسکی وجہ یہی ہے کہ افراد انسان کو انواع اقسام
کے ادراکات اور تصورات اللہ جل شانہ نے عطا فرمائے ہین اور طرح طرح
کے کیفیات اور لذاید مختلفہ نفسانی سے اوسکو محظوظ کیا ہے اور ہر کیفیت
مین ایک خاصیت جداگانہ رکھا ہے جیسے کیفیت فرحت بمقابل غضب
اور کیفیت سرور بمقابل حزن پہچانی جاتی ہے ویسی ہی اخلاق بھی اپنے
اپنے انواع پر ثابت ہوتے ہین اسی طرح اخلاق بھی نفوس مین مختلف ہین
مگر افسوس ہے کہ اُمرا کو لذت دنیوی نے ایسا اپنا مطیع کرلیا ہے اور اوسمین
ایسے محو اور منہمک ہورہے ہین کہ ابواب حسن اخلاق کو بالکل بند کردیا ہے
اور [illegible] اخلاقی کا بلا لحاظ آئندہ [illegible] لیا ہے اور طریق استعمال [illegible]

ناگوار و مکروہ بتا لیا ہے اور نہین سمجھتے کہ ہمارے اطوار سے ہمارے ہمجنس
نفرت کرتے ہین اور جو اون سے اختلاط وارتباط رکھتے ہین دو حالت سے
خالی نہین یا خود غرض ہین کہ اپنا کام نکالنے کے لئے خوشامد کرتے ہین یا اونکے
ہمطریق اور ہم مذاق ہین کہ مفت کے مزے اوڑاتے ہین اِن دونون قسم کے
لوگون سے حکام اور اُمرا کو احتراز کرنا چاہئے۔ انہین لوگون کی نسبت
حدیث شریف مین آیا ہے کہ یہ لوگ بطانۃ السُّوء ہین یعنے اُمرا کو بُرے
کامون کی طرف رغبت دلاتے ہین۔ اور اخلاق وجاہت ظاہری پر خلاف
مروت وآدمیت ہے۔ شرط اخلاق یہ ہے کہ جس طرح آفتاب کی روشنی عام
وخاص پر یکسان پڑتی ہے اسی طرح شایان اخلاق یہ ہے کہ ادنی واعلی کے ساتھ
مساوی اخلاق کیا جاوے ہان بزرگ کے ساتھ جو تعظیم وتکریم مین تفاوت
ہو وہ قابل اعتراض نہین کیونکہ وہ شق بزرگی کی علیحدہ ہے مگر اخلاق مین
یہ لحاظ ضرور ہے کہ کرم سے کوئی محروم نہ رہے حدیث ہے کہ لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَلَوْ
جَاءَ عَلٰی فَرَسٍ یعنے سائل کے واسطے حق ہے گو وہ آئے گھوڑے پر اور
اوس سے مراد یہ ہے کہ سوال سائل کا رد نہ کیا جاوے اور بعض روایات مین
آیا ہے کہ جو سائل کو محروم کرتا ہے اوسکے مکان مین فرشتۂ رحمت ایک
ہفتہ تک نہین آتا جسکے دروازہ پر سائل آئے اور سوال کرے اوسکو خوش
ہونا چاہئے کہ سائل ہمارے دروازہ پر بلا طلب آیا اور جو کچھ ہمسے پایا ہمارے

واسطے خزانہ آخرت مین جمع کیا ہر آئینہ سلوک کرنے سے زیادہ عمدہ کوئی شئے نہین
فرمایا رسولخدا نے بچو تم جہنم سے آدہا ہی خرما دیکر اور چونکہ انسان بد اخلاقی سے سنگدل
اور رحمت خدا سے محروم ہوجاتا ہے اس لئے اوس سے پرہیز واجب ہے
حدیث مین آیا ہے کہ جو رحم نکرے اوسپر رحمت نہین نازل ہوتی اور یہ علی العموم
سبکو معلوم ہے کہ زمانہ عمر کی تین حالتین ہین۔ ماضی۔ حال۔ مستقبل۔ ماضی
وہ ہے جو حصہ عمر کا گذر گیا اور وہ پھر ہاتھ آنے والا نہین۔ اور حال زمانہ موجود
کو کہتے ہین پس انسان اپنے کردار اور افعال زمانہ گذشتہ پر غور کرکے افعال
قبیح سے مجتنب ہو اور کار خیر کیطرف متوجہ ہو اسی وجہ سے کلام آلہی مین قصص ماضیہ
کے بیان ہوئے ہین تا لوگون کو عبرت ہو اور سمجھین کہ دنیا ناپائیدار ہے
اسکا کیا اعتبار ہے اور نام نیک ہمیشہ کے واسطے یادگار رہے۔ ؎

مال دمنال وجاہ نہین کوئی چیز ہے — چھوڑے جو نام نیک وہی باتمیز ہے

اور یہی آثار حیات جاودانی کے ہین کیونکہ انسان کی زندگی دو قسم کی ہے ایک
جسمی دوسری روحی۔ جسمی تو یہ ہے کہ جسد اور روح کے ساتھ دنیا مین موجود
رہنا اور روحانی وہ ہے کہ بعد فنا ہونے جسد کے اوسکو نیکی کے ساتھ یاد کرین
اسکو ضرور دنیا مین قیامت تک بقا ہے جیسے حاتم کی سخاوت اور نوشیروان
کی عدالت زبان زد خلایق ہے ؎ سعدیا مرد نکونام نمیرد ہرگز ٭ مردہ آنست
کہ نامش بنکوئی نبرند ٭ اور مستقبل زمانہ آئندہ کو کہتے ہین جو پردہ غیب

مین مخفی ہے اور نہین معلوم ہوتا کہ کل کیا ہوگا فرمایا حق سبحانہ تعالی نے
وَمَا تَدْرِی نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا یعنی نہین جانتا کوئی نفس کہ کل کیا کرے گا اسکے
واسطے بہی زمانہ حال مین وہ اسباب مہیا کرے جس کا حکم خدا اور اوسکے
رسول نے دیا ہے اور جو دین و دنیا دونون کے لئے مفید ہے عام خلق اللہ
کو عموماً اور اہل قدرت کو خصوصاً واجب ہے کہ بعد ادائے حق نعمت آلہی تمام
اہل حق کے حقوق ادا کرے کہ دنیا مین سبب نیکنامی اور باعث ازدیاد دولت
ہے اور عقبا مین موجب نجات وسعادت ہے ترسم آن قوم کہ بردردکشان
می خندند + برسر کار خرابات کنند ایمان را + یار مردان خدا باش کہ
در کشتی نوح + ہست خاکے کہ بہ آبے بخرد طوفان را + سچ یہ ہے کہ جس مین
اخلاق ہوتا ہے اوس کا جوش وخروش ہر معاملہ مین ایسا پختہ ہوتا ہے
جس مین کبہی اور کسی حالت مین کمی نہین ہوتی اور مثل تارِ نظر کے اوس کا
اثر قلب پر پڑتا ہے جیسے چراغ کی روشنی کہ وہ کتنی ہی دور ہو مگر ہو آنکہہ
کے سامنے تو تارِ نظر اوسکی شعاع کو قریب کر دیتا ہے اسی طرح محبت کا لگاؤ
جو اخلاق کا صلہ ہے باطن مین اس استحکام سے جاری رہتا ہے کہ اوسکو
مفاسد ظاہری کبہی نہین روک سکتی اور ایک تار اور ہے جو قدرت کا ملہ
سے لیکر انسان کے قلب تک مسلسل ہے اور صاحبدل کو اوس کی حرکت
علے الاتصال محسوس ہوتی ہے اور وہی حرکت باعث تحریک کار نیک ہے

اور مانع کار بد اور انسان کے اخلاق حسنہ جیسے بڑھتے جاتے ہین ویسی ہی
حرکت قلبی کو ترقی ہوتی ہے یہانتک کہ نوبت بالہام پہونچ جاتی ہے اور معصیت
اوسکی ضد ہی جو اسکو کم کرتی ہے اور آخر مین کثرت معدوم کردیتی ہے اور
غفلت بڑھ جاتی ہے اور یہی غفلت محبت کا ذبہ اور تصنع کو پیدا کرتی ہے
جس مین اغراض ذاتی شامل ہوکر محبت صادقہ کو معدوم کردیتے ہین فسق و
فجور اسی کی دو شاخین ہین۔ فسق بالکسر کے معنی ہین (حق اور دین سے
دور ہونا حکم خدا کی تعمیل نکرنا امر حق کو ترک کرنا راہ راست کو چھوڑنا) اور فجور
بالضم کے معنی مین (پھاڑنا دیانت کے پردہ کو اور محل میل الی الفساد پر بولا
جاتا ہے معاصی پر آمادہ ہونے پر کہا جاتا ہے) قَالَ الرَّاغِبُ اَصْلُ الْفَجْرِ الشَّقُّ فِي الْفُجُورِ
شَقُّ سِتْرِ الدِّيَانَةِ وَيُطْلَقُ عَلَى الْمَيْلِ إِلَى الْفَسَادِ وَعَلَى الْاِنْبِعَاثِ فِي الْمَعَاصِي وَهُوَ اِسْمٌ جَامِعٌ لِلشَّرِّ
بس جب انسان صفات محبت صادقہ سے واقف ہوجائے اور اس
راستہ پر قدم رکھے تب اوسکو چاہیے کہ اگر منزل مقصود پر نہ پہونچ سکے
تو راہ مین بھی تھک کر نہ بیٹھ جائے بلکہ اپنی طاقت و قوت کے موافق جہانتک
چل سکے وہین قدم چلے اور جتنی راہ اس منزل کی طے کی ہو اوس پر قائم رہنے
کی کوشش کرے تاکہ پھر اوس مرکز پر نہ لوٹ آئے جہان سے چلا تھا اگر اتنا
ضبط کرلے اور اس جادہ نیک کو نہ چھوڑے تاہم امید کامیابی ہے مگر افسوس
تو یہ ہے کہ بہت سے اصحاب و احباب اخلاق کے صفات سے بھی واقف

نہین چہ جائیکہ اخلاق کے مالہ وما علیہ کو سمجھنا اور اوس کا نتیجہ نکالنا اور عمل کرنا با اینہمہ کہ ہر شخص خود جانتا ہے کہ ہر کام کا مال اوس کام کے کرنے سے معلوم ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص کھیت نہ جوتے اور اوس مین تخم ڈالدے یا وقت پر آبپاشی نہ کرے یا زراعت کی نگہداشت اور حفاظت نہ کرے تو اوس کا نتیجہ سوا پریشانی اور خسارہ کے کیا ہے یہی حال بعینہ اخلاق کا ہے اوسکو کر دا ور دیکھو کہ اللہ تعالے اوسمین برکت دیتا ہے یا نہین اور اخلاق کچھ روپیہ پیسہ ہی دینے کا نام نہین ہے بلکہ مسلمانون کی راہ سے کنکر پتھر کانٹا وغیرہ علیحدہ کر دینا اون کو الفت کی نظر سے دیکھنا اون کا نقصان مثل اپنے نقصان کے سمجھنا نمازیون کے رستے سے نجاست کو ہٹا دینا عین اخلاق اور داخل نیکی ہے بلکہ صدقہ دینے کے برابر ثواب ہے۔ حدیث مین آیا ہے کہ حسن خلق درجہ قائم اللیل اور صائم الدہر کا رکھتا ہے پس انسان کو چاہئے کہ اگر اخلاق مین پورا نہین ہو سکتا تو بہائم کی طرح بھی نہو جائے کہ نیک و بد زشت و زیبا مین فرق نکر سکے عام اس سے کہ سلطان ہو یا پاسبان امیر ہو یا فقیر حاکم ہو یا محکوم اعلے ہو یا ادنے منعم ہو یا غریب حکیم ہو یا طبیب عاقل ہو یا غافل فاضل ہو یا جاہل شریف ہو یا رذیل سب پر متابعت احکام احکم الحاکمین واجب و فرض ہے اور یہ بات سمجھنے اور غور کرنے کے قابل ہے کہ تمام سلف صالحین اور بڑے بڑے

فضلاء وکملانے اپنے اوقات عزیز کو اخلاق کے پھیلانے مین صرف کیا بلکہ عمر
کو اسکے اجرا مین بسر کر دیا کسی نے قرآن جمع کیا کسی نے اوس کا ترجمہ کیا
کسی نے اعراب لگائے تاکہ کم علم غلط نہ پڑہین اور معنی ومطلب کو باسانی سمجہ سکین
علم فقہ کو مدون کیا تمام مسائل قرآن وحدیث سے استخراج کئے اپنے امکان
تک جن مسائل مین نص نہ ملی نہایت احتیاط سے اجتہاد کیا حدیث کے متعلق ایک
فن اسماء الرجال کا مرتب کیا جس سے احادیث کا صحیح اور موضوع اور ضعیف
اور موقوف اور مقطوع ہونا ظاہر ہو گیا اور واقعی یہ ہے کہ اس امر خاص
مین اہل اسلام کا حصہ ہے جو لوگ تاریخ سے ماہر ہین وہ جان سکتے ہین
کہ اہل اسلام کے محدثین نے جس کوشش اور محنت کے ساتھ اپنے
نبی علیہ السلام کے افعال واقوال نقل کر کے مرتب کیا ہے دنیا مین کبھی
کسی نے اپنے پیغمبر کے حالات اس طور سے نہین نقل کئے پھر اونکی ادنے
کوشش کو دیکھو کہ صرف ایک ایک حدیث کے واسطے ہفتون اور مہینون
کی راہ کا سفر اختیار کیا۔ امام بخاری نے لکھا ہے وَرَحَلَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ مَسِيرَةَ
شَهْرٍ إِلَى عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ أُنَيْسٍ یعنے سفر کیا جابر ابن عبد اللہ نے ایک مہینے کی راہ کا عبد اللہ
ابن اونیس تک ایک حدیث کے واسطے پھر علماے کرام وقتاً فوقتاً کتابین
مفید تصنیف کرتے چلے آئے یہ سب امور اخلاق ہی کے انواع وافراد ہین۔
حکماء نے اخلاق کے رسالے لکھے جس سے اس زمانہ مین مسلمانان کم علم کو بڑا

فائدہ ہوا اور اخلاق کی عمدگی سبکے ذہنون مین راسخ ہو گئی اور سب نے بالاتفاق اخلاق کو پسند کیا اور اسی کو لطف زندگی سمجھا۔ جو انسان ثروت اور دولت کو باعث سرور زندگانی و راحت جاودانی سمجھتا ہے وہ غلطی کرتا ہے ۔

نظم۔ دولت سے پھری پھرتی ہے شمع آبا محال ۔ اس مئے مرد آزما کی ہی بہت مشکل سنبہال

باد صرصر آگ کو اسطرح بہڑکاتی نہین ۔ جسطرح جذبات نفسانی کو بہڑکاتا ہے مال

سواے اسکے اہل ثروت کو کبھی تسکین نہین وہ ایسے افکار و ترددات مین سیر کرتے ہین، جو خلاف اخلاق کے ہے ۵ اخلاق نکو ہست شیوۂ حق آگاہ + گفتند نبی تخلقوا باخلاق اللہ + خوشتر زہمہ صفات اخلاق خوش است + عادات پیمبران بران ہست گواہ + مگر افسوس ہے کہ اس زمانہ مین اکثر حضرات تمام علوم اخلاقیہ اسلامیہ کو چھوڑ کر تعلیم انگریزی کو مقدم جانتے ہین اور انگریزی تہذیب کو تقدیر کے خزانہ کی کلید قرار دیتے ہین اور اپنے سکوت اور عدم توجہی کو حسن خلق سمجھتے ہین ۵ اب طریق معاشرت ہی عجیب + کبر و نخوت ہے معنئ تہذیب + اس مین شک نہین کہ علم انگریزی بھی علم ہے اور علم کا جاننا ہر طرح مناسب ہے مگر اپنے تمام علوم کو متروک کرکے صرف اسیکو پڑہنا اور پڑہوانا بہت نامناسب ہے ۵ خدا کو علم سے ہم جانتے ہین + نبی کو ہم اسی سے مانتے ہین + نئے تعلیم نے پر سبکو کھویا + جسے دیکھو وہ دنیا کا ہے جو یا + یہ اسی تعلیم حالیہ کا صدمہ ہے اور جہانتک دیکھا جاتا ہے

تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو محض انگریزی خوان ہین اون مین نہ اخلاق ہے نہ رحم دلی نہ حمیت جتنے خیلات شائستہ انسان کے واسطے ضروری ہین وہ سب بدل جاتے ہین اور وحشت آجاتی ہے اور مذہب و اخلاق کا تو نام بھی نہین رہتا چھوٹون کو دیکھئے تو بڑون کا ادب اور بزرگ خوردون کا لحاظ نہین کرتے

کچھ بزرگون کا احترام نہین غیر کیا باپ کو سلام نہین

خوب تہذیب نفس شوم ہوئی واہ کیا رونق علوم ہوئی

جس کو دیکھئے آزادانہ خیالات پر مرتا ہے کرسی ومیز لگانا چھری وکانٹے سے کھانا اسکا خیال نہین کہ ہمارے والدین غریب ہین ہمارے واسطے یہ سامان کہان سے لائین باپ اگر کسی قسم کی حرفت کرتا ہی تو اون کو اوس سے عار و ننگ غرضکہ جسکو دیکھو مطلق العنان جس کی گفتگو سنو آزادانہ بیان نہ اوامر پر نظر نہ نواہی سے حذر تحریر مین بے باکی تقریر مین شوخی وضع و حرکت مین بے تمیزی مخدرات کے پردہ مین بے پردگی نشست و برخاست مین گستاخی ہر بات مین لاف وگذاف انکسار سے قطعی انحراف سے ابتدا ہوگئی جب اونکی خراب ہے پھر خطا مین کہان امید صواب + اب کہان دین کی وہ دلسوزی + اوٹھ گئی ہے عقائد آموزی + انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو ابتدائی تعلیم انگریزی سے کوئی فائدہ نہین ہان بعد پڑھانے علوم مروجہ مذہبی کے اگر انگریزی بنظر فائدہ دنیوی پڑھائی جائے تو مضائقہ نہین —

قطع نظر اسکے علم شئے بہ از جہل شئے اور ملازمت سر رشتہ انگریزی کے لئے
کار آمد کیونکہ انگریزون نے نوکری کے واسطے منڈل کی شق لگادی ہے گو
رزق کو اللہ جل شانہٗ نے کسی شرط کے ساتھہ مشروط نہین کیا آدمی خدا کی
نا فرمانی کرتا ہے اوسپر بھی وہ کھانے کو دیتا ہے اور نوکری پیشہ کے
واسطے منڈل پاس ہونا کوئی عمدہ نمونہ لیاقت کا نہین ہے نوکری
پیشہ والے مین ان صفات کا ہونا چاہئے **اول** مستعد و ہوشیار
دوم حاضرباش و وفادار **سوم** مطیع و فرمان بردار **چہارم** باجمیت
وکارگذار **پنجم** دیانت دار ان صفات کے انسان کو حکام منصف
والانق خود تلاش کرتے ہین اور نوکر رکھتے ہین اور جلد جلد ترقی پر ترقی
کرتے ہین مگر ہان وہ حکام جو خود متدین نہین وہ غیر محتاط ماتحت کو پسند
کرتے ہین یہان تک کہ جب وہ ایک جگہہ سے تبدیل ہوتے ہین تو اپنے
اہل کار مانوس کو بھی اپنے پاس بدل لیتے ہین اور اونکو ذریعہ جلب
منفعت ناجائز کا گردانتے ہین اور چونکہ یہ طریق دونون قسم کے حکام متدین
اور غیر مین اکثر جاری ہے اس قسم ثانی پر ظاہری اعتراض حکومت اعلے
سے نہین ہوتا مگر روزمرہ کی کارروائی دونون قسم کے حکام کی تفریق کردیتی
ہے اور کسیکے عالی الضمیر کو مخفی نہین رکھتے اس واسطے والیان ملک کو
بہت تعمق کے ساتھہ سمجھنا چاہیئے کہ دریافت چگونگی حالات اور ادراک

معاملات کے واسطے یہ دو آنکھین جو اللہ جل شانہ نے ہر بنی نوع کو عنایت
فرمائی ہین گو کافی ہین مگر ان کے تحت مین بہت سی نظرین تیار رہین کہ یہ
آنکھین اونکی اعانت سے اپنا کام بخوبی کرین یعنے مہمات ملکی بجالانے کے
لئے اہلکار ہوشیار و دیانت دار و نیک سرشت و بلند ہمت و باحمیت
جمع کئے جائین کیونکہ انتظام مملکت اخبار اطراف و اکناف و ادراک
صورت حال رعایا پر منحصر ہے اور معتمدین جب خود غرض ہوتے ہین تو وہ
اون خبرون کو جو اونکے منافی ہین مخفی کرتے ہین جس سے ملک مین بدنظمی
اور حاکم اعلی کی بدنامی ہوتی ہے پس حکومت اعلی کو واجب ہے کہ ایسے
عہدہ دارون کو جو عمل منصبی مین غفلت کرتے ہین یا اخبار واجب الاطلاع
کو پوشیدہ کرتے مین کوشش کرتے ہین اون کو فوراً معزول و برطرف
کرے۔ اسی طرح اشرار کو سزا نہ دینا باعث خرابی ملک و انتظام ہے۔ اور
ادنے کو بڑہانا اور اونکی ترقی مدارج کرنا نمونۂ زوال نعمت ہے اسموقع
پر کسیکا یہ قول نہایت موزون ہے زَوالُ الدَّوْلَةِ بِارْتِفَاعِ السِّفْلَةِ
یعنے جانا دولت کا کمینون کے مراتب بڑہانے مین ہے اس واسطے
امیر کو چاہئے کہ ادنی لوگون کو ترقی دینے اور صحبت مین داخل کرنے سے
احتراز کرے اور بجاے ادنی کے شرفا کی ترقی مراتب و مناصب کرے
جس سے ترقی دولت متصور ہے انہین لوگون کو حدیث مین بطانۃ الخیر

فرمایا ہے اور شریفون سے سوا خیرخواہی کے کوئی امر کورنمکی کا ظہور میں نہین
آتا کیونکہ کُلُّ شَیٍٔ یَرجِعُ اِلیٰ اَصلِہٖ یعنے ہر چیز رجوع کرنیوالی ہے اپنی اصل کیطرف
پس کمینہ اپنی اصل کی طرف رجوع کریگا اور شریف اپنی اصل کی طرف ۔
شریف علی العموم وہی ہے جو عالی نسب اور عمدہ حسب ہو بادشاہ روم نے
جب رسول خدا کے حالات استفسار کئے تو پہلا یہی سوال تھا کَیفَ نَسَبُہٗ فِیکُم
جواب دیا ذو نسب یعنے صاحب نسب ہے اس سے معلوم ہوا کہ حسب و نسب
اعلی درجہ اور مرتبہ کی چیز ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جس درخت کا پہل
کا تمر تلخ ہوتا ہے اگر اوسکو باغین لگاؤ اور آب شیرین کے عوض شیر و شکر سے سینچو
تو تلخ ہی پہل لائے گا اور جو درخت شیرین ہے وہ ہر زمین پر شیرین ہی ثمر لائیگا
اور تجربہ سے معلوم ہوا کہ جسنے کمینہ کے ساتھ نیکی کی اوسنے آخر مین ضرور اپنے
محسن کے ساتھ بدی کی اور یہی کمینگی کی شناخت ہے ۔ ان کل امور پر نظر
کرکے والیان ملک کو واجب ہے کہ جہان تک ممکن ہو اپنے اہل قرابت
سے جو لائق ہے اوسکو وزیر کرین کہ عزیز سے زیادہ ہمدردی کرنیوالا
اور مشکل کے وقت کام آنے والا نہین نہ ہر جزئیات اور کلیات پر نظر رکھنے
والا چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی حق تعالی سے یہی دعا کی تہی کہ میرے
بہائی ہارون کو میرا مددگار بنا اس سے بخوبی ثابت ہوا کہ وزارت کے لئے
اہل قرابت نہایت موزون صفت ہے ہر آئینہ تقرر وزارت مین نہایت احتیاط چاہیئے

فرمایا رسول خدا نے من ولی منکم عملاً فاراد اللہ بہ خیرا جعل لہ وزیرا صالحا ان نسی ذکرہ وان ذکر اعانہ یعنے جب امیر پر اللہ رحم فرماتا ہے تو اوسکو وزیر نیک عطا کرتا ہے کہ اگر کوئی امر امیر بھول جائے تو وزیر یاد دلا دے اور اگر یاد ہو تو اوسکی مدد کرے اوسکے پورے ہونے مین پس اچھے وزیر کا ہونا ضرور ہے کیونکہ مدار انتظام ریاست وزارت سے متعلق ہے چنانچہ بزرجمہر نے اپنے کارنامہ مین لکھا ہے کہ وزیر مین گیارہ خصلتین ہونا لوازمات وزارت سے ہین اول یہ کہ اپنی خدمت مفوضہ کے انجام مین سرگرم ہو دوم بیدار مغز ہو اور قبل از وقت اپنے کو تھکا مین نہ ڈالے سوم جو کام سخت پیش آئے اوسکو دلیری اور جوانمردی کے ساتھ انجام دے چہارم ملازم اور عہدہ دارون سے جو نیک کام ہمت اور حمیت کے ساتھ ظہور مین آئے اوسکے مکافات سے اون کے دل خوش کرے پنجم رعیت کے حال سے غافل نہو اور حوادث زمانہ پر ہمیشہ آمادہ رہے ششم کسی کام مین حق سبحانہ تعالی کو نہ بھولے اور قواعد عدالت کو نہ چھوڑے اور حق تعالی جس امیر سے ناخوش ہوتا ہے اوسکو وزیر با تدبیر نہین دیتا اور جو وزیر صفت راستی سے آراستہ ہوتا ہے وہ سچا مددگار امیر کا ہوتا ہے ہفتم حق کی جانب رجوع کرنا یہ خصلت سب خصلتون پر مقدم ہے کیونکہ جو حق پر نگاہ رکھے گا وہ ضرور پہلے اپنے حال کی حفاظت کرے گا اور ناشائستہ کامون سے احتراز کرے گا ہشتم جس کام کو

شروع کرنا چاہئیے اوس کے انجام پر خوب غور کرلے تا آخر مین پشیمانی نہو
نہم کفایت شعار ہو تاکہ مصالح دولت کے واسطے اس سے عمدہ کوئی
بات نہین اور بادشاہ کے راز کو مخفی رکھنا دہم جہان تک ہو سکے بندگان خدا
کے ساتھ احسان کرے یازدہم حاجت روائی محرومان و امیدواران مین
سعی بلیغ کرتا رہے تاکہ رئیس اور ریاست نیکنام رہے اور ترقی دولت
روزافزون ہو اسی طرح ارسطاطالیس نے بادشاہون کی چار قسمین بیان
کی ہین ایک وہ کہ اپنی ذات اور نیز رعایا کے حق مین سخی ہو دوسری وہ
کہ اپنی ذات کے واسطے سخی ہو اور رعیت کے حق مین بخیل تیسری وہ کہ
رعیت کے ساتھ سخی ہو اور اپنی ذات کے واسطے ممسک چوتھی وہ کہ اپنی ذات
اور رعیت دونون کے حق مین لئم ہو چنانچہ قسم اول کو تمام حکما متقدمین
نے بالاتفاق پسند کیا ہے کیونکہ قید احسان سے بڑھ کر کوئی قید نہین اور
محل اس کا دل ہے جو بادشاہ تمام اعضا و جوارح کا ہے پس جب سلطان
دل مقید ایک قاعدہ حسنہ کا ہوا تو تمام اعضا و جوارح جو دل کے خدم و حشم
مین پابند ہوے اسی طرح بادشاہ ظاہری کو جس طرف زیادہ میلان ہوتا ہے
اوسی طرف رعایا اور ملازمان کی بھی رغبت ہوتی ہے اور اوسی کا چرچہ و
رواج ملک مین ہو جاتا ہے اور تمام منتظمان ریاست ویسا ہی کام کرنے
لگتے ہین چونکہ حکما نے درجہ اول مین سخاوت کو پسند کیا ہے یہ مقدمہ

نہایت نازک ہے جس مین حق تلفی اہل حقوق کی ہوتی ہے اور اسراف کا گمان کیونکہ جب ہارون رشید کو حکومت ملی تو خلیفہ نے خزانون کے دروازے کھولدیے اور جو مسلمان مبارکباد کو آیا اوس کو انعام و اکرام سے مالامال کردیا ہارون قبل خلافت عابدون اور زاہدون کا ہمنشین رہتا تھا اور سفیان ثوری سے واسطہ برادرانہ دینی رکھتا تھا اور سفیان کو بھی ہارون سے الفت تھی مگر سفیان نے جب خبر اوسکی خلافت کی سنی تو ایک قلم ملاقات ترک کردی اور ہارون اونکی ملاقات کا مشتاق تھا ایک خط شوقیہ سفیان کو باین مضمون تحریر کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط ہے بندہ خدا ہارون رشید کی طرف سے طرف سفیان دینی بھائی اپنے کے آسکے بھائی میرے تو جانتا ہے کہ حق تعالے نے آپس کے بھائی چارہ کو کیا فضیلت دی ہے اور ہمکو جیسا رابطہ برادرانہ آپ سے تھا ویسا ہی حکم ہے اور نسبت ارادات جیسی آپ کی خدمت مین رکھتا تھا اب بھی ہے یہ بھاری بوجھ سلطنت کا جو حق تعالی نے میری گردن پر رکھدیا ہے اس نے ایسا مجبور کردیا ہے کہ مین آپ کی خدمت مین حاضر نہین ہوسکتا اور میرے دوستون مین سے کوئی ایسا نہین ہے کہ جو مجھے دیکھنے اور مبارکباد دینے کو نہ آیا ہو اور مین نے بھی خزانے اموال کے اون پر کھولدیے

پھر ایک کو انعام واکرام دیا اور آپ نہ آئے اشتیاق ملاقات کا بہت
سے ہے اور یہ خط نہایت شوق مین لکھا ہے اور آپ جانتے ہین کہ مومن کی ملاقات
اور صحبت مین کیا فضیلت ہی امید ہے کہ مجرد ملاحظہ اس خط کے جلد آؤ اور
توقف نکرو والسلام۔ اور خط کو لفافہ مین رکھکر عباد بامے ایک شخص کو دیا اور
کہا کہ کوفہ کو جا اور کوچہ بنی ثور مین یہ خط سفیان ثوری کو دے اور جو کچھ
تو اون سے سُنے حرف بحرف یاد رکھنا اور مجھسے آکر بیان کرنا عباد کہتا ہے
کہ مین وہان پہونچا اور مسجد مین گیا دیکھا کہ سفیان بیٹھے ہین اور ایک جماعت
اون کے گرد حلقہ کئے ہے جب نظر سفیان کی میرے اوپر پڑی تو گھبرا کر
اوٹھ کھڑے ہوے اور کہا اَعُوذُ بِاللّٰہِ السَّمِیعِ الْعَلِیمِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ
وَاَعُوذُ بِکَ اللّٰھُمَّ مِنْ طَارِقٍ یَطْرُقُنَا اِلَّا طَارِقٌ بِخَیْرٍ یعنے پناہ مانگتا ہون
اللہ سُننے والے اور جاننے والے کی شیطان مردود سے اور پناہ مانگتا ہون
ساتھ تیرے اے اللہ آنے والے سے کہ آئے ہمارے پاس مگر آنے والا
ساتھ خیر کے اون کے اس کلمہ سے میرے دل مین بڑی تاثیر کی اور پھر مین
مسجد کے باہر آیا اور سفیان نماز مین مشغول ہوئے مین نے گھوڑے کو
مسجد کے دروازہ پہ باندھا اور پھر اندر آیا تو سفیان نماز سے فارغ ہو چکے
تھے مگر میری طرف اونہون نے نگاہ نہ کی اور نہ بیٹھنے کا اشارہ کیا مجھپر اونکی
ہیبت غالب تھی مین نے خلیفہ کا خط اون کے سامنے رکھدیا اور بیٹھ گیا

سفیان نے اپنے ہاتھ مین رومال لپیٹا اور خط اوٹھا کر اوس جماعت مین سے
ایک شخص کو دیا اور کہا کہ پڑہو۔ مین پناہ مانگتا ہون خدا سے کہ چہوؤن مین اوس
چیز کو جسنے مس کیا ہو ایک ظالم نے جب خط کا مضمون سُن چکے تو کہا کہ اس خط کی
پشت پر لکہو لوگون نے عرض کیا کہ حضرت وہ خلیفۂ وقت ہے اگر دوسرے
کاغذ پر ہم لکہین تو بہتر ہو گا کہا لکہا اسی کی پشت پر اگر یہ کاغذ وجہ حلال سے
ہے تو جزا اسے خیر پائے اور اگر وجہ حرام سے ہے تو اوس کو عذاب ہو گا
اور مین اسپر اسیواسطے لکہاتا ہون کہ جس چیز کو ظالم نے چہوا ہے
ہمارے پاس نرہے اور ہمارے دین کو خراب نکرے لوگون نے عرض کیا
کہ ہم کیا لکہین کہا لکہو بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط ہے بندہ مردود سفیان بن
سعید کا طرف اوس بندہ کے جو مغرور ہے ساتہہ آرزون کے اور نام اوسکا
ہارون رشید ہی اور سلب کی گئی ہے اوس سے حلاوت ایمان کی بعد اس کے
معلوم ہو تجکو کہ مین نے قطع کیا تجسے ملنا اور بیزار رہوا مین تیری دوستی سے
اس لئے کہ تو نے آپ اپنے اوپر گواہ کیا مجہکو اور حاضرین مجلس کو اپنی (۱)
پر کہ لکہا تو نے کہ کہولے مین نے دروازے بیت المال کے مسلمانون کے
لئے اور خرچ کیا مین نے مال اون پر بغیر حق کے اور صرف کیا مین نے غیر مصرف
مین اور اکتفا نہ کیا تو نے اس خطا پر کہ کی تو نے بلکہ مجکو بہی گواہ کیا تو نے جان تو
کہ مین اور یار میرے گواہی دینگے فردا ے قیامت کو آگے خدا تعالیٰ کے

اوس چیز پر کہ کی تونے اے ہارون رشید صرف کیا تونے مال مسلمانون کا بغیر اونکی
رضا کے آیا راضی تھے تیرے اس فعل سے فقرا ومساکین اور مجاہدین فی سبیل اللہ
اور مسافر یا راضی تھے حفاظ اور اہل علم اور یتیم کیونکہ بیت المال مین ان سب
کا حق تھا تو کون تھا اپنی نمود اور نام کے لئے دینے والا کیا ان سب سے
اجازت چاہی تھی اے ہارون رشید لپیٹ اپنا دامن اور تیار ہو جواب
اس سوال کے لئے اور تدبیر کر اس بلا کے لئے کہ اوترے تجھپر اوس وقت
کہ کھڑا کرین تجکو آگے حاکم جل جلالہ کے اے ہارون سلب کی گئی تجھہ سے
حلاوت علم وزہد کی اور لذت قرآن کی اور ہمنشینی نیکون کی اور راضی ہوا
تو اسپر کہ ظالم ہو بلکہ ظالمون کا پیشوا اے ہارون تخت پر بیٹھا تو اور جا در
تکبر کی اوڑہی تونے اور اپنے دروازہ پر پردہ عزت کا کھینچا تونے مشابہت
کی رب العزت کے ساتھہ ظالمون کو اپنے دروازہ پر بٹھایا تونے تا لوگون پر
ظلم کرین او ہود ادب انصافی کی دین آپ چوری کرین اور چورون کے ہاتھہ
کاٹین خود شراب پئین اور لوگون پر حد شراب کی مارین آپ زنا کرین
اور خلق پر حد جاری کرین نہین جانتا ہے تو کہ ان سب کا گناہ تجھپر ہوگا
اے ہارون یاد کر اوس ساعت کو کہ پکارنے والا پکارے گا اُحْشُرُوا
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا یعنے جمع کرو اون لوگون کو کہ ظلم کیا اونہون نے اے
ہارون تیرے ہاتھہ اور گردن پر طوق ہوگا اور ظالم گرد تیرے ہونگے

اور تو آگے اور پیشوا اون کا ہوگا اور نیکیان تیری اور کی ترازو مین ہونگی
اور تیری ترازو مین بلا اور ظلم پر ظلم ہوگا اور کان رکھ میری نصیحت پر کہ مین نے
تیری نصیحت مین کچھ چھوڑا نہین اے ہارون خدا سے ڈر اور رعیت کے
ساتھ رعایت کر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی محافظت
کر اور سرداری کو سنوار کہ ملک دست بدست چلا جاتا ہے اگر اورون
پر باقی رہتا تو تجھ تک نہ پہونچتا بعض لوگون نے ایسا کام کیا کہ اخرت
مین مفید ہوا اور بعض کو دنیا مین اور بعض نے ایسا کیا کہ اپنے دین و
دنیا دونون کو غارت کیا اب تجکو چاہئے کہ پھر مجکو خط نہ لکھنا ورنہ جواب
نہ دیا جاے گا والسلام عباد کہتا ہے کہ جب یہ خط تمام ہوا تو بغیر لیٹے ہوئے
میرے سامنے پھینکدیا اور مُہر نہ کی خط کو مین نے لیا اور سفیان کی گفتگو سے
میرا دل سرد ہوگیا تھا مین نے کوفہ کے بازار مین جاکر باواز بلند کہا کہ ہے
کوئی ایسا جو مجھے خرید کرے لوگ درہم و دینار لائے مین نے کہا کہ یہ
میرے کام کے نہین ایک جبہ پُرانا صوف کا چاہتا ہون لوگ فوراً خرقہ
لائے مین نے لباس خلیفہ کا اوتار ڈالا اور پہنیا اور نہین لوگون کو دیدئیے
اور ہارون رشید کے دروازہ پر پیادہ پا آیا اور خلیفہ نے جب مجھے اِس
ہیئت سے دیکھا تو اٹھا اور پھر بیٹھ گیا اور اپنے سر اور مُنہ پر طمانچے مارنے
لگا اور وا ویلا شروع کی اور کہا اِنتفعَ الرَّسُولُ وَخَابَ المُرسِلُ یعنے فائدہ

اوٹھایا قاصد نے اور نا امید رہا بھیجنے والا۔ وہ خط بجنسہ مین نے خلیفہ کی طرف پھینکدیا خلیفہ نے نامہ کو پڑھنا شروع کیا اور انکھون سے آنسو نکلنے لگے اتنا رویا کہ تمام لباس اوسکا تر ہوگیا۔ راوی کہتا ہے کہ بعد اس کے ہمیشہ خط سفیان کا ہارون کے سامنے رہتا تھا اور بعد ہر نماز کے پڑھتا اور روتا تھا اور وقت مرگ تک اوس کا یہی معمول رہا۔ پس بادشاہ کے واسطے سخاوت ضرور ہے اور سخاوت مین اہل حقوق کا خیال واجب اور اسراف سے بچنا عین فرض۔ اب ناظرین کو معلوم ہونا چاہئے کہ اگلے عالمون کی یہ سیرت تھی اور اہل اللہ کی یہ حالت وعادت تھی کہ اجراے اوامر وانسداد نواہی مین کچھ بادشاہون کا پاس ولحاظ نکرتے تھے اور یہ سبب لا طمع اور متوکل علی اللہ ہونے کا تہا۔

طمع بند و دفتر حکمت بشوے طمع بگسل و ہرچہ خواہی بگوے

اسی طرح اگلے سلاطین بھی نصیحت بزرگون کی بگوش دل سنتے تھے اور اون کو اعزاز کی نظرون سے دیکھتے تھے اور اوسی طرح اوسپر عمل کرتے تھے حکما کا قول ہے کہ خرابی اور بربادی رعیت کی بسبب بدنیتی اور بداعمالی والی ملک کے ہوتی ہے اور والی ملک کی خرابی بسبب خرابی علما کے اور خرابی علما کی بباعث حب مال وجاہ کے ہوتی ہے اور جسپر حرص دنیا غالب ہو اوسکی نصیحت ارذال وادانی لوگون کو بھی اثر

نہین کرتی چہ جائیکہ بادشاہون اور بڑون پر بہرحال اس وقت مین کہ
زمانہ ایسے بزرگون اور ناصحون سے خالی ہے والیان ملک کو چاہیئے کہ
اپنے اعمال کا احتساب روزانہ خود کیا کرین تاکہ آفات ارضی وسماوی سے
محفوظ رہین - اس زمانہ مین جیسا پردۂ غفلت روسا، ملک پر پڑا ہے
شاید ویسا اور اقوام مین نہین کیونکہ وہ سواے عیش وعشرت کے
کسی انتظام ملکی کو خود نہین دیکھتے اور منتظمان ریاست اولٹا سیدھا جو بلا
غور وفکر اون کے ذہن مین آیا کر گذرتے ہین چنانچہ صریحًا دیکھا اور سُنا
جاتا ہے کہ جب کسی دولت مین ایک معتدبہ رقم خلاف موازنہ سالانہ کے
خرچ ہو جاتی ہے تو اوسکی کفایت کی یہ سبیل سوچی جاتی ہے کہ ملازمان کی
تنخواہون کو کم کرکے یا عہدون کو شکست کرکے اوسکی مکافات کرین حالانکہ
یہ تدبیر نہایت کمزور اور مخرب کار سرکار ہے جس سے نہ خزانہ معمور ہوسکتا
ہے نہ قرضہ ادا ہوسکتا ہے بلکہ ملازمان مخففہ کی دل آزاری اور باقی ماندگان
کو بیدلی ہوتی ہے کیونکہ خاطر متردد دماغ کو پریشان کرتی ہے اور جب
دماغ صحیح نہین تو کام بھی صحیح نہین ہوسکتا اور جب کار انتظامی اچھی طرح نہوا تو امور ریاست
ومدن مین فرق آیا گویا قلیل فائدہ کے خیال نے نقصان کثیر پیدا کیا
اس واسطے والیان ملک خوب سمجھ لین کہ تخفیف کی بنیاد محض منتظمان کی
خود غرضی سے ہے تاکہ ملازمان قدیم ملکی وغیر ملکی علحدہ کئے جائین اور اونکے

عزیز و قریب رفیق و انیس مامور ہون ورنہ ملازمان قدیم کا تخفیف کرنا کسی
طرح عقل مصلحت سنج قبول نہین کرتی کیونکہ ملازمان قدیم جیسے دفاتر کے
کامون اور رواج و حالات ملکی سے واقف ہوتے ہین وہ قابلیت اور
معلومات ملازم جدید مین آنا بالفعل معلوم ع بسیار سفر باید تا پختہ شود
خام ٭ تیسرا نقص یہ ہے کہ ہر ریاست مین ملازم کامون کی ضرورت کے لائق
مقرر کئے جاتے ہین اور جب اونمین سے چند عہدے تخفیف کئے گئے تو ضرور اون کامونکی انجام دہی مین
جو اون عہدہ ہائے مخففہ سے متعلق تھے ہرج واقع ہوگا اور اگر عہدہ دار مخففہ کا کام دوسرے عہدہ دار موجود
کے تفویض کیا گیا تو ایک عہدہ دار کو دو عہدونکا انجام مشکل ہوگا کیونکہ انسان ہو یا غیر انسان اپنی
قوت سے زیادہ کوئی بار نہین اوٹھا سکتا سوا اسکے ہر عہدہ کا مذاق
حکومت علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے اور بوجہ کثرت کار حسن کے ساتھ اون
عہدون کا کام انجام نہین پاتا اور کوئی کام اپنے وقت پر نہین ہوتا
اور اہل مقدمہ سالہا سال مارے پھرتے ہین اور عہدہ دار محکمہ سے داد
نہین پاتے واقعی یہ ہے کہ ایک عہدہ دار ایک ہی قسم کے کام کو بخوبی
انجام دے سکتا ہے۔ اسی طرح ایک عہدہ پر دو اہل کارون کا مساوی الاختیار
مقرر کرنا کام مین خرابی ڈالتا ہے اور جس عہدہ دار مین جس کام کی لیاقت
ہو اور جس کا اوس مین تجربہ اور ملکہ پایا جائے وہی کام اوسکے سپرد
کیا جائے کیونکہ مال کا عہدہ دار عدالت کے کام مین خواہ مخواہ عاری

ہوگا کیونکہ مال کے کام مین مصالح ملکی پر نظر رہتی ہے اور عدالت کے واسطے
فقہ و فرائض اور شاستر اور قانون دانی وغیرہ کی ضرورت ہے اگر بفرض
محال ایک انسان مین یہ دونون صفتین موجود ہون تو بھی اوسکو دونون
قسم کے عہدے دینا خلاف مصلحت ہے کہ مالی کام کا تعلق روپیہ سے ہے
اور روپیہ کا تعلق رعیت سے اور روپیہ کا وقت معین پر موجود ہونا
دشوار خصوصاً اوس رعیت سے جو سقیم الحال ہو اور حاکم مال تحصیل وصول
مین تنگ طلبی کرتا ہے اگر وقت مقررہ پر روپیہ ادا نہوا اور حاکم کو غصہ آیا
اور باختیار عدالت اوسکو سزا دیدی تو خلاف مصلحت ملکی کے ہوا اسی طرح
حاکم عدالت جو ضابطہ اور قانون کا پابند اور عامل ہے اوسکو خیال کرلو
غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اہل حرفہ مین ایک پیشہ
والا اپنا کام خوبی سے کرتا ہے ویسا دوسرے پیشہ کا نہین کرسکتا۔
چوتھے۔ ملازم کی تنخواہ کم کرنے سے گویا رعیت کو تباہ کرنا ہے اور
ملازم کو خائن بنانا ہے کیونکہ ہر ملازم کی جیسی تنخواہ ہوتی ہے ویسے ہی
اوسکے اخراجات لازمی اور ضروری ہوتے ہین اور بوجہ کمی مشاہرہ جس
وضع کا وہ عادی ہوگیا ہے اوسکو ترک نہین کرسکتا کہ تَرکُ العادۃ ۔
عَلٰی کَاِلّیِ مین داخل ہے جو ضرور ضرر کرتا ہے انسان کو لہذا انحطاط اوسکو
سخت شاق وناگوار ہوا اور وضع قائم رکھنے اور اخراجات پورا کرنے کی

ضرورت لاحق ہوئی پس ملازم کو سوا ے ممنوع طریقہ سے حاصل کرنے کے
اور کوئی ایسی سبیل باقی نہ رہی کہ احتیاج رفع کرے اس واسطے حکومت
اسکو اسلئے نقائص ورفع کرنے اور قرضہ سے سبکدوش ہونے کے لئے
اس سے بہتر اور مستحسن کوئی تدبیر نہین ہے کہ ریاستون مین جو لاکھون
بیگہ زمین بنجر بوجہ عدم توجہ افتادہ ہے اوس کا جبن وتردد کرائے
جس سے فزونی آمدنی سے اور ملازمان کی تعداد بڑھ جائے اور قرضہ
بھی ادا ہو جائے مگر یہ درد سر عیش وعشرت کی ضد کس سے ہوسکتا ہی
بنابرین حکومت اعلی پر فرض ہے کہ وہ عاملون پر آبادی کی سخت تاکید
کرے اور احکام تعمیل کرنے والون کو صلہ کا مترصد کرے اور اون کو
ایک تعداد معین کے خرچ کرنے کا مجاز کرے تاکہ وہ نادار آسامیون
یعنی کاشتکارون کے تخم وتقاوی سے مدد کرین دوسرے علاقہ جات
ہمسوانہ کے کاشتکارون سے پاہی کاشت کرائین اراضی بنجر کو اپنی
حسن تدبیر سے مزروع کرائین دہات ویران کو باشندگان غیر علاقہ
سے آباد کرین ہر ریاست مین لاکھون روپیہ سالانہ سامان تعیش
وغیرہ مین جس کا کوئی نتیجہ اور فائدہ دنیا وعقبا مین نہین صرف ہوتا ہے
جس کا مواخذہ روز حساب ہوگا اور جس کے بدل ومکافات کی کوئی
امید اس عالم مین بھی نہین مگر دہات ویران اور اراضی بنجر کے آباد

کرنے کے واسطے کسی مقدار روپیہ کی منظوری نہین دیجاتی جس کا بدل معہ منافع ایک ہی سال مین ملتا ہے اور چند سال کے بعد تو ایک کا بدل بحساب سنو سے بھی بڑھ جائےگا اور جس ریاست مین پورا پورا انتظام اراضی افتادہ کا کیا جائے تو ہر منتظم سمجھ سکتا ہے کہ بہت جلد اوسکی مالگزاری ڈیوڑہی دونی ہو جاےگی مگر ہان یہ سمجھ مین نہین آتا کہ یہ مسئلہ کچھ ایسا باریک اور مشکل نہین جو رییس یا منتظمان کے خیال مین نہ آیا ہو اور اونکی نظرون نے اس کا پورا اسکیل نہ بنایا ہو اور فائدہ ونقصان کا موازنہ نکیا ہو اور کاشتکارون کی امداد کا نتیجہ نہ نکالا ہو مگر یہی ہے کہ محض خیال سے انسان مقصود پر فائز نہین ہوتا تا وقتیکہ وہ خیال پختہ ہوکر ایسا غالب نہو جو عمل پر مجبور کرے کیونکہ خیال کا خاصہ ہے کہ جہان کمال کو پہونچا اور عمل ظہور مین آیا اور وہی خواہش خیال جسکو حقیقی کہتے مین دوسری جانب بھی کشش مقناطیسی کا اثر پیدا کردیتی ہے یعنے جب حاکم اعلی کو آبادی کیجانب قلبی توجہ ہوگی تب ملازم ورعیت اندک سلسلہ جنانی پر ملک کی آبادی مین متوجہ اور مصروف ہو جائینگے اور اس زمانہ مین کوئی صاحب ریاست اپنی ترقی مالی یا ملکی بغیر اس تدبیر کے جس کا ذکر ہوچکا نہین کرسکتا اب وہ وقت نہین رہا کہ بزور شمشیر ملک وسیع کیا جاتا تھا اسواسطے پر ضرور ہے کہ رعایا سے کاشتکار اور

اہلحرفہ پر ہر قسم کے مراعات مدنظر رہین کہ اہل حرفہ تجارت کا سبب ہین
اور تجارت باعث آبادی ملک اور کاشتکارون کی مدد تخم ونقاوی سے
کی جائے اور آبپاشی کے ذرایعہ بہم پہونچائے جائین عاملون اور ظالمون
کی تعدّی اور جبر سے بچائے جائین کہ مدار رزق انسانی وحیوانی انہین
کی کارروائی پر منحصر ہے اس واسطے حاکم اعلیٰ پر فرض ہے کہ وقتاً فوقتاً دورہ
کرکے اپنے عہدہ دارون اور رعیت کی نگرانی کرے باشندگان ملک
اور کاشتکارون کو عام اس سے کہ وہ مستغیث ہون یا نہون بلا واسطہ
کسی ملازم کے حضوری کا موقع دے اور اون سے اس اخلاق واختلاط
سے پیش آئے جو اون کی شان اور حیثیت کے شایان ہو کہ اون کے
دلون پر رعب ورہیبت حاکمانہ نہ چھاجائے اور جو کچھ رطب ویابس جسکو
عرض کرنا ہو دل کھول کے گذارش کرلے اور حاکم بگوش دل سنکر اونکی
شکایتون کو ایسی عمدگی سے رفع کرے کہ شاکی اپنی داد اور مراد کو پہونچے
اور جس کی شکایت تھی اوسے معلوم بھی نہو کیونکہ پہلی مرتبہ چشم پوشی فراجب
ہے اور مرتبہ ثانی مین تنبیہ اور ثالث مین سزا ایسے مواقع پر حلم سے
بہت کام نکلتا ہے اسمین ملازم ہو یا غیر ملازم خطاے اولی اگر جرم
کی حد تک نہ پہونچی ہو تو ضرور قابل چشم پوشی ہے اور لائق عفو اس کے
بعد تہوڑی ہی زمانہ مین مالک اعلیٰ کو معلوم ہوجائے گا کہ اوس نے

کیسی کیسی ترقیان نمایان حاصل کین اور کیسا ملک آباد ہوا اور کہان تک اوسکی عدالت اور فیاضی نے شہرہ پایا اس نیک نامی کے حاصل کرنے اور نام آور ہونے کے لئے یہ ضرور ہے کہ دن اور رات کے آٹھہ پہر ہوتے ہین اوس مین سے امیر کو واجب ہے کہ سات پہر عیش ونشاط کرے اور ایک پہر ملکی کامون کو دیکھا کرے رعیت کی بری بہلی سُنا کرے اون کے نیک وبد کی خبر رکہا کرے ایام سرما مین دورہ کیا کرے کہ نیک کرشمہ ہزار کار متصور ہے اور جو لاکھون روپیہ امور دل خوش کن مین صرف کیا جاتا ہی اوس مین سے اوس کا عُشر عشیر امداد کاشتکارون کے واسطے دیا جایا کرے اِس ہیئت مجموعی کا نام فضائل اور حُسن اخلاق ہے اور ضد اسکی آٹھہ رذائل ہین جو انسان کے اخلاق کو خراب کرتے ہین اور طرز معاشرت کو بگاڑتے ہین۔ اول حسد دوم بغض سوم بخل چہارم حرص پنجم کذب ششم غضب ہفتم تکبر ہشتم بے حیائی۔ اور فروغ ان کے بے انتہا ہین اور جس طرح علم طب مین امراض جسمانی کے واسطے علاج مقرر ہین اور اغذیہ واشیاے موافق مزاج کا ہمیشہ استعمال کرایا جاتا ہے اور مرض یا ردمین دواے حار دیجاتی ہے اسی طرح امراض روحانی کا بہی علاج حکماے روحانی نے قرار دیا ہے جس کا ذکر اپنے موقع پر مع ترجمہ لکہا

چند فروعات کے آئے گا اور اوپر بھی بعض کا بیان ہو چکا ہے پہلے اسکی
شرح ضرور ہے کہ وہ کون چیز ہے جو مزاج کو اپنے اعتدال سے متجاوز کرتی ہے
اوسکی تین قسمین ہین ایک **قوت تمیز** دوسری **قوت غضب**
تیسری **قوت شہوت** چنانچہ **تمیز** جس کو ادراک بھی کہتے ہین اور
یہی آلہ ہے نیک و بد کے دریافت کرنے کا اور تعلق اس کا دماغ سے
ہے۔ اور قوت غضب کو تعلق جگر سے ہے جو پہلوے راست مین ہے
جس کا ذکر مفصل آگے آئے گا اور اسی قوت کو قوت سبعی کہتے ہین جس سے
مراد درندگی ہے جیسے گرگ و شیر وغیرہ مین عادت ہوتی ہے۔ اور
شہوت عادت بہیمی کا نام ہے یعنی جانور جو نیک و بد سمجھنے کی عقل نہین
رکھتے اور استعمال اسکا قلب سے ہے۔ چنانچہ فقہا نے عادت بہیمیہ کو
بھی قوت غضبیہ مین شامل کیا ہے کہ یہ بھی مزاج کو متغیر کر دیتی ہے فتح الباری
مین ہے وَعَدَاہُ الْفُقَہَاءُ لِہٰذَا الْمَعْنیٰ اِلٰی کُلِّ مَا یَحْصُلُ بِہٖ تَغَیُّرُ الْفِکْرِ کَالْجُوْعِ وَالْعَطَشِ
الْمُفْرِطَیْنِ وَغَلَبَۃِ النُّعَاسِ وَسَائِرِ مَا یَتَعَلَّقُ بِہِ الْقَلْبُ تَعَلُّقًا یَشْغَلُہٗ عَنِ اسْتِیْفَاءِ النَّظَرِ
اور شامل کیا ہے فقہا نے ادن کل چیزون کو جس سے فکر مین تغیر آجاتا
ہے مثلاً سخت بھوک شدت پیاس غلبہ نوم اور وہ امور جو قلب سے متعلق
ہین اور قلب کو پوری فکر کرنے سے پھیر دیتے ہین اس سے واضح ہو گیا
کہ قوت شہویہ بھی مزاج کو متغیر کر دیتی ہے۔ اور ان تینون چیزون مین نقصان

پیدا ہونے کے تین سبب ہوتے ہین۔ افراط۔ تفریط۔ رداءت
کیف۔ افراط وہ ہے جو اعتدال سے زیادہ اعلیٰ کی جانب صعود
کرے۔ اور تفریط وہ ہے جو اسفل یعنے پائین وتحت کی طرف رجوع
کرے۔ اور رداءت کے معنی ہین (فاسد وزبون وتباہ) اور کیف
کے معنی ہین (نشہ ومستی) پس قوت ممیزہ مین جب افراط و تفریط ہوتی ہے
تب کیف پیدا ہوتا ہے اور کیف کا خاصہ ہے کہ انسان کو مست اور بیہوش
کر دیتا ہے اور بیہوشی مین تمیز باقی نہین رہتا اور جب تمیز نہ رہا تو اعتدال
کہان اور وقوع اس کا دو شقون سے خالی نہین یعنے نظری ہوگا یا عملی۔
عملی وہ ہے جو منسوب ہو عمل کے ساتھ اور نظری تصور حقایق موجودات
سے تعلق رکھتا ہے اور خاصہ یہ ہے کہ پہلے تصور ہوتا ہے اور تصور
کے بعد عمل پس نظری کے واسطے تدقیق یعنے چھان بین ضرور ہے تاکہ حق
وناحق نیک وبد زیبا ورشت پر ماہر ہو اور قوت کے موافق عمل کرے
اور آتش غضب وشہوت کو شربت عقل کے استعمال سے بجھائے اور تحمل
کو کام مین لانے کہ مقتضائے زیرکی وجودت اور منشاء شریعت ہے۔
اور اخلاق ناصری مین ہے کہ اگر رذیلت کا اثر نفس پر معلوم ہو تو بزور
عقل اوسکو رفع کرے اور جو اس سے مطلب حاصل نہو تو اوس فضیلت کو
کام مین لائے جو ضد اوس رذیلت کی ہو اور نفس کو اوسپر عادی کرے تاکہ

وہ رذیلت رفع ہوا ور فضیلت مین ہمیشہ گفتگو اور تکرار کرنا باعث ازالہ رذیلت
ہوتا ہے اور افعال جمیلہ پر قولاً و فعلاً عمل کرنا بمنزلہ علاج غذائی کے ہے۔ اور
توبیخ و ملامت نفس فکراً و عقلاً و عملاً داخل تنقیہ ہے ہر چند کہ امراض قوت ممیزہ
کی کتب اخلاق مین بہت لکھے ہین مگر اون مین سے یہ تین اقسام ضروری
ہین۔ اول **حیرت** دوم **جہل بسیط** سوم **جہل مرکب** چنانچہ
حیرت اوسکو کہتے ہین کہ تعجب کے ساتھہ ایک حالت پر رہ جانا اور جہل بسیط
وہ ہے جیسے انسان مادرزاد کہ کسی چیز کی حقیقت سے بالکل واقف نہین
مثلاً رانگ کو اوسکے سامنے رکھو اوسکو چاندی سمجھے اور سونے کو پیتل اور
پیتل کو سونا چنانچہ نوع اول افراط مین داخل ہے اور دوم تفریط مین اور
سوم رذالت کیف مین جسکا بیان اوپر ہو چکا ؛

علاج حیرت

حیرت اوسوقت پیدا ہوتی ہے جبکہ آدمی قضایاے مشکلہ ادلہ کو متعارض
دیکھتا ہے مثلاً کسی امر کے وجوب یا جواز و عدم جواز کے دلائل برابر ہین
اوس وقت انسان حیرت مین پڑجاتا ہے کہ مین اس امر کو واجب کہون
یا عدم وجوب کا اقرار کرون جائز جانون یا عدم جواز کو مانون غرضکہ
نفس الامر کو ثابت نہین کرسکتا اس کا علاج یہ ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ اولاً
قضایاے اولیہ مین ملکہ پیدا کرے۔ قضایاے اولیہ وہ ہین کہ عقل اول مرتبہ

ہین اونکو سمجہ لے کچہ خوض کی ضرورت ہنو مثلاً اجتماع نقیضین محال ہے
اسی طرح ارتفاع نقیضین محال ہے یہ قضایا سے اولیہ ہین اور نقیضین کسکو
کہتے ہین (نقیض کل شئی رفعہ) یعنے ہر شئے کی نقیض اوس کا عدم ہے
اب ہر شخص جان سکتا ہے کہ عالم ہین کوئی شئے انسان اور اوسکی نقیض لا
انسان سے خالی نہین ہے لیکن یہ دونون ایک شئے مین نہ مجتمع ہو سکتی
ہین اور نہ اوس سے مرتفع یعنے ایسی کوئی شئے عالم مین نہین نکل سکتی
کہ جو انسان بھی ہو اور لا انسان بہی ہو یا کوئی شئے ایسی ہو کہ نہ انسان
ہو اور نہ لا انسان اسیکا نام اجتماع نقیضین ہے اور یہ دونون محال
ہین یعنے ممکن ہی نہین کہ یہ دونون وجود مین آسکین پس جب آدمی
اس مین ملکہ پیدا کرلے گا تو ضرور اولیہ متعارضہ مین ایک حالت کو صحیح
اور دوسری کو غلط جان لے گا بعدہ قواعد منطقیہ کا تتبع کرکے حق کو باطل
سے جدا کرسکے گا کیونکہ منطق کی تعریف یہی ہے الۃ قانونیۃ تعصم مراعاتہا
الذہن عن الخطاء فی الفکر یعنے منطق ایک آلۂ قانونیہ ہے
اگر اوس کی رعایت کی جائے گی تو وہ ذہن کو فکر مین خطا کرنے سے
بچالے گا۔

علاج جہل بسیط

یہ ہے کہ جب انسان پیدا ہوتا ہے وہ تمام معقولات مین عاری و عاجز

ہوتا ہے جس کے واسطے شرط تعلیم ہے اور تعلیم کا مقتضا یہ ہے کہ شرع شریف
اور عقل لطیف دونوں سے کام لے اور دوسرے حیوانات اور اپنے حالات مین
تامل اور غور کے ساتھہ نظر کر کے فضائل انسانی اور حیوانی مین تفریق کرے
تاکہ اوسکو معلوم ہو کہ انسان اشرف المخلوقات بوجہ علم و ادراک و تمیز کے
ہوا ورنہ جاہل حیوان سے بھی بدتر ہے - امام فخرالدین رازی
تفسیر کبیر کی پہلی جلد مین تحت آیت کریمہ وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ کے لکھتے ہین هٰذِهِ الْاٰيَةُ
دَالَّةٌ عَلٰى فَضْلِ الْعِلْمِ فَاِنَّهُ سُبْحَانَهُ مَا اَظْهَرَ كَمَالَ حِكْمَتِهِ فِي خَلْقَةِ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَّا بِاَنْ اَظْهَرَ عِلْمَهُ فَ
لَوْ كَانَ فِي الْاِمْكَانِ وُجُوْدُ شَيْءٍ اَشْرَفَ مِنَ الْعِلْمِ لَكَانَ مِنَ الْوَاجِبِ اِظْهَارُ فَضْلِهِ بِذٰلِكَ الشَّيْءِ لَا بِالْعِلْمِ
یعنے حق سبحانہ تعالیٰ نے آدم کی خلقت مین اپنی کمال حکمت کو آدم
علیہ السلام کے علم کے ساتھہ ظاہر فرمایا کہ ہمنے اوس کو شرف علم سے دیا ہے
پس اگر اور کوئی چیز خلقت آدم مین علم سے زیادہ شریف ہوتی تو حق تعالےٰ
اوسکے ساتھہ آدم کے شرف کو ظاہر فرماتا نہ علم کے ساتھہ اس سے معلوم
ہوا کہ آدمی کو جو اور مخلوقات پر شرف ہے وہ علم کے سبب سے اس
واسطے انسان کو لازم ہے کہ محافل علما اور مجالس فضلا مین حاضر ہو کر
کمالات انسانی کو سیکھے - تفسیر کبیر مین ہے کہ فرمایا فقیہ ابواللیث نے
جو شخص عالم کی مجلس مین حاضر ہوا اور کچھ بھی نہ پڑھ سکے اور نہ سیکھہ سکے تب
بھی سات طرح کی بزرگی حاصل ہوگی پہلا ثواب سیکھنے والون کا

فرمایا رسول خدا نے جو شخص چاہے کہ اون لوگون کی طرف دیکھے کہ جن کو
اللہ نے دوزخ سے آزاد کردیا ہے تو چاہئے کہ متعلمین یعنے علم کے سیکھنے
والون کو دیکھے جو متعلم عالم کے مکان تک جاتا ہے ہر قدم ایک برس
کی عبادت کے برابر لکھا جاتا ہے دوسرے تا ہنگام نشست گناہون
سے محفوظ رہتا ہے تیسرے جب علم کے سیکھنے کو نکلتا ہے اللہ کی رحمت
اوسپر نازل ہوتی ہے چوتھے اوس حلقہ درس پر جو رحمت نازل ہوتی
ہے اوس مین سے بھی حصہ پاتا ہے پانچوین جب تک عالم کی گفتگو
سنتا ہے عبادت مین رہتا ہے چھٹے درحالیکہ عالم کی گفتگو نہ سمجھ
سکے گا تو علم سے محروم رہنے پر اوسکو رنج ہوگا اور یہی رنج وسیلہ تقرب
خدا کا ہوگا ساتوین جب طالب علم دیکھے گا کہ مسلمان عالم کی عزت
کرتے ہین اور فاسق کو ذلیل جانتے ہین تو دل فسق سے نفرت کریگا۔
اسی علم کے ذریعہ سے موقع ومحل پر وہ گفتگو کرنے یا جواب دینے مین
عاجز نہ رہے گا اور مثل حیوانات کے زبان بند کئے ہوے نہ بیٹھا رہیگا
فرمایا حضرت مرتضوی علیہ السلام نے لَا خَيْرَ فِي الصَّمْتِ عَنِ الْعِلْمِ كَمَا لَا خَيْرَ
فِي الْكَلَامِ عَنِ الْجَهْلِ یعنے نہین ہے بہتری سکوت مین باوصف علم ہونے
کے جیسے کہ نہین ہے خیریت اہل جہل کے کلام مین۔ اور کم استعداد
بھی جو کور کو کوزا ورقبل کو قتل اور دیر کو دبر پڑھے ہے وہ بھی زمرۂ جہلا مین

داخل ہے اور فربہی کو بھی شرافت باین اعتبار نہ سمجھے کہ الفربہ خواہ مخواہ مردے آدمی ؏ فربہی چیزے دگر آماس چیزے دیگراست ٭ شرافت کا مقتضا ایک وفاداری تو ضرور ہے کہ کسی حالت مین اوس سے بیوفائی نہین ہوتی مگر بغیر فضائل انسانی کے چارہ نہین اور یہی جوہر شرافت ہے اگر انسان نظر انصاف سے دیکھے تو جاہل آدمی اپنے کو حیوان سے بھی فروتر پائے گا کیونکہ آفرینش کل مخلوق کی فائدہ سے خالی نہین حیوانات بھی بچے نکالتے ہین کہاتے ہین پیتے ہین دن کو پھرتے ہین رات کو سوتے ہین بخلاف انسان جاہل کے کہ اظہار خواص انسانی مین جس سے مراد ادراک وتمیز ہے اوس سے بالکل عاجز وقاصر ہے اسی طرح جمادات یعنے سنگ ومعدنیات وغیرہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اون مین بھی خواص علحدہ علحدہ ہین مگر انسان جاہل اپنے خصائص مین بالکل عاری ہے اور کام دینی ودنیوی بحسن وجوہ انجام نہین دیسکتا ۔

وفی الجھل قبل الموت موت لاھلہ اہل جہل قبل مرنے کے مرجاتے ہین	واجسامھم قبل القبور قبور اور جسم اونکے قبر مین جانے سے پہلے قبر ہین
وان امرءا لم یحی بالعلم میت اور بیشبہہ جو آدمی کے ساتھ زندہ نہین مردہ ہے	ولیس لہ حتی النشور نشور اور نہین ہوا اوسکیو اسطے قیامت تک زندہ ہونا

چنانچہ حکیم ارسطا طالیس کا قول ہے کہ ایک انکھیارا دوسرا اندھا کوئین مین کرین تو بدبختی دونون کی شامل حال ہے مگر انکھیارا بزور بصارت

اوسمین سے نکلنے کی کوشش کرے گا اور نابینا مجبور رہے گا اسی طرح
بینا وہ ہے جو عقل اور نقل سے کام لے سکتا ہے اور وہی نابینا کو بھی چاہ
سے نکال سکتا ہے کتاب اعجاز انتساب مین جناب رسالت مآب سے
حق تعالی نے حکم کیا قُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا یعنے کہہ اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کہ اسے رب میرے زیادہ کر میرا علم۔ اور امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر مین
فرماتے ہین وفیہ اول دلیل علی نفاسۃ العلم وعلو مرتبتہ وفرط
محبۃ اللہ تعالی ایاہ حیث امر نبیہ بالازدیاد منہ خاصۃ دون غیرہ یعنے
اس آیت مین دلیل اول ہے علم کے نفیس ہونے اور اوسکے مرتبہ کے
بلند ہونے پر اور خداے تعالی کے نزدیک علم کے محبوب ہونے پر کیونکہ
اپنے نبی علیہ السلام کو حکم کیا کہ علم کی زیادتی ہمسے مانگو نہ اور کسی چیز کی اور
حدیث مین آیا ہے اَلنَّاسُ رَجُلَانِ عَالِمٌ وَمُتَعَلِّمٌ وَسَائِرُ النَّاسِ هَمَجٌ لَاخَيْرَ
فِيْهِمْ یعنے انسان مین دو فرقے ہین ایک دانشور دوسرے طلب کرنے
والے دانش کے اور تمام آدمی مگس یعنے مکھی ہین کہ نہین بہتری اون مین
اور علم کے مطالب و مقصود پر بہی کوشش کرنا داخل علم و عمل ہے۔

علاج جہل مرکب

اس کا علاج بہت سخت و دشوار ہے جسطرح اطباسے بدن علاج بعض
امراض خبیثہ اور مزمنہ مین عاجز ہین اوسی طرح حکماسے نفوس بھی اس مرض

حیران ہین۔

آن کس کہ بداند و نداند کہ نداند	اسپ طلب خویش بہ افلاک جہاند
آنکس کہ بداند و بداند کہ بداند	اینہم خرک لنگ بمنزل برساند
آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند	در جہل مرکب ابد الدہر بماند

چنانچہ حضرت عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مین کور مادرزاد اور ابرص کے علاج مین عاجز نہین ہون لیکن احمق کے علاج مین عاجز ہون۔ اسی واسطے حکما نے کہا ہے کہ احمق کی صحبت سے سوائے نقصان کے کچہ فائدہ نہین ہوتا اور آخر مین بے لطفی ہوجاتی ہی کیونکہ ممکن ہے کہ احمق آدمی کوئی ایسا کام کرے جسمین برائی ہو اور وہ بچانے اس کے علاج کے واسطے علم ریاضی نہایت مفید ہے اور اوس کے ساتھہ شغل رکہنا بہت نافع ہے کیونکہ اوس ہی حق و باطل مین بخوبی امتیاز ہوتا ہے اور وہم کو مجال مداخلت نہین ہوتی جیسے ہندسہ و حساب وغیرہ اگر اوسکے قاعدہ کے موافق کوئی سوال کرے کہ پانچ اور پانچ کے ہوے تو لامحالہ اوسکا جواب دس ہوگا نو یا گیارہ کوئی نہ کہے گا اسی واسطے علم ریاضی سے انسان کو پوری طمانیت ہوجاتی ہے اور اپنے نقص سمجہ پر ماہر ہوجاتا ہے اور استعداد اکتساب فضائل کی اوسمین پیدا ہوجاتی ہے اور معرض خطر سے نکل جاتا ہے۔ سوائے اسکے چار

چیزین اور ہین جو زیادہ مخوف ہین یعنے **شہوت - بطالت -**
حسد - حزن - علاج شہوت مختصر طور پر یہ ہے کہ شہوت ماکولات و
مشروبات سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اسکی بنیاد اور خلقت فرومایگی یعنے
رذالت سے ہے اور اسی سے خواری و بے عزتی ہوتی ہے اوس سے طبیعت
کو باز رکھے اور خوب سمجھ لے کہ یہی حشمت و جلال مین فرق لاتی ہے یہی
بدعہدی کراتی ہے عقل و دانش کو سست کرتی ہے بلادت و کند ذہنی
کو بڑہاتی ہے حضرت رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ
تمام امراض نفسانی و جسمانی شکم پُری سے پیدا ہوتے ہین - اور دوسری
جگہ فرمایا ہے کہ کلید دنیا کی شکم پُری ہے اور کلید آخرت کی گرسنگی - اور یحیی ابن معاذ -
نے فرمایا ہے کہ زیادہ پیٹ بہرنے سے گوشت بڑہتا ہے اور شہوت باعث گناہ
اور کثرت گناہ سبب سختی قلب اور سختی قلب اصل رذالت ہے جسکا ترک واجب ہے حکمانے
کہا ہے کہ جب غذا معدہ مین تحلیل ہوتی ہے تب اوس سے خون پیدا ہوتا
ہے اور خون سب اعضا مین تقسیم ہوتا ہے اور خلاصہ خون کا رطوبت ہے
اوسکو طبیعت لیکر مثل شبنم کے اعضا پر چھڑکتی ہے اور اوسی رطوبت سے
منی بنتی ہے اور بعض حکما کا قول ہے کہ ایک ہزار لقمہ کہانے سے ایک
قطرہ منی کا پیدا ہوتا ہے اور منی جملہ اعضا کا ذخیرہ ہے اوس کو جسقدر خرچ
کیا جائے گا اوسی قدر نشو و نما مین کمی ہو گی اور دماغ مین ضعف آئے گا

حکیم افلاطون کی یہ نقل مشہور ہے کہ تمام عمر مین ایک مرتبہ زوجہ سے قربت
کی جس سے حمل قرار پایا اور مدت معین کے بعد ایک لڑکی پیدا ہوئی اور
جب اوسمین چلنے پھرنے کی طاقت آئی اور کچھہ باتین کرنے لگے تب ماکی
تعلیم کے موافق باپ سے یہ درخواست کی کہ میرے ساتھہ کھیلنے کو ایک
بھائی کا ہونا چاہئے اسپر حکیم نے ناخوش ہوکر جواب دیا کہ اسے کمبخت
ایک تیرے ہونے سے میری قوتمین تو درجہ کمی ہو گئی اگر ایک بھائی اور
ہو تو مین بالکل بیکار ہو جاؤن - امام حجۃ الاسلام ابوحامد غزالی علیہ الرحمۃ
نے اس شہوت کی تشبیہ عامل ظالم سے دی ہے کہ اگر بادشاہ اوسکو
مطلق العنان کردے تو سارا مال رعایا کا لوٹ لے اور سب اپنے صرف
مین لے آئے اسلئے وقت غلبۂ شہوت عقل کو کام مین لائے اور موافق
عدل کے اعتدال سے نگذرے کیونکہ لذت مباشرت جو ایک عورت
سے ہے وہی بعینہ اپنی اصلی خاصہ کی رو سے دوسری عورت کے
ساتھہ بھی ہے اور زیادہ شکم پری زیادہ عورت کی خواہش پیدا کرتی
ہے اسی طرح گرسنگی رفع کرنے کے لئے ایک قسم کا کھانا کافی ہے
اور اس صفت مین کل اطعمہ مساوی ہین پس اکل و شرب کا استعمال
بقدر حاجت چاہئے -

خوردن برائے زیستن و ذکر کردنست	تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردنست

یہی شہوت رغبت دلاتی ہے تاہل اور نکاح کی فتح الباری مین ہے اِنَّ شَہْوَۃَ النِّکَاحِ تَابِعَۃٌ لِشَہْوَۃِ الْاَکْلِ تَقْوٰی بِقُوَّتِہَا وَتَضْعُفُ بِضُعْفِہَا یعنے خواہش نکاح تابع ہے خواہش اکل وشرب کی اسکی قوت سے وہ قوی ہو جاتی ہے اس کے ضعف سے وہ ضعیف ہو جاتی ہے۔ اور نکاح سے مقصود اصلی اعفاف نفس اور تکثر نسل ہے نہ لذت حاصل کرنا چنانچہ حدیث مین آیا ہے کہ نکاح کرو اون عورتون سے جو شوہر کو دوست رکھین اور بچے زیادہ جنین تاکہ مین بروز قیامت اسکا فخر کرون کہ میری امت اور امتون سے زیادہ ہے اور فرزند کا ہونا خیر و برکت مین داخل ہے اور خیر بھی وہ جو منقطع نہین ہوتی کیونکہ فرزند بعد موت والدین والدین کے حق مین دعا کیا کرتا ہے اور اوسکا ثواب والدین کو پہونچتا ہے پس انسان کو چاہیے کہ حظوظ نفسانی سے بالکل متبرا رہے اور حضرت آدم بنینا علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت ادا کرتا رہے اور یہ نہ سمجھے کہ حق تعالے نے شہوت کو اسی کام کے لئے پیدا کیا ہے بلکہ اوس سے منشاء عز اسمہ یہی ہے کہ نکاح کی رغبت ہو تاکہ اولاد صالح پیدا ہو کہ باعث ترقی اسلام ہے اور آفرینش خلق کی محض دین کے واسطے ہے فرمایا اللہ تعالی عز اسمہ نے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ یعنے نہین پیدا کیا مین نے جن اور انسان کو مگر اسواسطے کہ عبادت کرین میری۔ اور عورتون مین بہترین اور عمدہ وہ عورت ہے کہ عقل کے

حکم پر عمل کرے اور ہر حال مین دیانت اور عفت و حیا کو نہ چہوڑے اور
رضاے شوہر کو بعد اداے فریضہ مقدم سمجہے اور عقیمہ عورت سے نکاح
نکرے کہ خلاف مقصود ہے اور شناخت عقیمہ کی اکثر یہ ہے کہ جس قبیلہ
مین عورات عقیم ہون اوس خاندان کی باکرہ سے نکاح کرے محدث
دہلوی شیخ عبدالحق نے **اشعۃ اللمعات** مین فرمایا ہے قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ نکاح کنید زن دوست دارندہ شوہر را والولود و بسیار
زایندہ را و این دو صفت از خویشان آدمی توان دریافت زیرا کہ غالب
آنست کہ طبایع اقارب بیکدیگر سرایت میکنند و در عادت و خوے
شریک یکدیگر می باشند۔ اور اگر ثیبہ یعنے جو عورت مرد کے پاس رہی ہو
اور وہ آزاد ہو بیوہ ہو تو وہ بھی بمقابل کنیزک کے یعنے لونڈی سے بہتر
ہے کیونکہ رسول خدا نے حرایر کے نکاح پر ترغیب فرمائی ہے۔ محدث
عسقلانی نے بخاری کی شرح مین حدیث لنسا قریش کے تحت مین لکہا ہے
وَفِی الْحَدِیْثِ الْحَثُّ عَلٰی نِکَاحِ الْاَشْرَافِ یعنے اس حدیث مین ترغیب
ہے کہ نکاح اشراف عورتون سے کرو اور پہر فرماتے ہین وَیُؤْخَذُ مِنْہُ
اِعْتِبَارُ الْکَفَاءَۃِ فِی النَّسَبِ یعنے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نسب
کے واسطے اکفا کا اعتبار ضرور ی ہے اور جناب مرتضوی علیہ السلام نے
فرمایا ہے کہ عورت باکرہ سے نکاح کرو گو بدشکل ہو اور گندم یعنے گیہون

کہا وُ اگرچہ گران ہو اور شہر مین رہو گو تکلیف ہو۔ اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ فرمایا رسول[۲] مقبول نے کہ نکاح کرو عورات باکرہ سے اِس واسطے کہ مُنہ اِن کے زیادہ شیرین ہین اور رحم انکے زیادہ حمل رکھنے والے ہین۔ اور چونکہ عورتین ناقص العقل ہین اونمین تین وجہ سے زیادہ نقصان ہوتا ہے جس سے احتیاط ضرور ہے اول نسب کہ سبب عجب ہے دوم جمال کہ یہ بُری بلا ہے اور اس سے بڑے بڑے فساد پیدا ہوتے ہین اور وہ ماکولات اور مشروبات و لباسات عمدہ کی خواستگار رہوتی ہے جو اسراف مین داخل ہے سوم خاندان ذیمقدور کی لڑکی کہ محتاج شوہر کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہے کیونکہ اوس کی فرمائش بوجہ کم استطاعتی کے ادا نہین ہوسکتی اسکا علاج یہ ہے کہ ایسی عورت کو اون امور کا عادی کرے جو فضائل مین داخل ہین اور رذالت کے معائب سمجھائے رسول[۲] خدا نے فرمایا ہے مین تمکو وصیت کرتا ہون کہ عورتون کو نیک باتین بتاتے رہو اور اون کے ساتھ نیکی سے پیش آؤ اور ہمیشہ اون کے ساتھ نرمی اور ملایمت کرتے رہو کیونکہ سختی باعث وحشت ہوتی ہے۔ امام بخاری نے ایک باب المداراۃ مع النساء مقرر کیا ہے اوس مین حدیث نقل کی ہے کہ عورتون کے ساتھ نرمی کرو اور ہر کام اوسکے مشورہ سے کرو کہ اِس سے محبت زیادہ ہوتی ہے اور مرد مان بیگانہ سے پردہ کراؤ تاکہ غیر کی نگاہ سے محفوظ رہے

ایک روز کور چشم حضرتؐ کے دولت خانہ مبارک مین چلا آیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دوسری عورتین جو وہان موجود تھین نہ اوٹھین اور کہا کہ یہ اندہا ہے حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ اندہا ہے تو تم سب تو اندہی نہین ہو دیکہنا اور دکہانا دونون برابر ہے اور آفت سے خالی نہین۔ اور زوجہ کے عزیز واقارب کے ساتھ طریقہ لطف وکرم ومواسا کو ترک نہ کرے اور اوسکو خفیف امور مین سرزنش کر کے آزردہ نکرے اور جو راز کی بات ہو عورت پر ظاہر نکرے اور مقدار مال کو اوس سے مخفی رکھے تاکہ بوجہ نقصان عقل یا عشق خرابی وفساد نہو اور عورت کو استماع حکایت مردون اور ایسی عورتون سے جو بے باک ہون منع کرے خصوصاً اون عورات پیرانہ سال سے جو افعال ناقص مین متہم یا بدنام ہو چکی ہون ع قحبہ چون پیر شود پیشہ کند دلالی اور جو عورت خوندہ ہو اوسکو قصص اور مثنوی وغیرہ پڑہنے سے باز رکھے کہ اِس سے طبیعت مین انحراف پیدا ہوتا ہے جو خلاف عفت کے سبب ہے اور عورت مین پانچ خصلتون کا ہونا ضروری ہے اول پارسائی اور پردہ مین رہنا اور بغیر اجازت شوہر کے کہین نہ جانا اور عورات ہمسایہ سے بلا ضرورت نہ ملنا دوم جو کام اپنے ہاتھ سے ہو سکے اوس مین دوسرے سے مدد کا خواہان نہو سوم شوہر سے ہمیشہ ڈرنا اور اوسکو احترام کی نگاہ سے دیکہنا چہارم شوہر کی اطاعت کرنا اور ایسی ناسزا دار

بایذئ شوہر سے۔ کرنا جسکا نتیجہ رنج ہو پنچم دشواری اور سختی اور تکلیف کے
وقت صلاحیت اور خوش مزاجی سے شوہر کے ساتھ پیش آنا تاکہ شوہر
کی بیدلی اور رنج رفع ہو۔ اور حکما کا قول ہے کہ عورات نیک وہ ہین جو
شوہر سے بمحبت و شوق پیش آئین اور مثل لونڈیون کے خدمت و قناعت
کرین اور شوہر کے قرابتدارون کا پاس اور مروت کرین اور شوہر کے
دوستون کی مدارا و ضیافت کرین۔ اور بد عورتین وہ ہین جو شوہر کی
اطاعت نہ کرین اور دشمنان شوہر کے سامنے شوہر یا خویشان شوہر کی
مذمت کرین اور مثل چورون کے مال شوہر مین طمع اور خیانت کو راہ دین
اور جو احیاناً انسان کسی عورت ناشائستہ سے مبتلا ہو جاوے جسکو حق تعالی
نے ناشزہ فرمایا ہے اوسکا وہی علاج کرے یعنے اللہ تعالی فرماتا ہے
وَالّٰتِی تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ
فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیْرًا
اور جن کی بدخوئی کا تمکو ڈر ہو تو اون کو سمجھاؤ اور جدا کرو سونے مین اور
مارو پھر اگر تمہارے حکم مین آوین تو مت تلاش کرو اون پر راہ الزام کی
بیشک اللہ ہے سب سے اوپر بڑا۔ نشوز کہتے ہین ارتفاع کو ناشزہ وہ
عورت ہے جو خاوند پر مرتفع ہو خاوند کے تارک ہو اوسکے ساتھ بدخوئی
کرے ایسی عورت کا علاج اللہ تعالے نے تین طرح پر فرمایا ہے اول

نصائح کرے اور شوہر کی نافرمانی کرنے کے عذابوں کو سنا دے کہ فرمایا
رسول خدا نے جو عورت اپنے شوہر کو ناراض کرکے علیحدہ سوئے تو فرشتے
اوس پر لعنت کرتے ہین اور اسی طرح شوہر کے مراتب سمجھائے اگر وہ اس سے
متاثر نہو اور نصیحت کو قبول نہ کرے تو دوسرا علاج یہ ہے کہ اوس سے
جدائی اختیار کرے لفظ ہجر کی مراد مین قدما کا اختلاف ہے ابن عباس
نے فرمایا ہے کہ ہجر یہ ہے کہ عورت سے جماع نکرے ایک بستر پر سوئے
مگر پیٹھ پھیر کر ضحاک اور عکرمہ نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ بات کرنی
چھوڑ دی مجاہد اور ابراہیم اور محمد بن کعب نے کہا کہ ہم بستری ترک
کردے مگر رہے ایک ہی مکان مین بعض الفاظ بعض احادیث کے
ایسے موید ہین وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِي الْبَيْتِ یعنے عورت سے جدائی
نکی جائے مگر گھر کے اندر اور بعض علما نے فرمایا ہے کہ جو امر عورت پر
زیادہ شاق ہو وہ اختیار کیا جاوے پس جن کے نزدیک عورت
کے بستر پر رہنا اور اوس سے مخاطب نہونا عورت پر زیادہ شاق ہی
اونھون نے واہجروہن سے یہی مراد لی ہی اور جن کے نزدیک عورت
سے علیحدہ ہوکر دوسرے گھر مین رہنا عورت پر زیادہ شاق ہے اونھون
نے واہجرہن سے یہی مطلب لیا ہے امام عسقلانی فرماتے ہین وَالْحَقُّ اَنَّ
ذٰلِكَ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْاَحْوَالِ فَرُبَّمَا كَانَ الْهِجْرَانُ فِي الْبُيُوْتِ اَشَدَّ عَنِ الْهِجْرَانِ

ئی غیرہا و بالعکس بل التعالیب فی غیرا لبیوت الم للنفوس خصوصا
النساء لضعف نفوسہن پس اگر کوئی شخص عورت سے جدائی
کرنے مین سفر کو اختیار کرے اس خیال سے کہ یہ زیادہ اوسپر شاق ہوگا
تو یہ بھی واہجروہن کے تحت مین داخل ہے گو ظاہر آیت سے ترک الدخول علیہن
والاقامۃ عندہن سمجھا جاتا ہے اور بعض نے اہجروہن کے یہ معنی لئے ہین
کہ ہجر بضمہ ہا سے مشتق ہے اور اوسکے معنی کلام قبیح کے ہین یعنے اغلظو
الہن فی القول یعنے اگر وہ نصیحت قبول نکرین تو اون سے سخت کلامی کرو
اور بعض نے کہا ہے کہ اہجروہن کا مشتق ہے ہجار سے وہو الحبل الذی یشد بہ البعیر
یعنے ہجار اوس رسی کو کہتے ہین جس سے شتر یعنے اونٹ باندہا جاتا ہے
پس معنی یہ ہوئے اوثقوہن فی البیوت واضربوا ہن۔ یعنے اگر
نصیحت نہ مانین تو اون کو گھرون مین بند کرکے مارو طبری یہی معنی لیتے
ہین اور اس حالت مین یہ دو ہی شکلین ناشزہ کے علاج کی ہین تیسرا
علاج یہ ہے کہ پہلا اور دوسرا علاج اثر نہ کرے تو اون کو مارو اور یہ آخری
علاج ہے لیکن احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ سخت نہ مارو جس سے
ہڈی ٹوٹ جائے یا زیادہ چوٹ آئے پہر عاقل کو چاہیے کہ نااہل عورت
کے فتنہ سے بچے کیونکہ عورات نالایق کا فتنہ بہت سخت ہے فرمایا رسولخدا
نے ان الفتنۃ بالنساء اشد من الفتنۃ بغیرہن۔ یعنے عورتون کا فتنہ

بہت سخت ہے دوسرے فتنون سے اور بعض حکما نے کہا ہے کہ عورتین سراپا شر ہین اور زیادہ شر یہ ہے کہ جو اونکے ساتھ مبتلا ہو کیونکہ یہ ناقص العقل والدین ہین مرد کو اون کامون مین مصروف کرتی ہین جن مین دین اور عقل کا نقصان ہو مثلاً دین کے کامون سے پھیرنا اور دنیا کے کامون مین لگانا اور یہ اشد فساد ہے وَقَالَ بَعْضُ الْحُكَمَاءِ اَلنِّسَاءُ شَرٌّ كُلُّهُنَّ وَاَشَرُّ مَا فِيْهِنَّ عَدَمُ الْاِسْتِغْنَاءِ عَنْهُنَّ وَمَعَ اَنَّهَا نَاقِصَةُ الْعَقْلِ وَالدِّيْنِ تَحْمِلُ الرَّجُلَ عَلٰى تَعَاطِىْ مَا فِيْهِ نَقْصُ الْعَقْلِ وَالدِّيْنِ كَشُغْلِهٖ عَنْ طَلَبِ اُمُوْرِ الدِّيْنِ وَحَمْلُهٗ عَلَى التَّهَالُكِ عَلٰى طَلَبِ الدُّنْيَا وَذٰلِكَ اَشَدُّ الْفَسَادِ فتح الباری اور شیخ کا شعر بھی ایسی عورات کے حال مین ہے۔

زن بد در سراے مرد نکو ہمدرین عالم است دوزخ او

اور حالت حیض مین طلاق حرام ہے اور اگر بعد پاک ہونے کے مقاربت کی تو بھی حرام ہے اور بعد طلاق دینے کے عورت مطلقہ کو کچھ تحفہ کے طور پر دینا چاہیئے تاکہ اوس کا دل خوش ہو اور سبب طلاق کو کسی سے بیان نہ کرے کہ مسلمان پر افشاء راز حرام ہے۔ اور جب انسان بحکم شرع شریف دوسرا عقد کرے کہ شریعت نے چار تک جائز کئے ہین اس سے عورت کو بباعث کم عقلی رشک ضرور ہوتا ہے اور رشک سبب فساد ہے اس صورت مین انسان مواسات کا خیال مساوی رکھے اور مساوی سے یہ مراد ہے کہ ایک رات کو ایک کے پاس رہے اور دوسری مین دوسرے

کے پاس مگر مباشرت اور میلان قلب کا برابر ہونا امر اختیاری نہین کیونکہ یہ قلب سے متعلق ہے جس پر خدا قادر ہے نہ انسان اور جو شخص متعدد ازدواج رکہتا ہو اور سفر مین کسی زوجہ کو ساتھ لے جانا چاہیئے تو لازم ہے کہ قرعہ اندازی کرے اور جس کے نام قرعہ آئے اوسکو ساتھ لے جائے ورنہ بمصلحت سفر پر نظر کرکے جس کو مناسب اور لایق انجام کار سفر کے مناسب سمجھے بلا رعایت ساتھ لیجائے (دوراندیش حکما اسے عرب کہتے ہین) کہ پانچ قسم کی عورتوں سے احتراز کرنا چاہیئے یعنے حنانہ۔ منانہ۔ انانہ۔ کیتہ القفا۔ خضرا الدمن حنانہ وہ ہے جو دوسرے شوہر سے اولاد رکہتی ہو اور شوہر حال کے مال پر پرورش کرے۔ اور منانہ وہ ہے کہ پہلے سے اوسکو متمول ہو اور اپنے مال کا احسان شوہر پر رکھے اور انانہ وہ ہے کہ پہلے شوہر کو شوہر حال پر تفوق دے اور ہمیشہ اوسکی شکایت اور واویلا کرتی رہے اور کیتہ القفا وہ ہے جو صاحب عفت نہو اور غیبت شوہر مین اپنی بدامنی کا داغ شوہر پر رکھے اور خضرا الدمن اوس عورت جمیل کو کہتے ہین جو بد اصل ہو جسکی نسبت حدیث مین آیا ہے کہ نگاہ رکھو اپنے کو اوس عورت باجمال سے جو بد اصل ہو کیونکہ جو چیز گوبرا ور کرکٹ کوڑے سے پیدا ہوتی ہے اوس مین نیک اثر نہین ہوتا اور فرمایا حق سبحانہ تعالے نے

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ یعنے مرد کو عورت پر ہمیشہ غالب رہنا چاہیئے۔ اور
اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تَعِسَ عَبْدُ الزَّوْجَۃِ
یعنے بدبخت ہے غلام زوجہ کا کیونکہ زوجہ کو چاہیئے کہ شوہر کی لونڈی ہو کر
رہے چنانچہ بعض کتب فقہ مین دیکہا ہے کہ حضور نبوی نے حضرت فاطمہ زہرا
صلوٰۃ اللہ کا نکاح کیا تو وقت رخصت گیارہ نصیحتین فرمائین کہ جب علیؑ کے
گہر پہونچنا تو بسم اللہ الرحمن الرحیم کہکر اندر قدم رکہنا **دوم** جب صحن
مکان مین داخل ہونا کسی لکڑی خواہ تختۂ چوبی پر بیٹہنا اور کہیلین بہنی ہوئی
سر پر ڈالنا **سوم** اپنے دونون پانون دہو کر اوس پانی کو ہر چہار گوشہ
مکان مین چہڑکوا دینا **چہارم** ہمیشہ دُہلے ہوئے نازک کپڑے سیتے رہنا
پنجم ہمیشہ سُرمہ دونون آنکہون مین لگانا **ششم** بغیر تیل کے سر اور
بدن نہ دہونا اور جب علی تیری طرف دیکہے تو اپنی نگاہ نیچی کر لینا **ہفتم** مثل
کنیزک زرخرید کے اطاعت کرنا **ہشتم** ہمیشہ عطر ملنا **نہم** جب علیؑ سے
کلام کرنا مسکرا کر خندہ روئی سے **دہم** سات روز تک کوئی تلخ اور ترش
چیز مثل سرکہ وغیرہ کے نہ کہانا **یازدہم** سات شبانہ روز ایک جگہہ رہنا
جو عورت نصائح مسطورہ پر عمل کرے وہ اپنے شوہر کے نزدیک محبوب تر
ہو اور کتب فقہ مین ہے کہ شوہر کو اختیار ہے کہ اپنی زوجہ کو اوسکے
والدین کے گہر جانے دے اور جو وہ آئین تو اون سے نہ ملنے دے

مگر ہان ہفتہ وہ مہینہ یا سال مین ایک دو دفعہ جانے اور آنے کو نہ روکے
اور دوسرے اہل قرابت محرم کے ہان بھی جانے اور آنے کی گاہ گاہ
اجازت دے اور کثرت ملاقات یعنے روز مرّہ ملنے سے مانع ہو چونکہ
نکاح کے معاملات اور عورات کے ضروری حالات تحریر ہو چکے مگر ایک
امر جو عورتون سے متعلق ہے اوس کا بھی بیان مناسب ہے جو اکثر
عوام مین شایع اور بعض خواص مین بھی جاری ہے یعنے عورتون کو
منحوس سمجھنا اور اونمین بدفالی ماننا یہ امر تو ظاہر ہے کہ اسلام نے
تطیّر اور تشاؤم یعنے شگون اور بدفالی کو منہدم کر دیا جاہلیۃ عرب مین یہ
امور جاری تھے رسولؐ خدا نے عموماً فرمایا لَاعَدْوٰی وَلَاطِیَرَۃَ یعنی شگون و
بدفالی اور بیماری کا لگ جانا کوئی چیز نہین پس اسکی برائی ظاہر کرنا کچھ ضرور
نہین ہان یہ دیکھنا چاہیے جسپر اکثر عوام اور بعض خواص کا خیال ہے کہ
شرع نے تین چیزون مین بدشگونی اور نحوست کو لیا ہے۔ **عورت۔**
گھوڑا۔ مکان۔ اور بعض احادیث بھی بظاہر اِس خیال کے موئد ہین چنانچہ
حضرت ابن عمر سے مروی ہے اِنَّمَا الشُّوْمُ فِیْ ثَلٰثَۃٍ فِی الْفَرَسِ وَالْمَرْأَۃِ وَالدَّارِ
یعنے بدشگونی تین چیزون مین ہے گھوڑے مین عورت مین گھر مین اسی
حدیث سے لوگون کا خیال ہے کہ شرع نے بھی ان تین چیزون مین
بدشگونی قائم کی ہے اِس کا یہ حال ہے کہ بعض ائمہ دین نے اس کا

یہ جواب دیا ہے کہ ترمذی کی حدیث مین ہے کہ لَاشُؤمَ فِی الْمَرْأَۃِ وَالدَّارِ وَالْفَرَسِ یعنے نہین ہے بدشگونی عورت اور گہر اور گھوڑہ مین پس یہ حدیث معارض ہے حدیث مذکور کی اور قاعدہ مسلم ہے اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا جب دو امر متعارض ہونگے دونون اپنے مرتبہ سے گر جائینگے لیکن یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ حدیث ترمذی کی ضعیف ہے اور حدیث مذکور قوی ہے اور ضعیف قوی کی معارض نہین ہوسکتی پس حدیث اول ہی قابل سند ہے نہ دوسری اور حضرت عائشہ نے اُس کا جواب یہ دیا ہی کہ ابن عمر کو تمام و کمال حدیث یاد نہین رہی اول کے الفاظ بہول گئے وہ جس وقت رسول خدا کے پاس آئے تو آپ یہ فرما رہے تھے کہ قَاتَلَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ یَقُوْلُوْنَ الشُّؤْمُ فِیْ ثَلٰثَۃٍ فِی الْفَرَسِ وَالدَّارِ وَالْمَرْأَۃِ یعنے قتل کرے اللہ یہود کو کہ وہ کہتے ہین بدشگونی ہے گھوڑہ اور گہر اور عورت مین اونکو اول کا جملہ یاد نہ رہا مگر یہ جواب بھی قابل اطمینان نہین کیونکہ صرف ابن عمر نے اس حدیث کو بیان نہین کیا اور بھی صحابہ اس مین شریک ہین مثل ابوہریرہ و سہل ابن سعد وغیرہما پس اگر بالفرض ابن عمر اول بہول گئے تو یہ صحابہ کیون بہولے اونہون نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اصل جواب اس کا یہ ہے کہ رسول خدا نے فرضی طور پر فرما دیا ہے کہ اگر بدشگونی کی کچھ اصلیت ہوتی تو ان تین چیزون مین ضرور ہوتی۔ یعنے حقیقت مین

بدشگونی کسی چیز مین نہین ہے اور دلیل یہ ہے کہ عمر عسقلانی کی روایت سے
جو بخاری نے کتاب النکاح مین درج کی ہے یہ الفاظ ہین اِنْ کَانَ فِی شَیْءٍ بعضہ
اَلْمَرْاَۃُ وَالدَّارُ وَالْفَرَسُ ۔ اور مسلم مین ہے اِنْ کَانَ مِنَ الشُّوْمِ لِشَیْءٍ
حَقٌّ فِی الْمَرْاَۃِ وَالدَّارِ الفرس اور ابن مسلم کی روایت مین ہے اِنْ کَانَ الشُّوْمُ فِیْ شَیْءٍ یَعْنِی الْمَرْاَۃَ
وَالدَّارِ وَالْفَرَسِ یعنی اگر نشاۓ شوم حق ہوتا یا اوسکا وجود ہوتا تو ان تینون مین ہوتا
عورت مین مکان مین گھوڑے مین علامہ مازری اور قاضی وغیرہما کا یہی جواب
ہے اور بعض نے تمام احادیث کو جزم اور شک مین مطابق کرکے یہ جواب
دیا ہے کہ ان تینون مین اگر نحوست پائی جاتی ہے تو وہ بھی منجانب اللہ
ہے نہ کہ ان تینون کو بالذات کچھ دخل ہے اور یہ خود اثر کر سکتی ہین اور
ائمۂ دین نے بالاتفاق فرمادیا ہے کہ اگر کسی شخص کے دل مین شبہہ
ان تینون امر مین پڑ جانے تو اوسکو چاہیئے کہ فوراً ترک کرے اور بدل
لے ورنہ اعتقاد مین بہت فتور پڑیگا اور وہ منجر بہ شرک ہو جائے گا
امام قرطبی نے فرمایا ہے لِمَنْ وَقَعَ فِیْ نَفْسِہٖ شَیْءٌ اُبِیْحَ لَہٗ اَنْ یَّتْرُکَہٗ وَیَسْتَبْدِلُ
بِہٖ غَیْرَہٗ ۔ اور بعض نے اسکے یہ معنی لئے ہین کہ عورت کا شوم کج خلقی
اور عقیم ہے اور مکان شوم ہمسایہ کا برا ہونا اور گھوڑے کا شوم اوس پہ
سوار ہوکر جہاد نکرنا بہرحال شگون وغیرہ لینا شرعاً بہت برا ہے ہان
فال نیک کو لینا رسول خدا نے جائز فرمایا ہے ۔

بطالت

بیکار اور معطل رہنے کو کہتے ہین اور اللہ جل شانہٗ نے انسان کو صورت لطیف اور طبع ظریف اسواسطے عطا نہین کی کہ وہ اپنی ذات کو عاطل بنا وسے یا لہو لعب شطرنج و چوسر وغیرہ مین اپنی اوقات عزیز کو ضایع کرے خدا عز وعلا نے فرمایا ہی وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا یعنے کیا ہمنے رات کو پردہ دار اور کیا ہمنے دن کو وقت معاش پس انسان کو واجب ہے کہ دنکو کاروبار معیشت مین مصروف رہے اور رات کو بعد فراغ بجا آوری احکام آلہی آرام کرے اگر عالم ہے تعلیم و تعلم مین بسر کرے وعظ کہے عوام کو نصیحت کرے اگر طالب ہے نیکون کی صحبت اختیار کرے جس پیشہ کا جو آدمی ہو اوس کام کو سیکھے اور اپنے کام مین کمال پیدا کرنے کی کوشش کرے کہ بغیر کمال کے توقیر و منزلت نہین ہوتی

علاج حسد

اخلاق جلالی مین ہے کہ رذیلت حسد جہل اور حرص سے پیدا ہوتی ہے اور امام غزالی فرماتے ہین کہ حسد کے اسباب مین سے ایک سبب یہ ہے حُبُّ الرِّيَاسَةِ وَطَلَبُ الْجَاهِ لِنَفْسِهِ یعنے حرص ریاست کی اور نفس کے واسطے عزت کی خواہش کرنا اور حسد اوسکو کہتے ہین کہ دوسرے کا زوال نعمت چاہنا اور اوس نعمت کا حصول اپنی ذات کے واسطے مخصوص کرنا تفسیر کبیر مین امام لکھتے ہین اَلْمَسْئَلَةُ الثَّانِيَةُ فِي حَقِيْقَةِ الْحَسَدِ اِذَا اَنْعَمَ اللهُ عَلٰى اَخِيْكَ بِنِعْمَةٍ فَاِنْ اَرَدْتَّ زَوَالَهَا

فَھٰذَا ھُوَ الْحَسَدُ یعنے حقیقت حسد یہ ہو کہ تو اپنے بہائی کی نعمت کا زائل ہونا چاہیئے اسی کو حسد کہتے ہین وَاِنْ اشْتَھَیْتَ لِنَفْسِكَ مِثْلَھَا فَھٰذَا ھُوَ الْغِبْطَۃُ وَالْمُنَافِسَۃُ اور اگر خواہش کرنے تو اسبات کی کہ اس نعمت کی مثل مجکو بھی حاصل ہوتی بغیر ارادۂ زوال نعمت کے تو اسکا نام غبطہ ہے اور مُنافسۃ اَمَّا الْاَوَّلُ فَحَرَامٌ پس اول یعنے حسد حرام ہے وَاَمَّا الثَّانِیْ فَلَیْسَتْ بِحَرَامٍ اور لیکن ثانی یعنے غبطہ پس نہین ہے حرام پہر حسد کے مراتب ہین اَلْاُوْلٰی اَنْ یُّحِبَّ زَوَالَ تِلْكَ النِّعْمَۃِ عَنْہُ وَاِنْ کَانَ ذٰلِكَ لَا یَحْصِلُ لَہٗ۔ پہلا یہ کہ نعمت کا زائل ہونا اپنے بہائی سے چاہے خواہ اپنے واسطے حاصل ہو یا نہو وَھٰذَا غَایَۃُ الْحَسَدِ اور یہ مرتبہ حسد کا اولٰی درجہ کا ہے وَالثَّانِیَۃُ اَنْ یُّحِبَّ زَوَالَ تِلْكَ النِّعْمَۃِ عَنْہُ اِلَیْہِ اور دوسرا مرتبہ حسد کا یہ ہے کہ اپنے بہائی سے زوال نعمت چاہے اور اپنے واسطے اوسکا حاصل ہونا مقصود ہو۔ اور حسد مین قوت شہوی بہت ہے اگر وہ دوسرے کے رنج پہونچانے کی غرض سے ہو تو رذائل عقلی مین ہے اور مرض حسد بدترین امراض روحانی سے ہے کیونکہ حاسد دوسرون کی نعمت اور کار خیر سے ملول ہوتا ہے اور آتش حسد سے خرمن حسنات کو جلاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلْحَسَدُ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ یعنے فرمایا رسولؐ خدا نے حسد کہا لیتا ہے نیکیون کو جس طرح آگ کہا لیتی ہے لکڑی کو۔ انس بن مالک سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے مت بغض رکھو ایک دوسرے سے مت دشمنی کرو ایک دوسرے سے اور رہو
اللہ کے بندون مین بھائیون کی طرح اور نہین حلال ہے کسی مسلمان کو چھوڑ دے
اپنے بھائی کی ملاقات تین دن سے زیادہ ۔ اور دوسری حدیث مین ہے کہ بغیر عذر
شرعی کے تین دن سے زیادہ کسی مسلمان سے خفا رہنا حرام ہے اور جب سلام
وپیغام یا خط وکتابت باہم جاری ہو جاوے تو خفگی جاتی رہی اور گناہ نہ رہا بشرطیکہ
ایذا دینے کا خیال نہ رہا ہو اور جب حسد کا اثر معلوم ہو تب ہاتھ اور زبان کو اوسکے
ارتکاب سے روکے کیونکہ دین ودنیا کا باعث نقصان حاسد ہے اور محسود کے
نفع کا سبب امام فخر رازی تفسیر مین فرماتے ہین ۔ اَلْمَسْئَلَةُ السَّادِسَةُ فِی الدَّوَاءِ
الْمُزِیْلِ لِلْحَسَدِ وَھُوَ اَمْرَانِ الْعِلْمُ وَالْعَمَلُ یعنی حسد زائل کرنیکی دو دوا ہین علمی او عملی ۔ اَمَّا الْعِلْمُ فَفِیْہِ
مَقَامَانِ اِجْمَالِیٌّ وَتَفْصِیْلِیٌّ اور علمی دوا دو قسم کی ہی اجمالی اور تفصیلی اَمَّا الْاِجْمَالِیُّ فَھُوَ اَنْ یَعْلَمَ
اَنَّ کُلَّ مَا دَخَلَ فِی الْوُجُوْدِ فَقَدْ کَانَ ذٰلِکَ مِنْ لَوَازِمِ قَضَاءِ اللّٰہِ وَقَدَرِہٖ
لِاَنَّ الْمُمْکِنَ مَا لَمْ یَنْتَہِ اِلَی الْوَاجِبِ لَمْ یَقِفْ وَمَتٰی کَانَ کَذٰلِکَ فَلَا فَائِدَةَ فِی
النَّفْرَةِ عَنْہُ وَاِذَا حَصَلَ الرِّضَا بِالْقَضَاءِ زَالَ الْحَسَدُ یعنے دواے اجمالی یہ ہے کہ آدمی
اس امر کو جان لے کہ جو کچھ اس عالم مین واقع ہے مثلاً کسی کی حیات وممات کسی کو
عیش وآرام یا کسی کو تکلیف واسقام یہ سب مشیت اور حکم خداے تعالی سے ہے
کیونکہ ممکن ہی نہین کہ بغیر ارادہ حق تعالی کے کوئی چیز عالم دنیا مین موجود ہو سکے اور
جب یہ سمجھ لیا تو پھر کسی کی عیش وآرام سے نفرت کرنا کیا فائدہ جب آدمی خدا کی

مشیت پر راضی ہوگیا تو خود بخود حسد زائل ہو جائے گا وَاَمَّا التَّفْصِیْلِیُّ فَهُوَ اَنْ تَعْلَمَ اَنَّ الْحَسَدَ ضَرَرٌ عَلَیْكَ فِی الدِّیْنِ اور دوائے تفصیلی یہ ہے کہ تیرا حسد کرنا تجھی کو نقصان پہونچاتا ہے دین میں اور دنیا مین پس دین مین کیونکہ نقصان پہنچتا ہے فَمِنْ وُجُوْهٍ پس بہت سے وجوہ مین منجملا ونکے ایک یہ ہے (احدها) اَنَّكَ بِالْحَسَدِ كَرِهْتَ حُكْمَ اللّٰهِ وَمَا دِعْتَهُ فِیْ قِسْمَتِهِ الَّتِیْ قَسَّمَهَا بِعِبَادِهِ وَعَدْلِهِ الَّذِیْ اَقَامَهُ فِیْ خَلْقِهِ بِخَفِیِّ حِكْمَتِهِ وَهٰذِهٖ جِنَایَةٌ عَلٰی حَدَقَةِ التَّوْحِیْدِ وَقَذًی فِیْ عَیْنِ الْاِیْمَانِ ۔ پہلے یہ کہ تونے بوجہ حسد کے خدا تعالے کے حکم کو جو اوس نے کسی شخص پر عیش و آرام کا حکم دیا ہے برا جانا اور تونے جھگڑا کیا خدا کی تقسیم مین جو اوس نے اپنے بندون مین اپنی پوشیدہ حکمتون کے سبب سے عیش و آرام اور بلا اور وبا کو تقسیم کیا ہے اور یہ گناہ ہے باب توحید مین اور کوڑا ڈالتا ہے ایمان کی آنکھ مین (وَثَانِیْهَا) اَنَّكَ غَشَشْتَ رَجُلًا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَارَقْتَ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ فِیْ حُبِّهِمُ الْخَیْرَ لِعِبَادِ اللّٰهِ وَشَارَكْتَ اِبْلِیْسَ وَسَائِرَ الْكُفَّارِ فِیْ مَحَبَّتِهِمْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ الْبَلَایَا ۔ دوسرے یہ کہ جب تونے کسی مومن سے حسد کیا تو اولیاء اللہ سے تو بدینوجہ جدا ہوا کہ وہ اللہ کے بندون کے واسطے بہتری چاہتے ہین اور تونے نہ چاہی اور شیطان اور تمام کفار کا شریک ہوگیا اسوجہ سے کہ وہ بھی یہی چاہتے ہین کہ مسلمان تکلیف مین رہین اور تونے بھی ایک مسلمان کی تکلیف کی خواہش کی (وَثَالِثُهَا) اَلْعِقَابُ الْعَظِیْمُ الْمُرَتَّبُ عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرَةِ تیسرے یہ کہ آخرت مین عذاب کا مستحق

ہوگا جو حاسدین کے واسطے اللہ تعالی نے مقرر کیا ہے وَاَمَّا کَوْنُہٗ ضَرَرًا عَلَیْکَ فِی الدُّنْیَا اور دنیا میں حسد تجھکو کیا نقصان پہونچائے گا فَھُوَ اَنَّکَ بِسَبَبِ الْحَسَدِ لَا تَزَالُ تَکُوْنُ فِی الْغَمِّ وَالْکَمَدِ وَاَعْدَاؤُکَ لَا یُخْلِیْھِمُ اللّٰہُ مِنْ اَنْوَاعِ النِّعَمِ فَلَا تَزَالُ تَتَعَذَّبُ بِکُلِّ نِعْمَۃٍ تَرَاھَا وَتَتَاَلَّمُ بِکُلِّ بَلِیَّۃٍ تَنْصَرِفُ عَنْھُمْ فَتَبْقٰی اَبَدًا مَغْمُوْمًا مَھْمُوْمًا فَقَدْ حَصَلَ لَکَ مَا اَرَدْتَ حُصُوْلَہٗ لِاَعْدَائِکَ وَاَرَادَ اَعْدَاؤُکَ حُصُوْلَہٗ لَکَ فَسَعَیْتَ فِیْ تَحْصِیْلِ الْمِحْنَۃِ لِنَفْسِکَ یعنے دنیا میں یہ نقصان ہے کہ ہمیشہ تو بسبب حسد کے غم اور رنج میں پڑا رہیگا کیونکہ تیرے دشمنوں پر حق تعالی کی ہر قسم کی نعمتیں نازل ہوتی رہتی ہیں پس جس نعمت کو تو دیکھے گا اوسی قدر عذاب میں پڑے گا مثلاً آج اونکو کہانا عمدہ ملا پ تجکو تکلیف ہے یا اونکو کپڑا اچہا ملا تجکو اس کا رنج ہے یا اونکو دفینہ مل گیا یا لوگ انکی عزت کرنے لگے تجکو غم ہوا یا اونکی تعظیم لوگ کرتے ہیں تجکو ملال ہے اور جس بلا سے تو اون کو بچتے ہوئے دیکھے گا اوسیقدر تجکو الم ہوئے گا یا وہ گہوڑے پر سے گرے اور چوٹ نہ آئے اس کا تجھے صدمہ ہوگا یا چوروں سے مال اون کا محفوظ رہا تجھے اس کا ملال ہوا اب تو سمجہ لے کہ تونے اپنے کو اوس امر میں مبتلا کیا ہے جس کو اپنے دشمنوں کے واسطے چاہتا تہا اور تیرے دشمن تیرے واسطے یعنے تکلیف اور رنج پس تو نے خواہش تو کی تکلیف کی اپنے دشمنوں کے واسطے اور سعی و کوشش کر رہا ہے

اوسکے حاصل ہونے کی اپنے لئے۔ ثُمَّ اِنَّ ذٰلِكَ اُلْغوا اذا استولى
عَلَيْكَ اَمرضَ بَدَنَكَ وَاَذالَ الصّحۃ عَنْكَ وَاَوقَعَكَ فِي الوَسَاوِسِ
وَنغصَ عَلَيْكَ لَذَّةَ الْمَطْعَمِ وَالْمَشْرَبِ پہر جس وقت کہ یہ تخم تیری رگ وریشہ مین
سما گیا پس مریض کردے گا تیرے بدن کو اور زائل کردے گا تیری تندرستی کو
اور ڈال دیگا تجہکو وسوسون مین اور مکدر کردے گا تیرے کہانے اور
پینے کی لذت کو یہ ہے دنیاوی ضرر پس حسد حاسد کے واسطے دین ودنیا
مین باعث نقصان ہوا اور محسود کو نہ دنیا مین نقصان نہ دین مین کیونکہ کسی کے
حسد سے اوسکی نعمت زایل نہین ہو سکتی وَاِنَّ كُلَّ شَيْئٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ
یعنی ہر شئے کی مقدار اللہ کے نزدیک ہے اور دین مین نقصان کا نہونا ظاہر
ہے کیونکہ جو گناہ ہے حاسد کا ہے نہ محسود کا اور محسود کو دنیا مین بہی نفع ہے
اور دین مین بہی۔ اَمَّا مَنْفَعَتُهٗ فِي الدِّيْنِ فَهُوَ اَنَّهٗ مَظْلُوْمٌ مِنْ جِهَتِكَ لَاسِيَّمَا
اِذَا اَخْرَجْتَ الْحَسَدَ اِلَى الْقَوْلِ وَالْفِعْلِ بِالْغِيْبَةِ وَالْقَدْحِ فِيْهِ وَذِكْرِ
مَسَاوِيْهِ فَهِيَ هَدَايَا يُهْدِيْهَا اللّٰهُ اِلَيْهِ یعنی محسود کو دین مین یہ فائدہ ہے کہ محسود
مظلوم اور حاسد بوجہ حسد کے ظالم ہے پس جبکہ حاسد نے حسد اوسکے قول اور فعل سے
کیا یعنی اوسکی غیبت اور تذلیل کی پس یہ ہدیہ ہے اللہ تعالی کی طرف سے کہ محسود
کو حاسد کی نیکیان عطا کرتا ہے یہ نفع ہے محسود کو دین مین وَاَمَّا مَنْفَعَتُهٗ
فِي الدُّنْيَا فَاعْلَمْ اَنَّ اَهَمَّ اَغْرَاضِ الْخَلْقِ مَسَاءَةُ الْاَعْدَاءِ وَكَوْنُهُمْ

مَغْمُوْمِیْنَ وَمَهْمُوْمِیْنَ وَلَا عَذَابَ اَعْظَمَ بِمَا اَنْتَ فِیْهِ مِنْ اَلَمِ الْحَسَدِ یعنے
محسود کو دنیا مین یہ نفع ہے کہ تمام کی بڑی غرض یہ ہے کہ اونکے دشمن پامال اور مغموم
ومغذب رہین چنانچہ ہر شخص برائی کے موقع پر نصیب دشمنان کہا کرتا ہے پس محسود
کی غرض حاصل ہے کہ اوسکا دشمن حاسد ہمیشہ عذاب مین رہے یہی وجہ ہے کہ
کہ مرد عاقل دشمن کی موت نہین چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ یہ زندہ رہے اور بلا مین
مبتلا اسی بنیاد پر کسی شاعر نے کہا ہے ؎

لَا مَاتَ اَعْدَاؤُكَ بَلْ خُلِّدُوْا	حَتّٰى یَرَوْا فِیْكَ الَّذِیْ یَکْمَدُ
لَا زِلْتَ مَحْسُوْدًا عَلٰی نِعْمَةٍ	فَاِنَّمَا الْكَامِلُ مَنْ یُّحْسَدُ

پس التعالی کی ایک نعمت ہے محسود کے لئے جو حاسد کے حسد سے زائل نہین ہوتی
حاسد کو چاہئے کہ حسد کو زہر قاتل سمجھکر اسباب حسد کو دل سے نکال ڈالے
اور حسد جو حکم کرے اوسکے خلاف عمل کرے ؎ سینہ لبغض وحسد سے پاک رہے
دل محبت مین دردناک رہے ✚ اور انواع حسد سے ایک نوع وہ ہے جو باہم علما
مین ہوا ور ایک دوسرے کے بتانے اور پڑہانے مین حسد کرے حالانکہ تعلیم
وتعلم سے علم کو ترقی ہوتی ہے اور علاج اسکا قریب قریب علاج حزن کے ہے
جسکا ذکر آگے آتا ہے اور غبطہ اوسکو کہتے ہین جو مثل دوسرون کے نعمت کے
بلا نقصان اوسکے اسپنے واسطے چاہئے اگر خواہش امور دینوی کیلئے ہے
تو بقدر ضرورت جائز ہے اور زائد مذموم ۔ اور اگر امور اخروی اور فضائل نفسانی

مین ہے تو مطلقاً محمود ہے کیونکہ اسکے واسطے بقا ہے اور سبب ترقی مدارج
وعقل اور جو اس پر عمل کرے وہ دوسرے امراض کے رفع کرنے پر بھی قادر ہوگا

علاج حزن

رنج نفسانی کا نام حزن ہے جو محبوب یا شئے مرغوب کے جانے سے انسان پر
طاری ہوتا ہے اور وہ حرص وطمع حصول خواہشہا سے جسمانی اور لذات بدنی
سے متعلق ہے پس بحالت حزن وملال انسان غور کرے کہ دنیا مین کسی کو ثبات
وبقا نہین اور جو چیز باقی رہنے والی ہے وہ امور عقلی ہین جس سے انسان کا نام
ہوتا ہے اور جب اسپر یقین کامل حاصل ہوتا ہے تب طمع فاسد اور خیال باطل
خود دور ہو جاتا ہے اور حدیث مین آیا ہے کہ سب گناہون کی اصل دنیا ہے اور
بعض حکما نے کہا ہے کہ جس نے دنیا کو پہچانا اوسکے دل مین کبھی رغبت نا جائز
نہوگی ؎ جمشید جز حکایت جام از جہان چہ برد ✤ زنہار دل مبند بر اسباب
دنیوی ✤ وَقَالَ بَعْضُ الْعَارِفِيْنَ لَوْكَانَتِ الدُّنْيَا ذَهَبًا وَّالْاٰخِرَةُ خَزَفًا بَاقِيًا
لَكَانَتِ الْاٰخِرَةُ خَيْرًا مِّنَ الدُّنْيَا فَكَيْفَ وَالدُّنْيَا خَزَفٌ ۔
اور فرمایا بعض اہل اللہ نے اگر ہوتی دنیا سونا فنا ہونے والا اور آخرت مٹی
باقی رہنے والی تو البتہ ہوتی آخرت بہتر دنیا سے حالانکہ خود دنیا مٹی ہے پس ہر
انسان کو چاہیئے کہ موجود پر خوش ہو اور جو کھو یا جاتی رہے اوسپر ملول نہو
اس صورت مین ہر شخص مسرور رہے گا اور زندگی بلا خلش بسر کرے گا اور

فرمایا رسول مقبول صلوۃ اللہ نے اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی بِحِکْمَتِہٖ وَجَلَالِہٖ جَعَلَ الرَّوْحَ وَالْفَرَحَ فِی الرِّضَاءِ وَالْیَقِیْنِ۔ یعنے اللہ تعالی نے اپنی حکمت وجلال سے سرور وشادمانی کو رضا اور یقین پر آراستہ کیا ہے اگر چشم غور سے انسان ہر ملک اور ہر شہر اور قصبہ اور ہر دہ کے آدمیون کو دیکھے اور اونکے احوال مین تامل کرے تو صاف معلوم ہوگا کہ ہر فرد اور ہر کردہ جو چیز اپنے پاس رکھتا ہے وہ اوس پر خوش ہوتا ہے۔ اور حکیم بطلیموس نے کہا ہے کہ حریص ہمیشہ فقیر رہتا ہے اگرچہ تمام جہان کی دولت اوسکے پاس ہو اور قناعت انسان کو توانگر کردیتی ہے گو اوسکے پاس کچھ نہو

اے قناعت توانگرم گردان	ماورائے تو ہیچ نعمت نیست

اور سعدی علیہ الرحمۃ نے کہا ہے توانگری بہ ہنرست نہ بمال۔ اور رسول خدا نے فرمایا ہے لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَۃِ الْعَرَضِ وَلٰکِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ یعنے کثرت مال سے آدمی توانگر نہین ہوتا بلکہ دل کی قناعت سے آدمی توانگر ہوتا ہے وَقَالَ ابْنُ بَطَّالٍ مَعْنَی الْحَدِیْثِ لَیْسَ حَقِیْقَۃُ الْغِنٰی کَثْرَۃَ الْمَالِ لِاَنَّ کَثِیْرًا مِمَّنْ وَسَّعَ اللّٰہُ عَلَیْہِ فِی الْمَالِ لَا یَقْنَعُ بِمَا اُوْتِیَ فَھُوَ یَجْتَہِدُ فِی الْاِزْدِیَادِ وَلَا یُبَالِیْ مِنْ اَیْنَ یَاْتِیْہِ فَکَاَنَّہٗ فَقِیْرٌ بِشِدَّۃِ حِرْصِہٖ وَاِنَّمَا حَقِیْقَۃُ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ وَھُوَ مَنِ اسْتَغْنٰی بِمَا اُوْتِیَ وَقَنِعَ بِہٖ وَرَضِیَ وَلَمْ یَحْرِصْ عَلَی الْاِزْدِیَادِ وَلَا اَلَحَّ فِی الطَّلَبِ فَکَاَنَّہٗ غَنِیٌّ حافظ ابن حجر فتح الباری مین لکھتے ہین کہ علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث کے یہ معنی ہین کہ توانگری کی حقیقت کثرت مال نہین ہے کیونکہ بہت سے

آدمی ہین جن کو اللہ نے مال دیا ہے لیکن وہ اوسپر قناعت نہین کرتے بلکہ کوشش
کرتے ہین اور زیادہ حاصل کرنے کے پس گویا وہ فقیر ہین بسبب حریص ہونے کے
بلکہ توانگری دل سے ہے اور دل کا توانگر وہ شخص ہے کہ قانع ہوگیا ہو اوسپر
جو کچھ اوسکے پاس ہے اور راضی ہوگیا ہو اوسپر اور نہین حرص کرتا زیادتی
کی اور نہین جستجو ہے طلب مال مین اس صفت کے آدمی کو غنی اور توانگر کہتے
ہین کسی کا شعر ہے ؎ وَمَنْ یُنْفِقُ السَّاعَاتِ فِیْ جَمْعِ مَالِہٖ ٭ مَخَافَۃَ فَقْرٍ فَالَّذِیْ
فَعَلَ الْفَقْرُ اور حزن کوئی امر ضروری اور لابدی نہین بلکہ ایک حالت اختیاری
ہے کیونکہ جب کوئی مطلوب کسی کے پاس سے فوت یا ضائع یا تلف ہو جاوے
تو اوسوقت دوسرون پر خیال کرنے کہ وہ اس مطلوب سے قطعاً محروم ہین
اور پھر راضی وخوشنود ہین اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر مصیبت کو انسان چندروز
کے بعد بھول جاتا ہے اور وہ حزن ہنسی اور خوشی کے ساتھ بدل جاتا ہے
یا یون سمجھنا چاہیئے کہ کوئی شخص مجلس ضیافت مین شریک ہوا اور ہر ایک کے
سامنے اطعمہ لذیذ چنے جائین اور جب اوسکی نوبت آئے تو وہ اپنے واسطے
مخصوص سمجھے اور جب داعی واپس لے تو اوسپر حزن اور رنج کرے اور نہ
سمجھے کہ اسباب دنیا داد الٰہی ہین کہ وہ تمام خلق پر اپنی نعمتون کو تقسیم کرتا ہے
اور جب چاہتا ہے مسترد کر لیتا ہے اسمین دولت ہو یا اولاد خواہ وجہ معاش
یا صحت و تندرستی پس عاقل کو چاہیئے کہ امانت کے واپس ہونے پر حزن

وملال اور افسوس نہ کرے بلکہ شاکر برضا رہے ۔

بغض و حرص

کا سبب یہ ہوتا ہے کہ انسان دوسرون کی دولت وثروت دیکھکر حریص ہوتا ہی اور حرص باعث بغض ہوتی ہے اور حرص دو طرح کی ہو ایک لوگون سے طمع کرنا دوسرے اپنے ہاتھہ سے کسب کرنا اور اپنی قوت بازو سے پیدا کرنا اور اوسپر قانع ہونا یہ عمدہ ہے مگر حق سبحانہ تعالی نے انسان کو حریص خلق کیا ہے لہذا اشیاء مقبوضہ پر قناعت نہین کرتا اور سوائے قناعت کے حرص کا روکنے والا کوئی نہین ۔

علاج

اس کا یہ ہے کہ انسان اپنے خرچ کو گھٹائے اچھی پوشاک کے مقابلہ مین موٹا اور سستا کپڑہ پہنے عمدہ کھانے سے قطع نظر کرے خشک روٹی اگر اپنی محنت سے میسر آئے تو اوسکو نعمت غیر مترقبہ سمجھے اور اوسپر قناعت کرے اور شکر خدا بجالائے اور ایک روز کے خرچ کے واسطے جب ملجائے تو زیادہ کی حرص نکرے کہ حرص انسان کو ذلیل کرتی ہے اور باعث بغض ہوتی ہے ۔ امام قرطبی فرماتے ہین ہوجاتا ہے آدمی بسبب حرص کے فقر النفس اور مبتلا ہوجاتا ہے امور رذائل اور افعال خسائس مین بسبب دنائت ہمت وبخل کے اور خدمت کرتے ہین اوسکی بہت آدمی اور کم ہوجاتی ہے قدر اوسکی بس ہوجاتا ہے احقر ہر حقیر سے اور

اذل ہر ذلیل سے یَکُوْنُ فَقِیْرَ النَّفْسِ لِحِرْصِہٖ فَاِنَّہٗ یُوْرِطُہٗ فِیْ رَذَائِلِ الْاُمُوْرِ وَخَسَائِسِ الْاَفْعَالِ لِدَنَاءِ ھِمَّتِہٖ وَبُخْلِہٖ وَیَکْثُرُ مَنْ یَّذُمُّہٗ مِنَ النَّاسِ وَیَصْغُرُ قَدْرُہٗ عِنْدَھُمْ فَیَکُوْنُ اَحْقَرَ مِنْ کُلِّ حَقِیْرٍ وَاَذَلَّ مِنْ کُلِّ ذَلِیْلٍ۔ اور قناعت مین متاب ہوتا ہے اور چشمون مین وقار پاتا ہے اور ہمیشہ ایسے آدمیون کے حالات پہ نظر رکھے جو دولت و مقدرت مین اوس سے کمتر ہون اور بزرگانِ دین کے حالات پر غور کرکے متنبہ ہوتا رہے تاکہ حرص دل سے رفع ہو اور بغض قلب مین جگہ نکرنے پائے —

علاج بخل

بخل کے علاج کا آسان طریق یہ ہے کہ انسان موت کو ہر وقت یاد رکھے اور خیال کرے کہ جو لوگ دولت چھوڑکر مرے اونھون نے بعد مردن اوس سے کیا فائدہ اوٹھایا سوا اسکے کہ وہ غیرون کے ہاتھہ مین پہونچی اور اگر امساک سے یہ غرض ہو کہ بعد ہمارے روپیہ اولاد کے کام آئیگا یہ خیال محال ہے کیونکہ بارہا دیکھا گیا ہے کہ اوس دولت سے اولاد متمتع نہین ہوئی بلکہ خدا نے اولاد کی نظرون سے اوسکو ایسا مخفی کیا کہ پس ماندگان نے سارا مکان مسکن کھود ڈالا اور متروکہ پدری سے ایک حبّہ نہ پایا اور بعض اولاد جن کے والدین محتاج تھے اور میراث پدری نہین رکھتے تھے اونھون نے قدرتی دفینہ پایا یا اپنی قوت بازو سے اسقدر پیدا کیا کہ وہ اپنی ذات سے اہل دولت ــــــ اور

صاحب ثروت ہوگئے غرضکہ اللہ جلشانہ نے جسکو پیدا کیا ہے اوسکا رزق کم و
بیش معین کر دیا ہے بے رزق کسی کو خلق نہین کیا اور جو اولاد خدا کی فرمانبردار
ہوتی ہے اوسکا خدا خود کفیل ہوتا ہے پھر فکر آئندہ پر بخیل بننا اور دنیا مین بدنام
ہونا اور عقبی کو خراب کرنا خلاف عقل ہے بخیل کی مذمت مین جو آیات و احادیث
وارد ہین اونمین غور کرکے انسان سوچے اور سمجھے اور خدا و رسول کی ناخوشی سے
بچے۔ صاحب تفسیر کبیر آیت ام لہم نصیب من الملک کے تحت مین فرماتے ہین
اِعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی وَصَفَ الْیَھُوْدَ بِالْجَھْلِ الشَّدِیْدِ وَھُوَ اعْتِقَادُھُمْ اَنَّ عِبَادَۃَ الْاَوْثَانِ
اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَوَصَفَھُمْ فِیْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ بِالْبُخْلِ وَالْحَسَدِ فَالْبُخْلُ ھُوَ
اَنْ لَّا یَدْفَعَ لِاَحَدٍ شَیْئًا مِمَّا اٰتَاہُ اللّٰہُ مِنَ النِّعْمَۃِ وَالْحَسَدُ ھُوَ اَنْ یَّتَمَنّٰی اَنْ لَّا یُعْطِیَ
اللّٰہُ غَیْرَہٗ شَیْئًا مِنَ النِّعَمِ فَالْبُخْلُ وَالْحَسَدُ یَشْتَرِکَانِ فِیْ اَنَّ صَاحِبَہٗ
یُرِیْدُ مَنْعَ النِّعْمَۃِ مِنَ الْغَیْرِ فَاَمَّا الْبَخِیْلُ فَیَمْنَعُ نِعْمَۃَ نَفْسِہٖ عَنِ الْغَیْرِ وَاَمَّا
الْحَاسِدُ فَیُرِیْدُ اَنْ یَّمْنَعَ نِعْمَۃَ اللّٰہِ مِنْ عِبَادِہٖ وَاِنَّمَا قَدَّمَ تِلْکَ الْاٰیَۃَ عَلٰی ھٰذِہِ
الْاٰیَۃِ لِاَنَّ النَّفْسَ الْاِنْسَانِیَّۃَ لَھَا قُوَّتَانِ الْقُوَّۃُ الْعَامِلَۃُ فَکَمَالُ الْقُوَّۃِ
الْعَالِمَۃِ الْعِلْمُ وَنُقْصَانُھَا الْجَھْلُ وَکَمَالُ الْقُوَّۃِ الْعَامِلَۃِ الْاَخْلَاقُ الْحَمِیْدَۃُ وَنُقْصَانُھَا الْاَخْلَاقُ الذَّمِیْمَۃُ
وَاَشَدُّ الْاَخْلَاقِ الذَّمِیْمَۃِ نُقْصَانًا الْبُخْلُ وَالْحَسَدُ لِاَنَّھُمَا مَنْشَآنِ لِعَوْدِ الْمَضَارِّ اِلٰی عِبَادِ اللّٰہِ
جان لو تحقیق اللہ تعالی نے آیت مقدسہ مین یہودیون کی جہالت کو بیان کیا
اور اونکے حاسد اور بخیل ہونے کو ظاہر فرمایا پس بخل اوسکو کہتے ہین کہ آدمی نہ دے

کسی کو اون نعمتون مین سے جو اللہ تعالی نے اوس کو دی ہین اور حسد اوس کو
کہتے ہین کہ حاسد تمنا کرے کہ اللہ سوا سے حاسد کے کسی کو کچہ نہ دے پس حسد
اور بخل دونون شریک ہین اس امر مین کہ حاسد اور بخیل سوائے اپنے کسی کو نعمت
کا حاصل ہونا نہین چاہتا دونون مین فرق اسقدر ہے کہ بخیل اپنے پاس سے
نہین دیتا اور حاسد یہ چاہتا ہے کہ اللہ کوئی نعمت اپنے بندون کو نہ دے پہر
امام فرماتے ہین کہ اوس آیت کو جسمین جہل کا ذکر ہے اس آیت پر جس مین بخل اور
حسد کا تذکرہ ہے کیون مقدم کیا اسوجہ سے کہ نفس انسانیہ مین دو قوتین رکھی
ہین ایک قوت عالمہ دوسری قوت عاملہ اور قوت عالمہ کمال علم ہے اور
نقصان اوسکا جہل ہے اور قوت عاملہ کا کمال اخلاق حمیدہ ہے اور نقصان
اوس کا اخلاق ذمیمہ ہین اور اخلاق ذمیمہ مین اشد ناقص بخل وحسد ہے کیونکہ یہ
دونون بندگان خدا کو نقصان پہونچانے کے سبب ہین پس عاقل کے واسطے
کافی ہے اسقدر نقص کا جان لینا اور بخیل جب یہ سمجہ لے کہ مین عام کی نظر مین
ذلیل وحقیر ہون تو بخل سے کارہ ہوجاے اور جب عارضہ بخل علاج پذیر ہو
تب خرچ کرنے کی رغبت پیدا کرے اور عمل پر ہمہ تن متوجہ ہو جائے حضرت
امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص تمام دنیا کی دولت
نیک نیتی سے اپنے قبضہ مین رکھتا ہو تو زاہد ہے اور اگر تمام دنیا کو ترک کر دے
اور للہیت نہو تو زاہد نہین پس انسان کو چاہیے کہ جو کام کرے وہ اللہ کے واسطے

ہو یہانتک کہ کہانا کہانا پائخانہ کو جانا بھی عبادت ہے اور ہر حرکت مین انسان ثواب پاتا ہے کیونکہ راہ دین مین سب کی حاجت اور ضرورت ہے فقط شرط نیک ہونا چاہیئے اور نیت ارادہ کو کہتے ہین اور ارادہ قدرت کے تابع ہو اور قدرت ارادہ سے متعلق اور ارادہ وہ ہے جو انسان کو کسی کام پر آمادہ کرے اسی قصد کو نیت کہتے ہین اور ارادہ و قصد کے ایک معنی ہین اس سے یہ ثابت ہوا کہ عمل بے نیت کے عبادت نہین اور نیت بے عمل کے عبادت ہے کیونکہ عبادت بدن سے ہوتی ہے اور نیت دل سے ان دونون مین سے جس کو دل سے تعلق ہے وہ بہتر ہے کیونکہ عبادت جسمانی سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ دل کی صفت بدل جاوے اور نیت سے یہ مقصود نہین کہ جسم کی صفت بدل جائے بلکہ نیت کے لئے عمل ضرور ہے چنانچہ فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ یعنے اعمال سرزد ہوتے ہین موافق نیت کے اس سے یہ مراد نہین کہ معصیت نیک نیتی سے طاعت ہو جاتی ہے غلط ہے جیسے کوئی حرام کے روپیہ سے مسجد بنوائے اور سمجھے کہ میری نیت بخیر ہے یا اسلحہ کسی رہزن اور ردا کو دے اور سمجھے کہ مین سخاوت کرتا ہون یہ بیہودہ خیال ہے نیت درحقیقت ایک کشش اور رغبت نفس ہے جو دل مین پیدا ہو کر غالب ہو جاتی ہے زبانی نیت اور اسمین بڑا فرق ہے۔

کذب

کذب از منہیات شرعی سے ہے جو اسکا مرتکب یا عادی ہو اوسکو بموجب حکم شرع شریف
کے سزا دینا چاہئے اگر سزا کا اختیار نہو تو زبان سے منع کرے اگر اس سے اثر
نہو تو اوس سے ملاقات ترک کردے کیونکہ جھوٹ مبدء فسادات ہے تفسیر کبیر
مین تحت آیت الا عباد ک منہم المخلصین کے فرمایا ہے یعنے شیطان نے خدا تعالے
سے کہا کہ مین تیرے بندون کو گمراہ کرونگا مگر جو نیک بندے ہین اون پر میرا
قابو نہوگا اعلم ان ابلیس استثنی المخلصین لانہ علم ان کیدہ لا یعمل
فیہم ولا یقبلون منہ یعنے شیطان نے جو مستثنی کردیا نیکون
کو اس غرض سے کہ اوس نے جان لیا کہ نیکون پر میرا قابو نہوگا و ذکرت فی
مجلس التذکیر ان الذی حمل ابلیس علی ذکر ھذا الاستثناء
لا یصیر کاذبا فی دعواہ فلما احترز ابلیس عن الکذب
علمنا ان الکذب فی غایۃ الخساسۃ یعنے میں نے وعظ مین بیان کیا تہا کہ شیطان نے
جو نیک بندونکو اپنے قول سے علیحدہ کردیا اس غرض سے کہ وہ اپنے قول مین جہوٹا
نہ ٹہیرے درحالیکہ شیطان نے جہوٹ سے احتراز کیا تو انسان کو اور زیادہ پرہیز
کرنا چاہئے کیونکہ جہوٹ نہایت بری چیز ہے۔ اور جہوٹ مین بڑا نقص یہ ہے کہ
جہوٹے کو رؤیا سے صادقہ نہین ہوتا کیونکہ جہوٹی باتون سے اوس کا دل نا ہموار
ہوجاتا ہے بلکہ کاذب کو اوس عالم مین رویت صحیحہ حق سبحانہ تعالی کی نہوگی
یا وقت زیارت دیدار حق اوسکی نگاہ مین کاواک اور محرف نظر آئیگا جیسے

ناہموار آئینہ یا تلوار کے عرض و طول مین انسان اپنا منہ دیکھے اور حسن و جمال
پوری طرح معلوم ہو غرضکہ دارین کے کامون کی اصل حقیقت دل کے ہموار ہونے
پر منحصر ہے اور دل کا ہموار ہونا زبان کی راستی پر اور زبان کی راستی عادت
کرنے پر موقوف ہے اور فرمایا حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ و آلہ نے کہ
تین چیزین ایسی ہین کہ جن مین سے اگر ایک بھی انسان مین ہو تو وہ منافق ہے
گو صوم صلوٰۃ کا پابند ہو ایک جھوٹ دوم وعدہ خلافی سوم خیانت
یہ تین باتین گناہ کبیرہ ہین اور فرمایا کہ جھوٹ سے رزق کم ہوتا ہے۔ اور کذب
زیادہ تر اسلئے حرام ہوا ہے کہ دل مین اثر کر کے نور دل کو تاریک کرتا ہے مگر
دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز کا مضائقہ نہین اور حضرت سرور کائنات
علیہ الثنا والتحیات نے تین مقام پر جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے ایک
جنگ مین جسکو خدع کہتے ہین دوم دو آدمیون مین صلح کرانے کے وقت
سوم اپنی زوجہ کے خوش کرنے کے لئے باقی سب قسم کا دروغ گناہ کبیرہ ہے
گو براہ تمسخر ہو اور بادشاہ کو چاہیئے کہ ایسے لوگون کی نگرانی کے واسطے محتسب
مقرر کرے تاکہ وہ اون پر حد جاری کرے اور محتسب کو چاہیئے کہ ایسے لوگون
کے جنکے افعال خلاف شرع ہون مطلقاً مروت اور رعایت نکرے —

تکبر

قریب قریب عجب کے ہے اور تکبر و عجب مین فرق عموم و خصوص کا ہے یعنی

جسکو اپنے کمال پر اعتماد و اعتقاد ہو وہ عجب ہے اور اگر اوس کا اظہار دوسرون پر کیا جائے تو تکبّر ہے ۔

علاج

اسکا یہ ہے کہ نفس کو انواع نصائح سے زجر کرتا رہے اور فضیلت اور تواضع پر نفس کو عادی کرے کہ ضد تکبر و عجب کی ہے اور حدیث مین آیا ہے کہ انسان متکبر شیطان کا دوست ہے اور دوسری حدیث ہے کہ اگر انسان قربت الٰہی کا خواہان ہو تو عاجزی اور انکسار کا شعار اختیار کرے اور حکما کا قول ہے کہ اغنیا کو تکبر کرنا قبیح ہے اور فقیر کے لئے اقبح اور کسی انسان کو استحقاق تکبّر نہین کیونکہ تکبّر منافی ہے احتیاج کے اور احتیاج سے کوئی نفس خالی نہین عام اس سے کہ محتاج ہو یا غنی ۔

بیحیائی

کی دو قسمین ہین ایک باطنی دوسری ظاہری ۔ باطنی وہ ہے کہ فحش کا مون کی دل مین رغبت ہو اور بخوف بدنامی اونکو ظاہر مین نکرے اور موقع و وقت کا جویا رہے اور فحش کے معنی ہین (حد سے گذرنا بدی کا) اور ظاہری یہ ہے کہ انسان فواحش کا مجرلا یتجزا بن جائے اور کسی شیخ و شاب سے نہ شرمائے ماں باپ کی نصیحت کو خیال مین نہ لائے اور فواحش جمع ہے فاحشہ کی جس کے معنی ہین (بدکارا ور حرام کار عورتین اور بدی اور برے کام جنکا کرنا شرع شریف مین

ممنوع ہے اونکو کئے جائے اور سمجھانے سے بھی نہ سمجھے اور نہ اون افعال لغو سے باز آئے اور زبان سے فاحش دشنام لوگون کو دیکر اون کے دل دکھائے اس کا انجام بخیر نہین ہوتا۔

علاج

اس معاملہ مین خوب غور کے ساتھہ خیال کرو کہ نفس مثل جانور سواری کے ہے اگر مرکب خلاف مرضی راکب دوسری جانب کا قصد کرے جو خلاف مقصود ہے تو سوار کو لازم ہے کہ فوراً اوسکی باگ کو روکے اور قابو سے باہر نجانے دے اور وہ مرکب کون ہے آنکھ کیونکہ آنکھ ہی تمام فواحش کی باعث ہے جہانتک ہو سکے اوسکو نظارہ حسینان مہ جبین سے بچاے تاکہ مبدا شہوت نہو اسی واسطے حضرت سلطان الانبیا علیہ التحیت والثنا نے ایک نگاہ کا ڈالنا جائز فرمایا ہے اور دوسری نگاہ جو عمداً ہو اوسکو حرام کیا ہے۔ دوسرا علاج بیحیائی کا یہ ہے کہ نفس کشی کرے اور نفس کشی صائم الدہر ہونے سے ہوتی ہے جس سے بیحیائی جاتی رہتی ہے اور زبان کو دشنام سے بچائے کیونکہ حق تعالی نے انسان کو زبان واسطے ذکر اور تسبیح کے دی ہے نہ دشنام دہی کے واسطے لہذا زبان کو ایسے کلمات فحش سے روکے جس کے نتائج کا ذکر اوپر بحث امانت مین ہوچکا ہے اوسکو دیکھو اور عمل کرو۔

اتفاق

یہ وہ لفظ ہے کہ زمانہ ماقبل مین جسکے مصداق اہل اسلام ہی تھے اور دوسری
کوئی قوم اسکی مصدوق نہ تھی مگر افسوس ہے کہ معاندین کی ایسی نظر لگی کہ ہمارا اتفاق
شہرۂ آفاق ہوکر رفتہ رفتہ ایسا معدوم ہوا جیسے بدن سے روح نکلجاتی ہے اور
انسان مردہ اور بے حس و حرکت ہوجاتا ہے اور پھر کچھہ بنائے نہین بنتی اسی واسطے
مین حیران ہون کہ اتفاق مثل اجسام کے نہین جسکی حسین صورت اس کاغذ پر بناؤن
اور ناظرین کو دکھاؤن۔ مگر ہان اسقدر کہنا تو ضرور ہی کہ اتفاق کی خوبی آفکر سے
معلوم ہوتی ہے اور فکر سے مراد ہے طلب علم اور طلب علم سے مقصود ہے جاننا کسی
چیز کا مثلاً کسی کو اسپر واقف ہونا منظور ہو کہ قوت شخصی بہتر ہے یا قوت اجماعی اسکے
لئے دو باتون کا جاننا ضرور ہے کہ ایک آدمی مین قوت زیادہ ہوگی یا چند مین
جب یہ دو باتین معلوم ہوگئین تو تیسری بات یہ پیدا ہوئی کہ قوت اتفاق بہت
قوی ہے جسطرح گھانس کی ایک سینک کو بہت خوردسال بچہ توڑ ڈالتا ہے
اور جب بہت سی سینکون کو ایک جگھہ باندہکر جھاڑو بنادو تو اوسکو بڑا قوی ہیکل
پہلوان بھی نہین توڑسکتا اور پھر وہ جھاڑو بڑے بڑے خس و خاشاک کے
ڈھیرون کو جھاڑکر صاف کردیتی ہے۔ چونکہ یہان اتفاق کے فوائد بیان
کرنا منظور رہین اسواسطے تمہید اس طرح کی جاتی ہے کہ اتفاق کے واسطے عفت
مقدم ہے کیونکہ پرہیزگاری سے پانچ دروازے انسان پر کھل جاتے ہین۔
حیا ۱ - قناعت ۲ - صبر ۳ - ظرافت ۴ - موافقت ۵ - اور ان ترلون

کے دو راستے ہین ایک افراط دوم تفریط جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے
اور وسط اسکا جو بال اور دم شمشیر سے بھی باریک ہے وہی صراط مستقیم ہے
اور بغیر اس کے نہ اتفاق ہوتا ہے نہ رہتا ہے۔ اور یہ بھی سمجھو کہ اتفاق کا پیدا
کرنا چندان محال نہین کیونکہ جب انسان اپنی محنت اور کوشش سے سرکش
گھوڑے کو مطیع بنا لیتا ہے اور وحشی وموذی جانور کو رام کر لیتا ہے تو پھر کوئی
وجہ نہین کہ آدمی کوشش کرے اور اتفاق مین کامیاب نہو۔ ہان اسمین شک
نہین کہ ہر کام مین دو قسمین ہوتی ہین ایک وہ جسمین انسان کو اختیار نہین
جیسے کوئی یہ چاہے کہ کنار دشتی کے تخم سے آم کا درخت پیدا کرے یہ بے اختیاری
ہے لیکن آم کا درخت اوسکے تخم سے پیدا کرنا اور اوسکی حفاظت کرنا ممکن ہے
اور چونکہ طبائع کا اختلاف بھی کسی قدر اتفاق مین ہرج کرتا ہے کہ بعض نفوس
امور نا ملائم کے عادی وخوگر ہو گئے ہین اور اوسپر فخر کرتے ہین کہ ہمنے اتنے
آدمی قتل کئے اور اتنے ڈاکے ڈالے اور اس قدر شراب پی اور اسقدر زنان
فاحشہ سے زنا کیا ایسی خو بو کے انسان سے اتفاق مشکل ہے کیونکہ وہ لوازم عفت
سے متعلق ہے جو ضد ہے رذائل کی لیس جن لوگون کے عادات خلاف اخلاق
حسنہ کے ہو گئے ہین علما و فضلا کو واجب ہے کہ اونکی اصلاح کرین اون کو
نیک راہ بتائین اور برے کامون کی سزا جو دنیا وعقبیٰ مین مقرر ہے اونکو سمجھائین
اور قہر الٰہی سے ڈرائین تا کہ کجی کو چھوڑ کر راستی پر آئین گو ابتدا مین اون طبیعتون

پر یہ نصیحت سخت ناگوار ہوگی مگر ناصح کو نصیحت سے دست بردار اور سبکدوش نہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر نفس میں اسکی قابلیت رکھی ہے کہ وہ نیک بات سنکر اوسپر عمل کرے اور بُرے کام کو چھوڑ دے اور عادت انسان کہ آخر طبیعت ہو جاتی ہے اور بوجہ لاعلمی کے وہ اون اشیا کا استعمال کرتا ہے جو مضر ہین مگر ضرر نہین ہوتا اسکی وجہ یہی ہے کہ وہ چیزین بسبب عادت کے موافق طبع ہو جاتی ہین جیسے مٹی اور افیون وغیرہ کا کھانا کہ باوجود منافی مزاج ہونے کے بھر بغیر کھائے چین نہین پڑتا یہ باعث لاعلمی ہے اسی طرح خدا کی معرفت اور طاعت مقتضائے فطرت انسانی ہے اور خلاف اوسکا داخل بیماری جیسا فرمایا حق تعالیٰ نے فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یعنے اونکے دلون مین بیماری ہے۔ اور بیمار کے واسطے علاج ضروری ہے اور ایسے بیمار قلبی کے واسطے نصائح سے عمدہ کوئی دوا نہین اور یہ ممکن نہین کہ سوا مرض الموت کے مریض کو دوا مفید نہو آج نہین کل کل نہین تو ایک نہ ایک روز اوسکو شفا ضرور ہوگی اور جب مریض کو صحت ہو جائے تو اوسکو اعتدال کی حفاظت چاہیئے تاکہ وہ بیماری پھر عود نکرے یا کوئی دوسرا مرض مہلک پیدا ہو جائے لیکن افسوس تو یہ ہے کہ علماے باعمل جو امراض قلبی کے طبیب اور راہ نیکی کے راہبر تھے انکو زمین نے پوشیدہ کر دیا اب الٰہی راہ رکئی اور قوم سعادت محروم ہو گئی اور اس زمانہ مین جو عالم ہین اونپر دنیا کی محبت غالب ہے تو خلق اللہ کو آخرت کی باتین کون بتائے اور راہ راست پر اونکو کون لگائے اور راہ اتفاق پہ اونہین کون لائے۔ اور جو نفوس چند بندگان خدا سے اس قابل ہین وہ گاہ گاہ

اوامر و نواہی ثواب و عذاب بہشت و دوزخ کا حال بیان کرکے سامعین کو ڈراتے ہین اونکو راستہ پر لگاتے ہین مگر اتفاق کی نسبت کچھ ترغیب و تحریک نہین فرماتے اور یہ ظاہر ہے کہ بغیر اتفاق کے انسان کوئی کام نہین کر سکتا عام اس سے کہ اوسمین تعداد قلیل ہو خواہ کثیر کیونکہ یہ امر علی العموم ہر کس ناکس اعلی اور ادنی پر بخوبی روشن ہے کہ احتیاج ایسی چیز ہے کہ جس روز سے انسان دنیا مین قدم رکھتا ہے اوسی روز سے محتاج غذا ہوتا ہے جس کا بار ایک مدت معین تک والدہ پر ہوتا ہے اور جب ہوش سنبھالتا ہے تب اوسکو غذاے انسانی کے پیدا کرنے کی حاجت ہوتی ہے جو صناعی سے متعلق ہے چنانچہ استعمال معاش کے بہت سے اسباب مسبب الاسباب نے دنیا مین مہیا کئے ہین جیسے۔ **تجارت۔ زراعت۔ حرفت۔ ملازمت** وغیرہ اسی واسطے دنیا کو عالم اسباب کہتے ہین۔ ہر چند کہ تجارت عمدہ شئے ہے اور تاجر ہمیشہ آزادانہ طور پر بسر کرتا ہے وہ سوائے حکومت اعلی کے کسی سے نہین ڈرتا ہے جس سے مراد پابندی قانون وضابطہ ہے نہ قید احتیاج تاجر جس وساور مین جاتا ہے نئے نئے شہر دیکھتا ہے ہر قسم کے آدمیون سے معاملہ کرکے تجربہ حاصل کرتا ہے غرضکہ کسی طرح یہ پیشہ خلاف شرع نہین بشرطیکہ جھوٹ اور فریب اوسمین شامل نہو کیونکہ جب یہ علت تجارت مین ملجاتی ہے تب تجارت حرام ہوجاتی ہے ورنہ اکل حلال پیدا کرنے کا عمدہ طریقہ ہے اور

آسایش نفس کا بہترین وسیلہ ہے ۵ خاص جو باعث تجارت ہو + شہرہ آفاق اوسکی دولت ہو + کوئی پہونچے نہ اوسکی عزت کو + کوئی پہونچے نہ اوسکی ثروت کو + کامیابی جو اسمین پوری ہو + قوم کو مفلسی سے دوری ہو + سب مرفہ ہون قوم کے انسان + ہے یہی ایک معدن احسان + راست باز سوداگر قیامت کے دن صدیقون اور شہیدون کے ساتھ اوٹھے گا اور جو شخص اپنے اور اپنے اہل و عیال کے خرچ کے واسطے مال کافی رکھتا ہو اوسکو بمقابل تجارت کے عبادت افضل ہے اور علماء متاخرین کا قول ہے کہ اس زمانہ مین بلشیتر اموال مشتبہ ہین اور تجارت مین جھوٹ کی عادت ہو گئی ہے اسواسطے تجارت مخدوش اور زراعت افضل ہے اور حکما کہتے ہین کہ تجارت پر اعتماد نہین ہو سکتا کیونکہ وہ منحصر ہے سرمایہ پر اور سرمایہ معرض زوال مین ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ تجارت کو پسند کرتے ہین مگر اونکے اصحاب زراعت ہی کو بہتر کہتے ہین ہر آئینہ انتظام امور معاش مین ہر انسان کو مستعد و مصروف رہنا واجبات سے ہے کیونکہ اللہ جلشانہ نے ارشاد فرمایا ہے وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا یعنے کیا ہمنے راتکو پردہ دار اور کیا ہمنے دن کو وقت معاش پس وقت معاش کو لہو و لعب مین ضائع نہ کرنا چاہئے ۵ سب ہے جان کے ساتھ کام انسان کے لئے + بنتی نہین زندگی مین بے کام کئے + جیتے ہو تو کچھ کیجئے زندون کی طرح + مردونکی طرح جیئے تو کیا خاک جیئے اور زراعت و صناعت و تجارت سے ملازمت

کبھی اچھی نہین کیونکہ ملازمت مجموعہ مصائب ہے آزادی اس سے سلب ہوتی ہے آسایش قطعاً جاتی رہتی ہے مگر حکیم مطلق کی حکمت بالغہ کا مقتضا یہی ہے کہ ہندوستان مین علی العموم ہر رشتۂ ملازمت کو مرغوب اور محبوب بنا دیا ہے اور ہر شخص باوجود علم وفضل کے اسی کو تلاش کرتا پھرتا ہے اور دیدہ و دانستہ آزادی کے پائون مین کلھاڑی مارتا ہے اور کل پیشون مین کوئی کام بغیر معاونت وشرکت دوسرے کے نہین ہوسکتا اور انسان مثل اور حیوانات کے کہ اونکو پیشیہ سے کچھ غرض نہین اپنی غذا بغیر صناعت کے پیدا نہین کرسکتا اور یہ بھی ممکن نہین کہ انسان روزانہ اوسی قدر پیدا کرے جو اوسی روز کے خرچ کے واسطے کافی ہو اور جب ایک روز کے خرچ سے غذا زیادہ دیا تو لامحالہ اوسکی حفاظت کی ضرورت ہوئی اور حفاظت کے لئے عورت منکوحہ سے بہتر کوئی نہین اور منکوحہ کے واسطے بموجب حکم خدا پردہ کی حاجت اور پردہ داری کے واسطے مکان کا ہونا لابد گویا ہر طرح حاجات اور لواحقات بشری مین افراط شروع ہوئی اور یہ احتیاج عموم کیواسطے ہے جس سے کوئی فرد بشر خالی نہین اور کسی کو بغیر معونت کے چارہ نہین اور معونت کے معنی ہین (مدد دینا) اور معونت تین قسم کی ہے **ایک** معونت بالمادہ جو زندگی روح کے واسطے ضروری ہے کیونکہ غذا پہلے معدہ مین پہونچتی ہے اور بعد ہضم خلاصہ اوسکا جس کا نام کیلوس ہے از راہ عروق جگر مین پہونچتا ہے اور بعد ہضم کبدی اوسکے خلاصہ سے چار خلط بنتے ہین یعنی **خون**

بلغم۔ صفرا۔ سودا۔ اور اخلاط مذکورہ کے خلاصہ سے خون بنکر رگون کے ذریعہ سے تمام بدن مین پہونچکر جز و اعضا ہوتا ہے۔ دوسرے معونت بالآلہ جیسے غذا کے واسطے پانی کہ غذا بغیر رقت کے جذب نہین ہوتی اور پانی سے بہتر و عمدہ کوئی چیز نہین پس پانی آلہ قوت نفوذ غذا کا ہوا تیسرے معین بالنجبت سے یعنے معین ایک ایسا کام کرے کہ اوسکے کمال کا سبب ہو گو وہ کام جو خادم نے کیا ذات مخدوم کے واسطے ہو عام اس سے کہ خادم کو اوس سے فائدہ پہونچے یا نہ پہونچے جیسے اکثر علما و حکما نے کتابین انواع علوم مین تصنیف کین جس سے اونکو کوئی فائدہ ذاتی مقصود نہ تھا بلکہ عام خلق کو مستفید ہونے کے لئے اپنے اوپر محنت و مشقت گوارہ کی اسمین مصنفین نہ کسی کے خادم تھے اور نہ اونکا کوئی مخدوم تھا بلکہ نیت اونکی بخیر تھی کہ آئندہ نسلین اوس سے فیضیاب اور کامیاب ہون اور یہی آثار ہمدردی کے ہین ورنہ انسان اور جانوران درندگان مین کیا فرق ہے درندے بھی جب بھوکے ہوتے ہین اپنا پیٹ بھرنے کے لئے جاندار جانورون کو کھا جاتے ہین اور انسان کی خلقت محض جلب منفعت ذاتی کے واسطے نہین ہوئی بلکہ دوسرون کو فائدہ پہونچانے کے لئے کہ اشرف المخلوقات ہے ؎

پایۂ دین ہی استوار اس سے دین و دنیا کا ہی وقار اس سے

اور انسان جس طرح اصدار افعال طبعی مین محتاج عناصر ہے اسی طرح حیوانات

مرکبات مین عاجز ہین مثل غذا ایکانے اور اوسکے دوسرے مصالح بہم پہونچانے
مین۔ پس ناطق ومطلق اپنی نوع مین مختلف ہوسے کیونکہ انسان کے واسطے
ترتیب غذا اور مسکن ولباس وسلاح واسباب وغیرہ کی ضرورت ہے کہ
بغیر اسکے کسی قسم کا پیشہ نہین ہوسکتا جیسے بڑہئی ولوہار وغیرہ کے واسطے
آلات کا ہونا درکار ہے اور یہ بھی ضروریات سے ہے کہ کوئی زراعت کرے
کوئی آہنگری کوئی نجاری کوئی کپڑہ بُنے کوئی درخت کرے کوئی دہوئے
اسی طرح اور سب صناعات مین مشغول ہون اور اپنے اپنے صناعات کا ایک
دوسرے سے بدل کرین اور معاملہ مین باخود ہا طریق ایمانداری اور عدالت کو نہ
چہوڑین اور معونت باہمد گر سے مُنہ نہ موڑین تاکہ اسباب معیشت مین خنہ نہ پڑے

اِس سے ہمت بلند ہوتی ہے آگے رونق دوچند ہوتی ہے

چنانچہ معونت یعنے مددہی کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے
شروع ہوا معارج النبوۃ مین لکھا ہے کہ جب حضرت آدم دنیا مین آئے تو ایک
مدت مدید تک تن برہنہ اور شکم گرسنہ رہے ایک روز جبریل امین بفرمان
رب العالمین زمین پر آئے اور حضرت آدم کا حال دریافت کیا حضرت نے
فرمایا کہ مین اپنے نفس مین اضطراب پاتا ہون جس سے عبادت کے لئے
اوٹھ نہین سکتا اور معلوم ہوتا ہے کہ میرے پیٹ اور گوشت مین جوئیان
رینگتی ہین جبریل نے جوابدیا کہ اسکو جوع یعنے بہوک کہتے ہین آدم نے کہا کہ اسکا علاج

جبرئیل نے جواب دیا کہ جلد اس کا علاج ہوگا خاطر جمع رکھو اور یہ کہکر غائب ہو گئے
چند روز کے بعد پھر جبرئیل امین بحکم احکم الحاکمین آئے اور دو نرگا و معہ رسی
و میخ کے ہمراہ لائے اور یہ سب سامان آدم کے سپرد کیا بعد اوسکے ایک شرارہ
جہنم سے لائے اور اوسکو سنگ و آہن میں قید کر دیا پھر تین دانے گندم کے
دئے حضرت آدم نے کہا کہ مین اسکو کہالون حضرت جبرئیل نے منع کیا اور کہا
کہ اسکو نگاہ رکھو کہ یہ بہو کمین کام آنے والی چیز ہے کہتے ہین کہ وزن ہر دانہ گندم
کا ایکہزار آٹھ سو درم کے برابر تہا بعد اوسکے آدم نے حسب تعلیم و اعانت
جبرئیل لکڑی سے زمین کو کہودا اور دانہاے گندم کو بویا جب درخت نمودار
ہوئے چاہا اوسکو کہائین جبرئیل مانع ہوے اور کہا جب اسمین خوشہ آئے اور
خشک ہو جائے تب دانہ کو صاف کر کے پتہر سے پیسنا اور ایک گڑہا کہود کر
اوس مین آگ جلانا اور آٹا خمیر کر کے روٹی پکانا اور جب وہ سرد ہو جائے تب کہانا
چنانچہ حضرت آدم نے ایسا ہی کیا کہتے ہین کہ جو روٹی آپ نے پکائی وہ پانسو
گز کی مدور تھی جب آدم نے اوسکو کہانا چاہا تب جبرئیل نے روکا اور کہا کہ اسمین
سے پہلے حصہ حوا کا علیحدہ کرو آدم نے اسپر یقین کیا اور حصہ حوا کا انکا لا اوسی
دن سے بار نفقہ عیال انسان پر مترتب ہوا۔ اور چونکہ انتظام امور انسانی کا
معاونت پر قرار پایا ہے لہذا حکمت بالغہ نے افراد انسان کو ہمت اور طبیعت
مین مختلف خلق کیا تا کہ بعض صناعت شریفہ اور بعض صناعت خسیسہ کیطرف

میل و خواہش کرین۔ اگر سب توانگری اور محتاجی مین مساوی ہوتے تو کسی کو نفقہ میسر نہوتا کیونکہ ایک آدمی وقت واحد مین ہزار کام نہین کرسکتا ایک غذا کے تیار کرنے مین ابتداے کاشت غلہ تا پخت نان ہزار چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر قوت تمیز اور عقل مین سب مساوی ہوتے تو سب ایک قسم کی صنعت کو اختیار کرتے اور دوسرے انواع معطل رہتے اور انتظام عالم مین فتور پڑتا چنانچہ حکما نے کہا ہے لَوْ تَسَاوَی النَّاسُ لَهَلَکُوْا جَمِيْعًا۔ یعنے اگر برابر ہوتے سب آدمی ہر آئینہ ہلاک ہوتے سب پس حکمت کا مقتضا یہ ہوا کہ بعض تدابیر صائب سے ممتاز ہون جیسے بادشاہ و وزیر و دیگر مدبران ملک اور بعض فضل قوت سے جیسے پہلوان اور بعض شوکت تمام سے یعنی شجاع اور بعض بہ کفائت یعنے پڑہنے لکھنے والے اور محاسب وغیرہ اور بعض تمیز و عقل سے خالی مثل ادوات یعنے خدمتگار و خدام وغیرہ چنانچہ اسی طرح پر قوام عالم اور نظام معیشت بنی آدم دیکھا جاتا ہے کہ کوئی کار جلیل اور کوئی کار ذلیل کیطرف مائل ہے اور اپنی اپنی جماعت مین سب خوش اور محظوظ مین اس سے معلوم ہوا کہ احتیاج انسانی بغیر مدد دوسرے کے رفع نہین ہوسکتی اور معاونت بغیر اجتماع کے محال ہے اور اجتماع ہی کا نام تمدن ہے اور تمدن مشتق ہے مدینہ سے اور مدینہ موضع اجتماع اشخاص کو کہتے ہین جس مین ہر حرفت اور صناعت کے لوگ موجود ہون اور ہر قسم کے حاجات اور ضروریات ایک کی دوسرے سے رفع ہوتے ہون۔ اور اجتماع کے تین نوع ہین۔ اول

اجتماع منزل دوم اجتماع قریہ سوم اجتماع امت - اجتماع منزل جسکے معنی گہر کے
ہین مادہ اجتماع مدینہ کا ہے - اور اجتماع قریہ جس سے مراد موضع وگانون سے ہے
ناقص ہے اور ناقص کامل کی خدمت کے واسطے ہوتا ہے پس اجتماع قریہ خادم
اجتماع مدینہ کا ہوا - اور اجتماع امت جسکے معنی گروہ انسان و پیروان انبیا
علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ہین آلہ اور سبب مدینہ کا ہے اور یہی اجتماع اولدرجہ
کا ہے اور اسی طرح ایک نوع دوسری نوع کی اعانت کے واسطے ہے چنانچہ
نباتات مادہ اعانت بعض حیوانات ہین کہ اونکو جانور کہاتے ہین اسی طرح
اعانت جانورون کی انسان کے ساتھہ ہے کہ اونکا دودہ اور گوشت اور
روغن کہاتے ہین اور اونکی شاخ و استخوان سے ہزارون قسم کی چیزین بناکر
صرف مین لاتے ہین اونپر سواری کرتے ہین غرضکہ اللہ تعالی نے انسان کو
مدنی الطبع خلق کیا ہے تاکہ اہل عالم یعنے گروہ پراگندہ و متفرق کو مجتمع کرے
اور جو لوگ تعریف تالیف سے علحدہ ہین اور تنہائی و تجرید مین زندگی بسر
کرتے ہین وہ اس فضیلت سے محروم ہین کیونکہ ابناے جنس سے وحشت کرنا
گوشہ مین بیٹہنا قوم کی رفع حاجات سے منہ موڑنا ہے اور بعض وہ لوگ ہین جو
مسجدون مین بیٹہہ رہتے ہین اور پہاڑون کے شگاف مین تنہا گذر کرتے
ہین اور اوسکو زہد و ورع سمجھتے ہین - اور بعض طریق اعانت مخلوق کو ترک
کرکے خلق کے بہروسہ پہ بیٹہہ رہتے ہین اور اوسکو توکل کہتے ہین - اور بعض

سیاحت کے نام سے وہ بدہ شہر بہ شہر پہرتے ہین اور کسی موقع و مقام پر کسی سے موانست واختلاط پیدا نہین کرتے اور کہتے ہین کہ ہم عالم کا حال دیکہکر عبرت اور دنیا سے نفرت کرتے ہین اور اس کو فضیلت جانتے ہین حالانکہ ایسے لوگ یا اور مثل ان کے اس صفات سے موصوف نہین ہوسکتے ہیںکے وہ مدعی ہین بلکہ اونہون نے بطور کسب کے اپنے رزق کا ذریعہ اور وسیلہ کر لیا ہے یہ لوگ بندگان خدا کا کہانا کہاتے ہین لباس اونکا دیا ہوا پہنتے ہین نقدی بھی جہانتک ملجاے لے لیتے ہین اور بحالت سیاحت لوگون کے مکانو نمین ٹھہرتے ہین اپنے سارے اخراجات کا بار اون پر ڈالتے ہین اور پہر کسی طرح کا عوض ظاہری یا باطنی اون کے ساتھہ نہین کرتے بلکہ اگر خدمت گذاری مین ذرا فرق آیا تو مکافات بد دعا سے کرتے ہین اور غضب و قہر آلہی سے ڈراتے ہین اور عوام الناس اونکو اہل فضائل سے تصور کرکے بڑی بڑی خوشامد ین کرتے ہین اور بڑی بڑی فرمایشون کے اداکرنے مین زیربار ہوتے ہین حالانکہ اونہون نے نظام عالم اور کمال انسانی سے بالکل اعراض کیا ہے بلکہ مردمان گوشہ نشین وغیرہ مثل جمادات اور مردون کے ہین کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس غرض سے خلق کیا اوس سے اونکو انحراف ہے اور خصائل وعادات بشری کو بقدر طاقت کام مین نہین لاتے پس ایسی عزلت اور سیاحت سے اتفاق باہمی اور محبت باہمی منبع کل فضائل ہے اور کارآمد

بنی نوع ہی چنانچہ **ارسطا طالیس** نے کہا ہے کہ انسان دوست کا ہر
حال مین محتاج ہے حالت تن آسانی و راحت و فراغت مین بنظر مدد اسباب
صحبت و معاشرت اور حالت سختی و شدت مین بجہت امداد و معاونت چنانچہ
بعض بزرگان نے فرمایا ہے کہ چار قسم کے آدمیون کی آزمایش چار وقت مین ہوتی
ہے یعنے شجیع کی بوقت جنگ ۔ اور امین و متدین کی ہنگام داد و ستد ۔
اور مہر و وفا ے زن و فرزند کی حالت عُسرت و فاقہ مین ۔ اور حقیقت دوستان
رنج و خستگی کے عالم مین سہ مرا یار با بد در ایام غم ٭ بہ شادی نبا یدمرا یار کم ٭
ان سب دلائل سے حاجت اتفاق کی ثابت ہو چکی **اب** رہا یہ امر کہ اتفاق کیا
چیز ہے اتفاق افراد احاد کے متفق ہونے کو کہتے ہین یعنے باہم خلوص کے ساتھ
ملکر رہنا ۔ ملکر کام کرنا ہمجنسون کی بہتری مثل اپنی ذات خاص کے چاہنا ۔ ذاتی
اغراض کو فائدہ قوم پر ترجیح نہ دینا ۔ ہر کام مشورہ قوم سے کرنا ۔ قومی نقصان کو
ذاتی نقصان سمجھنا ۔ قومی نقصان کے رفع کرنے مین ہمہ تن مستعد ہوتا ۔ اتفاق
کے فائدے عام و خاص مین مثل آفتاب کے روشن ہین جس قوم مین اتفاق
ہوتا ہے وہ قوم کا آدمی افلاس کے عارضہ مین مبتلا ہو جاے تو تمام قوم اوسکے
علاج مین مصروف ہو جاتی ہے اور اہل اتفاق دوسری قومونکی نگاہ مین
موقر اور مفتخر ہوتے ہین اتفاق کی قوت کو کوئی قوت نہین پہونچتی جس قوم مین
اتفاق ہوتا ہے اوسکو کوئی مغلوب نہین کرسکتا اور محبت و اتفاق دونون

ملکر ایسا اثر پیدا کرتے ہین جیسے غذا گرسنہ کے واسطے اور پانی تشنہ کے واسطے اور ابر باران کھیت کے لئے اور زر نقد مفلس کے لئے اور لباس برہنہ کے لئے اور تندرستی بیمار کے لئے ۵ قوم مین گروہ ہماری اتفاق + دور ہو جائے جہان سے پھر نفاق + اے خدا افراد کو کر متفق + تا کہ ہو امت نبی کی چست و چاق + مگر افسوس ہے کہ اس زمانہ مین اہل اسلام سے اتفاق قطعاً رخصت ہو گیا ہے اسکے دو سبب ظاہری معلوم ہوتے ہین ایک نقص اخلاق دوم مذاہب کا اختلاف کہ اہل اسلام مین تہتر فرقے ہو گئے ہین اور بعض کتب مین نوے ۹۰ فرق پائے گئے اور ایک فریق دوسرے فریق کا دشمن تفصیل مذاہب یہ ہے سنی و رافضی و شیعہ و اسحاقیہ و زیدیہ و عباسیہ و امامیہ و ناؤسیہ و تناسخیہ و لاعنیہ و راجعیہ و مرتضیہ و خارجیہ و ازرقیہ و ریاضیہ و علویہ و ابدیہ و ثعلبیہ و خازمیہ و خلفیہ و کوزیہ و کنزیہ و معتزلہ و میمونیہ و محکمیہ و سراجیہ و اخنسیہ و جبریہ و مضطریہ و معیہ و تارکیہ و بحثیہ و متمینہ و کسلانیہ و حبنیہ و خوفیہ و فکریہ و حسبیہ و حجتیہ و قدریہ و احدیہ و ثنویہ و لیسانیہ و شیطانیہ و شرکیہ و وہمیہ و رویدیہ و ناکثیہ و متبریہ و قاسطیہ و نظامیہ و متولفیہ و جہمیہ و معطلیہ و مترابصیہ و متراقبیہ و واردیہ و حرقیہ و مخلوقیہ و غیریہ و فانیہ و زنادقیہ و نطقیہ و قبریہ و واقفیہ و مرجیہ و تارکیہ و شابیہ و راجیہ و شاکیہ و

ونہمیہ[۷۱] وعملیہ[۷۲] ومنقوصیہ[۷۳] ومستثنیہ[۷۴] واشتریہ[۷۵] وبدعیہ[۷۶] ومشبہیہ[۷۷] وحشویہ[۷۸]
وکرامیہ[۷۹] ودہریہ[۸۰] وحالیہ[۸۱] وباطنیہ[۸۲] واباحیہ[۸۳] وبراہمیہ[۸۴] واشعریہ[۸۵] و
سوفسطائیہ[۸۶] وفلاسفہ[۸۷] وسمنیہ[۸۸] ووہابیہ[۸۹] ونیچریہ[۹۰] اوران مین سے بعض
کے اعتقادات یہ ہین کہ کوئی کہتا ہے کہ امامت نماز بجز اولاد علی علیہ السلام کے دوسرے
کو زیبا نہین کوئی زمین کو امام غائب سے خالی نہین جانتا۔ کوئی کہتا ہے کہ
حضرت مرتضوی پہر رجعت کرینگے کوئی کہتا ہے کہ بادشاہ مسلمان سے جنگ کرنا
درست ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ زکوۃ فرض نہین۔ کوئی قرآن کو مخلوق بتاتا ہے
کوئی کہتا ہے کہ مردے کو صدقہ اور دعا سے کچہ فائدہ نہین ہوتا۔ کوئی کہتا ہے
کہ حساب اور میزان کی کچہ اصل نہین۔ کوئی وجود فرشتہ وشیطان کا قائل نہین
کوئی کہتا ہے کہ فاسق فاجر کے پیچھے نماز جائز نہین۔ کوئی روئت حق کا قائل نہین
کوئی کرامت اولیا کو نہین مانتا۔ کسی کا اعتقاد ہے کہ حق تعالی کا حکم خلق پر
نہین کوئی جزاے عمل اور راجر کو نہین مانتا۔ کوئی خیر وشر دونون کو منجانب اللہ
ٹہیراتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ کسی کو کچہ دینا ضرور نہین اپنے اپنے نصیب کا ہر
شخص پاتا ہے۔ کوئی بندہ کو فاعل ومختار جانتا ہے۔ کوئی قرض کا قائل ہے
اور سنت سے منکر ہے۔ کوئی فعل کو بے مکافات سمجھتا ہے۔ کوئی دنیا کو فانی نہین
جانتا۔ کوئی کہتا ہے کہ توبہ گنہگار کی قبول نہین۔ کسی کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالی
کو شئے کہنا درست ہے بعض سوال وجواب نکیرین کے قائل نہین بعض معراج

جسدی کو نہین مانتے۔ بعض عذاب قبر کے منکر ہین بعض محض روح کو ایمان سمجھتے ہین۔ کوئی قیاس کو باطل کہتا ہے۔ بعض رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مثل بڑے بہائی کے جانتے ہین۔ بعض توحید محض کو سبب نجات جانتے ہین اور دیگر فرایض کو نہین مانتے ہین اس سے ضرور یہ معلوم ہوتا ہے کہ توحید و رسالت جو اصول مذہب سے ہے اوسکا بظاہر کوئی منکر نہین اگر اہل اسلام مین باہم جھگڑا ہے تو اکثر فروع مین جسکو دینیات کے سوا امور دنیوی سے کچھ واسطہ نہین لیکن فروع سے نماز و روزہ کے مسائل نہ سمجہ لئے جائین یہان فروع بمقابل توحید اور رسالت کے کہا گیا ہے جسمین بعض ضروریات دینی بھی ہین جیسے زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار یا ملائکہ کے وجود خارجی سے انکار وغیرہ وغیرہ کہ محض کفر ہین اور اتفاق بمقابل دین کے امور دنیوی مین زیادہ کارآمد ہے اور دین کو قوی کرنے والا اور نص قرانی سے بھی فضیلت اتفاق کی ثابت ہوتی ہے سورہ بقر مین ہے وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا یعنے نیک سلوک کرو والدین کے ساتھہ یتیمون اور حاجتمند فقیرون کے ساتھہ اور انسانون کے ساتھہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اخلاق کے تین درجے ہین اوسمین کم سے کم درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے گھر مین والدین اور رشتہ دارون کے ساتھہ مدارات کرے اور اوسط درجہ ہے حاجتمندون کے ساتھہ رعایت کرنا اور اعلیٰ درجہ ہے عموماً بنی نوع کے ساتھہ نیکی سے پیش آنا ورنہ قوم کے ساتھہ تو خواہ مخواہ واجب

ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلْمُؤْمِنُ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ
بَعْضُہٗ بَعْضًا - یعنے مومن مومن کے لئے ایسا ہے جیسے عمارت مین ایک اینٹ
دوسری اینٹ کو تھامے رہتی ہے اسیطرح ہر مومن کو لازم ہے کہ ایک دوسرے
کا مددگار رہے اور دوسری جگہہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ مومنون کی مثال
اونکی دوستی واتحاد کی ایسی ہے جیسے ایک بدن یعنے کل مومنین ایک قالب
کی طرح ہین اگر ایک عضو مین درد ہو تو سارا جسم بیقرار ہو جائے اور یہ ظاہر ہے
کہ جبتک امور دنیوی سے انسان کو اطمینان نہین ہوتا اوس کا ایمان درست
نہین ہوتا اور ایمان اصل دین کی ہے - اور ایمان لغت مین یقین کرنے کو
کہتے ہین اور شرع مین دل سے یقین کرنے کو اور زبان سے اقرار کرنے کو اور
شرع کے دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اعمال کو کہتے ہین اور کمال ایمان
کا اعمال سے ہے اور اتمام ایمان کا عبادت سے اور افضل خصلت ایمان کی
کلمہ توحید پر یقین کرنا ہے اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حیا ایک خلقی صفت
ہے پھر اسکو ایمان مین داخل کیا اسلئے کہ کبھی حیا پیدا ہوتی ہے ریاضت اور
کسب سے جیسے اور اخلاق حسنہ ریاضت سے حاصل ہوتے ہین اور گاہ
ایمان سے کیونکہ حیا کا استعمال شرع کے موافق ہوتا ہے جو گناہون سے بچاتی
ہے اور یہی منشاء ایمان ہے اب غور کرنا چاہئے کہ قوم مدارات اور رعایت
نکرنے کے واسطے دینی نزاع کو پیش کرنا اور کج خلقی اختیار کرنا دین اور دنیا

دونون کا نقصان کرنا ہے فائدہ مدارات و اعانت اور حیز سے ہے اور نزاع مذہبی
دوسری شے چنانچہ تمام اہل ہند کو ۱۸۵۷ء کے غدر مین اسکا تجربہ ہو چکا ہے کہ
گروہ سلطنت اور گروہ فوج باغی مین ہر ملت اور مذہب کے آدمی شریک ستھے
مگر چونکہ اتفاق پر سب نے عہد کر لیا تہا فریقین مین سے کسی نے اتفاق کو نہ چھوڑا
اور قدرتی نصرت اور شکست نے ایک کو غالب اور دوسرے کو مغلوب کر کے
منتشر و پریشان کر دیا یہ امر غیر ہے کیا حامیان سلطنت مین مسلمان و ہنود اور
مسلمانون مین سُنی اور شیعہ نہ تھے یا فوج باغی مین اِن مذاہب اور ملل کے
لوگ نہ تھے (سب تھے) درحالیکہ یہ ثابت ہو گیا کہ اتفاق آپس مین مدارات
اور خوش خلقی سے تہا تو اب اسکو مذہب سے کچھ علاقہ نہین پس اتفاق مین نزاع
مذہبی بیکار ہو گئی اس سے بخوبی ثابت ہوا کہ واقعی یہ خرابی بداخلاقی امراض روحانی
کی وجہ سے ہی کہ ایک دوسرے کے خون کا پیاسا ہے اور آپس مین نہ ترحم ہے
نہ رعایت اور امراض روحانی اس کثرت سے ہین جنکا احاطہ نہین ہو سکتا گو
کچھ کچھ بیان اوسکا اوپر گذرا ہے مگر وہ ایک بڑے خرمن کے چند دانے ہین
مگر اس موقع پر جو بدترین ہین اونمین سے تین ۳ امراض کا ذکر کیا جاتا ہے اول
غضب دوم جبن سوم خوف اول مین افراط کو دخل ہے اور دوسرے
مین تفریط کو تیسرے مین رداءت کیف کو چنانچہ

غضب

وہ شئے ہے جو روح اور خون کو حرکت مین لاتا ہے اور اثر اوس کا جوارح
اور خارج مین مترتب ہوتا ہے اور حرارت غضب سے جو دھوان اوٹھتا ہے وہ
دماغ کی طرف رجوع ہوتا ہے اور نور عقل کو تیرہ و تاریک کر کے انتقام پر آمادہ
کرتا ہے جسکے سبب سے انسان بُرے بُرے کامون مین مبتلا ہو کر بڑے بڑے
مصائب گوارہ کرتا ہے یہی قتل انسان پر ترغیب دیکر قید یا قصاص کا مستوجب
بناتا ہے اور غضب ایک شعبہ جنون ہے اگر زیادہ اسکو قیام ہو جائے تو مالیخولیا ہو جاتا ہے

علاج غضب

چونکہ غصہ ایک قوت انسانی سے ہے اور کوئی نفس غصہ سے خالی نہین یہانتک
کہ رسول مقبول علیہ التحیہ والثنا نے فرمایا اَغضِبُ کَمَا یَغضِبُ البَشَر یعنے آدمی کی طرح
مجھے بھی غصہ آتا ہے اور جبتک کہ انسان زندہ ہے غصہ کو معدوم نہین کرسکتا
مگر غصہ کا ضبط کرنا ضرور انسان کے اختیار مین ہے گو طبیعت پر جبر کرنا پڑے
اور اگر جبر سے کام نہ نکلے تو یہ تدبیر کرے کہ اگر غصہ کم ہو تو سرد پانی نوش کرے
یا اوس موقع سے جہان غصہ آیا اوٹھ جائے اور اگر غیظ حد سے متجاوز ہو گیا ہے
تو وضو یا غسل کر کے نماز نفل مین مشغول ہو جائے اور خدا سے اوس چیز کو طلب
کرے جو اوسکے حق مین مفید ہے بلکہ بعض حکما نے ایسے موقع پر یہ کہا ہے کہ دریا
مین کشتی پر سوار ہو کر چند ساعت تک سیر کی جس سے پھر مزاج اعتدال پر آیا ایک صحابی
نے حضرت رسول مقبول علیہ التحیہ والثنا سے سوال کیا کہ دین کیا چیز ہے آپ نے

ارشاد فرمایا کہ حسن اخلاق صحابی نے پھر یہی سوال کیا حضور نے ارشاد فرمایا کہ تم سمجھتے نہین دین حسن اخلاق ہی کا نام ہے جسکے معنی یہ ہین کہ غصہ نکرو اور کلام مجید مین ہے وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ یعنے وہ جو غصہ فرو کرتے ہین او معاف کرتے ہین آدمیون کو۔ اور فرو کرنا غصہ کا یہ ہے کہ پھر اوس کا خیال بھی نرہے اور عفو کرنے کا اثر سہواً بھی دل پر نہ گذرے۔ اور حاصل اس آیہ شریفہ کا یہ ہے کہ ہر کام کی بنیاد لطف اور مدارا کے ساتھ ہوا ور مواسات پر نظر رہے اور مواسا کے معنی ہین (یاری کرنا) اور افلاطون نے کہا ہے کہ لَافَخْرَ اِلَّا بِالصَّدِیْقِ الْکَامِلِ۔ یعنے نہین ہے فخر مگر دوست کامل کے ساتھ اور ارسطو نے کہا ہے اِنِّیْ لَاعْجَبُ مِمَّنْ یَحْزَنُ وَلَہٗ صَدِیْقٌ فَاضِلٌ یعنے مین تعجب کرتا ہون اوس سے جو غمگین ہوتا ہے حالانکہ وہ دوست کامل رکھتا ہے۔ غرض اس سے یہی ہے کہ ایک دوست صادق پر انسان ہر طرح کا فخر اور ناز کرسکتا ہے چہ جائیکہ جب قوم مین اتفاق ہو جائے جس سے مراد محبت صادقہ ہے پھر کیا کہنا اور کیا پوچھنا دین اور دنیا دونون اہل اتفاق کے واسطے ہین محبت ہی کا یہ صلہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حبیب اللہ ہوگئے اور اسی محبت کے سبب سے حضور نہایت اور فائت مرتبہ مین مقرب بارگاہ احدیت ہوگئے یہان تک کہ جملہ مقربان الٰہی مین اشرف و برتر ٹھیرے علی ہذا القیاس متبعان آنحضرت جنکی نسبت قرآن مجید مین ہے فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ یعنے پیروی کرو میری تاکہ دوست

رکھے تمکو حق تعالیٰ اور وہ پیروی کیا ہے اخلاق محمدی اور اتفاق محمدی اس سے ثابت ہوا کہ محبت و اتحاد ایسی چیز ہے کہ اللہ رحیم اور اوسکا حبیب کریم دوست ہوجاتا ہے تو جب بندگان خدا باخود باہمی دوستی اور محبت کا برتاو کرین تو کوئی وجہ نہین کہ اتفاق قائم نہو۔ صراط المستقیم کا لفظ جو قرآن شریف مین بمعنی راہ راست آیا ہے وہ راہ راست یہی ہے کہ طریق محمدی اختیار کرے اور جس نے اتفاق مین کوشش کی وہ منزل مقصود کو پہونچ گیا اور سعادت ابدیہ و مطالب دینیہ و دنیویہ پر فائز ہو گیا۔

جبن

جسکے معنی ہین جنگ سے ڈرنا اور اوسکو بددلی بھی کہتے ہین جو غضب کی ضد ہے اور غضب حالت افراط کو کہتے ہین اور جبن کو تفریط جس سے نفس بد زندگی کو بطبع فاسد پسند کرتا ہے اور حب راحت مین کہ منشاء بدنصیبی ہے اوسکی خواہش اور تمنا مین ذلیل ہوتا ہے اور بدنامی اور ننگ کو نہین ڈرتا۔

علاج جبن

یہ ہے کہ نفس کو شناعت یعنے زشتی و بدی اور طعن و تشنیع پر جو خلاف جراءت ہے تنبیہ کرے اور چونکہ غضب افراد انسانی مین شامل ہے اوسکو تدبیرات سے متحرک کرے اور اگر غضب مین نقص ہے تو تحریک متواتر اوسکو ہیجان مین لائے جیسے آگ جب نہین جلتی تو اوسکو باربار پھونکتے ہین اور لوہے کو پتھر پر رگڑتے

ہین تب آگ نکلتی ہے اور مشتعل ہوتی ہے۔ ایسے ہی امراض بلغمی کو حرارت سے رفع کرتے ہین اسی طرح اتفاق کے پیدا کرنے مین جو عوارض لاحق ہوتے ہین اونکو بزور عقل علحدہ کرکے اس کار خیر کی طرف کہ تمام مقاصد کا ملجا و ماوا ہی رجوع کرے۔

خوف

عبارت ہے ہیبت نفسانی سے جو غالب آجاتی ہے طبیعت پر اور نفس اوسکو رفع نہین کرسکتا اور سبب زمانہ سابق سے متعلق ہوتا ہے اور وہ ضروری ہوتا ہے یا ممکن یا وقوع اور عدم وقوع برابر ہوتا ہے اور یہ صورت دو حال سے خالی نہین ہوتی کہ وقوع اوسکا اپنی ذات خاص سے ہو یا ذات غیر سے مگر وقوع اوسکا لامحالہ ہوگا پس وقوع امر خوف مین جلدی کرنا اپنے اوپر آپ بلا لانا اور اوس مین تشدید کرنا خود رنج اوٹھانا ہے اور

علاج خوف کا

یہ ہے کہ وقوع امر خوف کے لئے کوئی وقت معین اور مقرر نہ کرے بلکہ حتی الوسع وقوع اور عدم وقوع کو برابر سمجھے کیونکہ عجلت مین ایذا و سختی ہے اور استقبال مین رنج اور یہ دونون حالتین انسان کو مصالح دینی اور تدابیر دنیوی سے غافل کرتی ہین اور یہی خیال باعث رنج و فکر ہوتا ہے جو خلاف رائے صائب کے ہے اور کسی طرح انسان کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ خوف جو امر قبیح ہے اور قلب مین مخفی ہے اوسکو کوئی دیکھ اور جان نہین سکتا یہ محض خلاف عقل ہے کیونکہ جو

ممکن ہے اوسکا وقوع بعید نہین اسواسطے خوف پر اقدام کرنا اور خوف کو قلب
مین جگھہ دینا مقتضاے خرد نہین۔ خوف کی اصل موت ہے اور موت ناگزیر ہے
کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ یعنے کوئی نفس ایسا نہین جو نہ چکھے مزا موت کا اسکا
خوف کرنا محض خلاف عقل ہے۔ یا اینہمہ کہ انسان دیکھتا ہے کہ بعض کی اونگلی
یا ہاتھہ کٹ جاتا ہے یا امراض خبیثہ سے بعض اعضا گل اور سڑ کر معدوم ہو جاتے
ہین اور انسان زندہ رہتا ہے پہر خوف مین زیادہ مبتلا ہونا اپنے کو مورد لعن و
طعن بنانا ہے۔ اسیطرح تصورات سزا اور نقصان وغیرہ پر خائف ہونا ضمیمہ حیات
ہے اور قطع حیات رافع کل آلام چنانچہ حکما نے تعریف انسان مین کہا ہے حی ناطق
مائت یعنے زندہ بولنے والا مرنے والا پس موت درجہ آخری انسانیت
کا ہے اور اوسمین توہم نقصانات وغیرہ کا باعث نقصان عقل ہے کیونکہ بحکم اِذَا جَا
اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ یعنے اپنے وقت معین سے
موت نہین ٹلتی اور قبل از وقت نہین آتی پہر اس اندیشہ مین مبتلا ہونا قدرت مین
دخل دینا گناہ مین قدم رکھنا ہے اور جو عاقل ہین وہ حیات جسمانی سے حیات روحانی
کو ترجیح دیتے ہین جسمین ہر طرحکی نیکنامی دارین ہے اور وجود بدان لازمہ فنا ہے
اگر موت نہوتی تو ابتداے آفرینش سے آجتک بنی آدم کی یہ کثرت ہوتی کہ زمین
پر پانون رکھنے کو بھی جگھہ نہ ملتی چہ جائیکہ پانون پھیلا کر سونا اور زراعت کرنا
جو سبب اور باعث زیست انسان ہے پس تمناے دوام حیات و کراہت

حماقت خیالات محالات سے ہے اور داخل جہالت اسواسطے عاقل کو چاہیئے
کہ اپنے آئینہ دل کو ایسی کدورت سے صاف رکھے اور جس طرح پر نظام عالم کو شاہ
کرتا ہے اوسپر عمل کرے اور توہمات کو دخل نہ دے کہ طول امل موجب فسادات
ہے اور یہ بھی ہر شخص کو معلوم ہے کہ پیری مین ساری قوی کو انحطاط ہوتا ہے
حواس ظاہری و باطنی بیکار و سست ہو جاتے ہین لذت صحت کہ جامع لذائذ ہے
مفقود ہو جاتی ہے قوت مین ضعف صحت مین علت عزت مین مذلت ہو جاتی
ہے یہانتک کہ اولاد پر بھی وہ بار ہو جاتا ہے پس طالب عمر دراز جو حد اعتدال سے
زیادہ چاہے اسکا مستحق ہے کہ وہ کسی کی آنکھ مین عزیز نہو اسیکی طرف اشارہ ہے
اس آیت مین اَوْ یُرَدُّ اِلَی اَرْذَلِ الْعُمُرِ اس سے معلوم ہوا کہ موت واجب
اور ضروری ہے اور قرارگاہ نفس انسانی کا دوسرا عالم ہے پس خردمند اور عاقل
کو چاہیئے کہ کسب سعادات سرمدی اور لذات ابدی مین کوشش کرے اور
علائق جسمانی کو بمقتضاے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا اسطرحپر ترک کرے کہ جب
مرگ طبعی پہونچے تو فضائل انسانی کے ساتھ انتقال کرے اور جوار قدس مین
قائم ہو اور حکیم افلاطون کا قول ہے مُتْ بِالْاِرَادَۃِ وَحْیٰ بِالطَّبِیْعَۃِ
یعنے مر مرگ ارادی سے اور زندہ رہ حیات طبعی پر اس سے مراد
یہ ہے کہ خاصہ حیوانی کو جسمین سواے اکل و شرب کے کچھہ نہین ہے چھوڑ دے
اور قواے جسمانی مین قوت روحانی پیدا کرے جس سے عالم بالا کی سیر کر سکتا ہے

ان تینون علتون مین سے دو علل یعنے جبن اور خوف اتفاق پر مائل نہین ہوتے
کیونکہ اتفاق کی تعریف ہے کہ جہات و رسوم معتبرہ مین سب یکجان و دو قالب ہون

گو ہون سبکے جُدا جدا اغراض	چاہیئے ایک سب کا ہو مقصود

مگر اسمین احتمالات کو بہت دخل ہے اور احتمال کے ہمیشہ پہلو کثیر ہوا کرتے ہین
جیسے رنج و راحت وغیرہ اور جبن اور خوف کو سواے راحت کے تکلیف و رنج
گوارہ نہین یہان اوس زمانہ پر خیال کرنا چاہیئے جسکی نسبت جناب قبلہ گاہ
حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ و آلہ نے خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ارشاد فرمایا ہی
اور قرون بالضم جمع ہے قرن مفتوح کی بمعنے زمانہ دراز جسکی مدت بعض اہل لغات
نے ستر برس اور بعض نے تیس برس قرار دی ہے خلفاے راشدین کے عہد خلافت
مین جیسا اتفاق تہا اظہر من الشمس ہے سہ دل توانا اور قوی یار ونکی ہمت اسنے التحقیق
منتظم ہر قوم ملت کی جماعت ان سے تھی انہین کے زور اتفاق سے اسلام
کا علم خانہ کعبہ مین نصب ہوا شام و روم مین انکی فتح کا پرچم چمکا بادشاہ حلب
رعب اسلام سے داخل اسلام ہوا دمشق سے قلب مکان کو اتفاق اسلامی نے
فتح کیا۔ نفوس چند اہل اسلام نے جب کفار پر حملہ کیا ہزارون کو خاک مین ملادیا
لاکھونکا منہ پہیر دیا جدہر کو یہ قافلہ گذرا کوئی تاب مقابلہ نہ لاسکا مصر کو زور اتفاق
نے لیا ہرقل سے شاہنشاہ کو اونہون نے آن کی آن مین بھگا دیا بیت المقدس
پر نشان محمدی کا پہر پہرہ اونہون نے اوڑایا عجم کے آتش خانون کو آبیاری سے

انہون نے بجہایا بجاے زنار کے رشتہ توحید کو انہون نے مضبوط کیا ایکہزار چہتیس [۱۰۳۶]
شہر کفار دار الاسلام ہوگئے سنہ ہجری تک حکومت اسلام روز افزون تھی تو ہند
اسلام کی تواریخون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ دوم نے تین کرور کفار
کو اپنے ہاتھہ پر کلمہ توحید پڑہایا اور اونکو سچا مسلمان بنایا ہزارون تخانے اور بڑے
بڑے گرجے گراے اور ہزارون مساجد [illegible] بڑے بڑے نامی
وگرامی بادشاہون اور شاہنشاہون کی لڑکیون کو اپنے گہرون مین لاے
کسی نے اونکو لونڈی بنایا کسی نے برغبت نکاح پڑہایا اسی ایک اتفاق کے یہ سب
کرشمے ہین انکی ہر رگ و ریشہ مین اتفاق پورا جوش تہا انکا ظاہر و باطن یکسان
تہا نفاق کو معیوب جانتے تھے جہوٹ اور بدعہدی کے پاس نجاتے تھے انکے
دل مثل آئینہ کے [illegible] سے پاک و صاف تھے ان کے
عہد و پیمان پر دین اسلام کا مدار تہا انہین کی زبان پر جنگ اور صلح کا فیصلہ ہوتا
تہا اسی اتفاد نے تاریکی کفر کو دور کیا اسی اتفاق نے انوار اسلام سے تمام
روے زمین کو پر نور کیا یہ اوسی اتفاق کا صدقہ ہے کہ مسلمان ہندوستان سے
کفرستان مین بجاے صداے ناقوس کے ہر شہر و قصبہ و قریہ مین نچیگانہ باواز
بلند اللہ اکبر کے نعرے مارتے ہین کوچہ و برزن مین بلا خلش اپنے خداے
واحد اور نبی احمد کو پکارتے ہین مسجدون اور میدانون مین اوقات معینہ پر بے
مزاحمت نماز پڑہتے ہین جدہر چاہتے ہین بے کہٹکے چلے جاتے ہین اور اونکا

اسلام ہر موقع و محل پر بجالاتے ہین ہمارے جو اوقات نماز کے ہین اون مین دوسرے
مذہب والے ناقوس یا باجہ وغیرہ نہین بجا نے پاتے ہین نہ اس قسم کا شور و شغب
مچا سکتے ہین جسمین اہل اسلام کی عبادت مین فرق آئے اور پہر مذاہب مختلف کے
لوگون کو علی العموم اپنے مذہب حقہ مین داخل کرتے ہین اور کوئی دم نہین مارسکتا
اور جو غیر مذہب کے ذیعلم اور عاقل ہین وہ بلاتحریک احدی اپنی کتب سماوی
سے حقیت اسلام کو سمجہکر خود مسلمان ہوجاتے ہین چنانچہ لورپول جو مضافات
لندن سے ہے وہان کے اکثر نصاری مسلمان ہوگئے اور ہوتے جاتے ہین مسٹر
عبداللہ کویلم اور محمد الگزنڈر رسل وپ کی کامیابیون کو دیکھو جنہون نے
امریکہ سے ملک مین جہان سواے معاش کے معاد کا ذکر بھی نہ تہا جہان سواے
علم دنیوی کے مذہب یعنی علم الٰہی کے مفہوم سے بھی کوئی واقف نہ تہا وہان کس
زور شور سے اسلام کو جاری کیا جسکی نسبت بعض مسلمانان ہندوستان کا
خلاف حکمت یہ قول تہا کہ جہان علم و صناعت کو ترقی ہے وہان دین کو کون پوچہتا
ہے حالانکہ انہین دو آدمیون کے اتفاق نے یہ گل کہلایا اور بڑے بول والون
کو نیچا دکہایا اور اگلے سے اتفاق کا کچھ مزا چکہا یا سچ ہے ؎

دو دل یک شود بشکند کوہ را	پراگندگی آرد انبوہ را

اب اسکے یقین مین کوئی شک نہ رہا کہ انسانی تقویت محض اتفاق پر منحصر ہے
اور حیات قومی بغیر اتفاق کے ممکن نہین اسی اتفاق کی بدولت انسان ہر قسم کے

فتوحات حاصل کرسکتا ہے اگر بفرض محال بڑے بڑے فتوحات کو جن کا ذکر اوپر ہوا غیر ممکن ہو تو استحکام بات اور ثبات قوم اور ترقی قوم مین تو کسیطرح کا شک نہین

خواب غفلت سے اب تو ہو بیدار	آنکھ کھولو ذرا تو ہوشیار
قوم پر آگئی تباہی ہے	دو جہان کی یہ روسیاہی ہے
کام مین اپنے اہتمام کرو	اہل دنیا مین اپنا نام کرو
امر معروف پر نظر رکھو	نہی منکر کو دل مین راہ دو
راست بازی کو اختیار کرو	کذب سے یک قلم کنار کرو
شرم غیرت کو کام مین لاؤ	متفق ہونے پر قسم کھاؤ
قوم مین اپنی اتفاق کرو	دل پژمردہ چست وچاق کرو
تاکہ عزت ملے وقار ملے	ہر طرح تمکو اقتدار ملے

اور پھر جسقدر افادہ اور استفادہ کی ضرورت پڑتی جائے گی اوسیقدر اتفاق سے مدد ملتی جائیگی

ہمت اگر سلسلہ جنبان شود	مور تواند کہ سلیمان شود

چونکہ اس زمانہ مین اتفاق نفاق سے بدل گیا ہے اوسکا یہ اثر دیکھا جاتا ہے کہ اونہین مسلمانون کی اولادین جن کا ڈنکا غرب سے شرق تک بجتا تھا اب گوشۂ گمنامی مین پڑے ہین جو عزت مین بے ہمتا تھے اب ذلت مین یکتا ہین جو سب قومون مین ذی مقدور تھے وہ ہر قوم کے سامنے محتاج ومجبور ہین جو معزز وباوقار تھے اب ذلیل وخوار ہین ؎ وہ شان رہی رہی نہ شوکت ہے وہ جاہ رہا رہی نہ حشمت

کوڑی کو بھی پوچھتے نہین ہین	بگڑی ہوئی قوم کی ہے قسمت

ایک زمانہ وہ تہا کہ مسلمانون کے نام سے شاہان نامدار تھرّاتے تھے اب اون سے ادنی قوم کے بھی لوگ نہین ڈرتے جنکے ملنے سے اعلےٰ درجہ کے امیر فخر کرتے تھے اب اون سے کم درجہ والے عار کرتے ہین جنکے میل جول کو حکام غیر قوم سعادت ابدی سمجھتے تھے اب اونکے سلام لینے کو ننگ جانتے ہین یہی نفاق مقدرت اور ثروت کا عوض مفاسی اور ذلت سکے بانجہ دے رہا ہے جسکو اہل اسلام خوب سمجھتے ہین مگر اتفاق پر اصلا ومطلقا توجہ نہین کرتے سو مال وو دولت نامبارک ہے نہو گر اتفاق میں قوم جس دولت کی ہوکی ہیوہ دولت ہے یہی ✢ تم ہمارے کام آؤ ہم تمہارے کام آئین ✢ جس سے کل چلتی ہے دنیا کی وہ حرکت ہے یہی ✢ قوم کی ذلت کو سمجھیں اپنی ذلت سب ✢ ملک مین عزت سے رہنے کی صورت ہے یہی ✢ اور نفاق کے لفظی معنی ہین دو رنگیہوا یعنے دل مین کچہ اور ظاہر مین کچہ جسکو دو غلاپن بھی کہہ سکتے ہین اور وہ شخص جو ظاہر مین دوست اور باطن مین دشمن ہو۔ اسی صفت کا آدمی منافق ہوتا ہے۔ اور نفاق کے جو ذاتی صفات اخلاق کے ساتھہ ہین وہ مختصر طور پر یہ ہین یعنے جیسے آگ کو لکڑی کے ساتھہ محبت ہے اور تلوار کو گلے کے ساتھہ اور ہوا کو چراغ کے ساتھہ اور موت کو حیات کے ساتھہ اور مار وکژدم کو انسان کے ساتھہ بیماری کو تندرستی کے ساتھہ اسی طرح نفاق کو اتفاق کے ساتھہ محبت ہے اور جہان نفاق ہے وہان محبت نہین اور جہان محبت نہین وہان اتفاق نہین مگر اس زمانہ مین شاذ ونادر

محبت دیکھی ہی جاتی ہے تو غرض سے خالی نہین کیونکہ کلیتہً مان لیا گیا ہے کہ
محبت جب ہی ہوتی ہے جب کسی سے توقع ہوا ور جب توقع کا لفظ درمیان مین
آیا تب غرض لاحق ہو گئی اور توقع کے لئے بھروسا ضرور ہے اور بھروسا اوسی پر
ہوتا ہے جسکی وفا پہ یقین ہوا ور وفا بغیر فضائل کے نہین اور فضائل کے واسطے
شرافت مقدم ہے اور شرافت کے لئے تواضع وانکسار اور توقع مرادف امید
ہے اور امید مبدا ء اتفاق اور اتفاق رافع حاجات غرضکہ امید کا میدان احتیاج
سے بدرجہا بڑا ہوا ہے جسکی وسعت کا پایان نہین اور کسی حکیم نے اوسکو محدود
نہین کیا حق یہ ہے کہ امید سرشت انسانی مین داخل ہے جس سے کوئی نفس خالی
نہین اسمین امیر ہو یا فقیر یہ امید ہی کا رتبہ ہے جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ دنیا بامید
قائم امید ہی ترک وطن کراتی ہے عزیز و قریب کو چھڑاتی ہے منازل دور دراز
پر لیجاتی ہے امید ہی یگانہ کو بیگانہ اور بیگانہ کو یگانہ بناتی ہے امید ہی ہمجنسون اور
غیر جنسون کی خوشامد کراتی ہے۔ امید ہی کفار کی خدمت کراتی ہے امید ہی دوست
کو دشمن اور دشمن کو دوست بناتی ہے امید ہی امیر کو فقیر اور فقیر کو امیر آزاد کو اسیر کرتی
ہے امید ہی میدان جنگ مین سر کٹاتی ہے امید ہی عہد و پیمان کراتی ہے امید ہی اعلے
کو ادنی کے پاس اور ادنی کو اعلی کے پاس لیجاتی ہے امید ہی انسان سے محنت شاقہ
کراتی ہے امید ہی دلون مین جوش پیدا کرتی ہے اور جوش پورا کرنے کے لئے۔
انسان بڑے استحکام اور استقلال سے مستعد ہوتا ہے اور جبتک اوسکا نتیجہ نہ نکل

آنے اپنے ارادہ سے باز نہین آتا اور اگر مزاحمت اضداد اور منازعت حسّاد اوسمین مانع یا حارج ہو تو اوسکو آسانی خواہ وقت سے رفع کرکے اپنے خیال کو نہین چھوڑتا اور بڑے بڑے مصائب کو اپنے اوپر گوارہ کرلیتا ہے افسوس ہے کہ ایک امید موہوم پر انسان ایسا منہمک اور از خود رفتہ ہوجاتا ہے کہ جبتک اپنی امنگ نہ نکالے دوسرے کام کی طرف متوجہ نہین ہوتا حالانکہ اتفاق سے بڑھ کر کوئی ذریعہ کشود کار کا نہین اور یہ ظاہر ہے کہ جب افراد متفق ہوجاتے ہین تب سارے فتوحات دنیا کے ہاتھ آجاتے ہین اور کوئی کام ایسا مشکل نہین جسکو اتفاق آسان نہ کردے بمقتضائے لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعیٰ یعنے نہین ہے واسطے انسان کے کچھ مگر جو کوشش کی اوسنے پس بمقابل اور کوششون کے افضل تر یہ ہے کہ اتفاق مین انسان بالاستعجاب ساعی رہے اور محنت و استقلال سے کام لے کیونکہ سلف سے خلف تک کسی مفرد یا جماعت متفق نے بغیر محنت و استقلال کے ترقی نہین کی مگر شرط یہ ہے کہ اوسکام مین نظر بخیر ہو جب اتفاق مین اس نظر سے کوشش کیجاے کہ اللہ کے احکام جاری کرنے اور دین کی ترقی دینے مین مدد کرینگے عام اس سے کہ ملک گیری ہو یا بعض بلاد کا مسخر کرنا یا قطعات اراضی پر غالب آنا منظور ہو اللہ تعالے ضرور اوس ارادہ مین برکت دے گا اور کامیاب کریگا خصوص اس زمانہ مین کہ اہل اسلام پر وقت نہایت تنگ ہے اور بموجب حکم احکم الحاکمین بعد زحمت رحمت کا ہونا جس مین فقط ایک نقطہ کا فرق

بہ ضرورت فرمایا ہے فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۔ یعنے
رنج کے ساتھ راحت ہے رنج کے ساتھ راحت ہے اور یہ دونون جملے تاکیدی
ہین پس تنگی کے بعد فراخی کا ہونا لازم وملزوم ہوگیا پھر اتفاق مین کوشش
نہ کرنا گویا عمر عزیز کا ضائع کرنا ہے اور حکماے متقدمین کا قول ہے کہ قوام
اتفاق کا محبت ہے اور تمامی موجودات کا انتظام محبت سے ہوا ہے
اور محبت مین اختلاف ونفاق نہین ہوتا کیونکہ ہر فرد موجودات مین مادہ
محبت کا رکھا گیا ہے اور جب یہ مادہ علی قدر قوت ہیجان مین آتا ہے تب
اوسمین منافقت کا اثر نہین رہتا اور یہ بھی یاد رکھنے کے لایق ہے کہ محبت میل
اور خواہش کرنے کو کہتے ہین اور میل کبھی اون چیزون کی طرف ہوتا ہے جو
بالطبع انسان کو مرغوب ہین جیسے خوبصورتی خوش آوازی کھانے کا ذائقہ
یا اسوجہ سے ہوتا ہے کہ کسی نے اوسپر احسان کیا یا مصیبت سے بچا لیا اور
اون چیزون کی طرف میل ہوتا ہے جن کا حسن عقل سے معلوم ہوا جیسے محبت
علما وصلحا یا محبت قومی جس سے ہر قسم کی جلب منفعت دینی ودنیوی متصور
ہے اور وجود کے واسطے جسطرح وحدت لازم ہے اوسی طرح وحدت کے لئے
محبت لابد ہے پس جو موجود ہے وہ محبت سے خالی نہین اور وجود وحدت
سے خالی نہین مگر ہان محبت کے مراتب ضرور ہین جیسے موجودات مین کمال
اور نقصان شامل ہے ویسے ہی محبت مقتضی قوام وکمال ہے اور غلبہ مقتضی فساد

ونقصان کاہے اور ظہور اوسکا موجودات پر موافق نقصان ہر قسم کے ہوا کرتا ہے ہر چند کہ بہت سے حکما کا یہ مذہب نہین کہ قوام عالم کا محبت سے ہے مگر فضیلت محبت کے سب بالاتفاق قائل ہین اور ہر نفس مین اسکا اثر کثیر خواہ قلیل پایا جاتا ہے دوسرے انسان اُنس سے مشتق ہے اور جب اُنس طبعی خواص انسان سے ہی تو لامحالہ اظہار خاصیت کا اپنے ابنا ے نوع مین ضرور رہوا اور یہی مبدا ہے تمدن و تالیف ہے چنانچہ قاضی عیاض نے بھی اسی موقع پہ کہا ہے کہ باہم محبت کرنا اور اتفاق رکھنا فرایض دین سے ہے کیونکہ محبت درحقیقت ایک صفت صفات الٰہی سے ہے اسواسطے انسان کو لازم ہے کہ جو شخص اپنے پاس آئے اوسکی ہر طرح کی اعانت مین کوشش کرے اور دلجوئی و غمخواری سے دریغ نکرے اور اس اخلاق سے ملے کہ ہر فعل مین آثار مسرت کے ظاہر ہون تا کہ روزانہ دوستی واتحاد مین ترقی ہوا ور کسی حرکت سے دلون مین غبار نہ آنے پائے کیونکہ اختلاف طبع علت تباین کی ہے اور تباین بنیاد ہے شر کے اور اتحاد کہ بنیاد اتفاق ہی اوسکا خاصہ یہ ہے کہ تباین سے قطعاً احتراز ہوتا کہ اخلاق و تدبیرات اتفاق مین خلل نہ آنے پائے اور حکما و علما دونونکا اسپر اتفاق ہے کہ بمقابل صداقت کے محبت کا ادنی درجہ ہے کیونکہ محبت فطرت انسانی مین داخل ہے جسکی نسبت اطلاق عام ہوتا ہے اور صداقت کم لوگون مین دیکھی جاتی ہے جو دلیل خاص کی سبب ہے اور محبت کا مقتضا یہ نہین کہ ایک دوسرے کے خون کا پیاسا ہوا ور

ہتک ظاہری ودنیوی مین کوئی دقیقہ نہ اوٹھا رکھے اور مومنین مین جو محبت ہوتی ہے وہ صحیح اور سچی ہوتی ہے اسیکو خلت تامہ کہتے ہین جس سے مراد محبت روحانی ہی جیسے مرید کو اپنے شیخ کے ساتھ اور شیخ کو مرید کے ساتھ ہوتی ہے اور اس محبت مین کبھی خلل نہین پڑتا۔ اور شریعت نے اس معاملہ مین بہت مبالغہ کیا ہے اور صاف حکم دیا ہی کہ مومنین پچگانہ نماز محلہ کی مسجدون مین ادا کیا کرین تاکہ ہر روز باہم ملاقات ہوتی رہے اور ملاقات ہی مبدء محبت ہے۔ ارسطو نے کہا ہے کہ انسان اوسکا دوست ہے جو اوسکی مانند ہو یعنے یک جان دو قالب ہو اور رضا ے دوست کو اپنی خواہش پر مقدم سمجھے جو مثل کبریت احمر کے ہے کیونکہ ایسے ہی دوست روح کو راحت پہنچاتے ہین مشکل کے وقت کام آتے ہین کسی نے ایک حکیم سے پوچھا کہ بھائی بہتر ہے یا دوست حکیم نے کہا کہ بھائی بھی اوسی وقت کام آئیگا جب دوست ہو ورنہ حالت نزاع مین بھائی سے بڑھکر کوئی دشمن نہین۔ اور حضرت عبد اللہ علیہ الرحمۃ کہ اکابر دین سے ہین فرماتے ہین کہ اگر مجھے معلوم ہو جاے کہ تمام عمر مین اللہ تعالی میری ایک دعا قبول کریگا تو مین یہی دعا کرون کہ بادشاہان وقت کو توفیق عدالت اور مسلمانون کو قوت اتفاق دے تاکہ اوسکا نفع تمام خلق اللہ کو پہونچے اور نقصان سے مامون اور محفوظ رہے اس سے معلوم ہوا کہ بادشاہ مطلق محبت ہے اور عدالت اوسکی نائب اسیطرح مسلمان صفت ہوئے اور اتفاق موصوف بس حب انسان

مین خلق واتفاق پیدا ہو جائے تو سمجھنا چاہئے کہ اس سے عمدہ کام دیتا اور عقبا کا
نکلے گا اور حدیث مین آیا ہے کہ اَلتَّعظِیمُ لِاَمرِ اللّٰہِ وَالشَّفَقَۃُ عَلٰی خَلقِ اللّٰہِ
یعنے اطاعت کرو حکم خدا کی اور شفقت او پر خلق اللہ کے پس تعظیم لامر اللہ سے مراد
فروتنی اور پرستش ذات احدیت ہے اور طریق عبودیت مین کوئی دقیقہ فروگذاشت
نکرنا اور والشفقۃ علے الخلق اللہ سے یہ مطلب ہے کہ تعظیم سلاطین وتکریم علما کی کرنا
امانت کا ادا کرنا اور آبا واجداد گذشتگان کا قرضہ ادا کرنا مرتے وقت وصیت
نکرنا اور یہ حدیث تمام اخلاق وسیاست ومدن پر مشتمل ہے ان مختصر الفاظ نبوی پر
غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نتیجہ تعلیم معلم حقیقی کا ہے اسی کو قل ودل کہتے ہین
یعنے تھوڑی عبارت مین مضمون بہت اور سارے مفاد دینی ودنیوی سے مالامال
اور حدیث قدسی ہے کُنتُ کَنزاً مَخفِیًّا فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ ۔
یعنے تھا مین گنج پوشیدہ پس چاہا مین نے کہ پہچانا جاؤن پس پیدا کیا مین نے
خلق کو اس سے معلوم ہوا کہ محبت اور عرفان کا عادی ہونا انسان کے واسطے واجبات
سے ہے کیونکہ آفرینش خلق کی اسی واسطے ہوئی اور بقا ہر شئے کا اور درستی اوسکی
محبت پر موقوف ہے اب رہی تفصیل تقدیم وتاخیر محبت وعرفان کی اس کے
واسطے رغبت طبیعت کہ خاصہ فطرتی انسان ہے اسی کی مقتضی ہے کہ محبت مقدم
ہو کیونکہ محبت پر دوسری چیز غالب نہین آسکتی اور محبت کا لازمہ اتفاق ہے اور
عرفان کے واسطے محبت ضروری ہے کیونکہ جب دل مین محبت ہوتی ہے تب انسان

خدا کو پہچانتا ہے اور اوسمین سچی حیا و شرم ہوتی ہے اور یہی عرفان کے معنی ہین
اور مراعات دوستی و محبت کو ایسے افعال و حرکات مین ظاہر کرے جو واقعی
اور حقیقی طور پر دل مین مخفی ہون اور اوسمین تکلف کی آمیزش نہو جس سے دیکھنے
والے خوش ہون اور ستایش کرین اور جو امور خلاف اتفاق کے ہین
یا مضر ہین اون سے حذر کرتا رہے اور ایسے مواقع پر اسکو یاد رکھے ؎

دانی کہ چہ چیز است کمال مردی		میپسند بکس انچہ بخود نہ پسندی

اور عیب چینی اور غیبت سے دور رہے کیونکہ یہ شیوہ ناقص اور بے عقل
آدمیوں کا ہے جس سے اتفاق مین نفاق پیدا ہوتا ہے ؎ جُرم غیبت سے
احتراز رہے + سرقہ و افترا سے باز رہے + اور اتفاق کے فوائد زیادہ سمجھانے
کے قابل نہین یہ ظاہر ہے کہ ہر کام کی اصلاح اوس کام کے کرنے سے ہوتی
ہے اور نتیجہ بعد مین معلوم ہوتا ہے پہلے عمل کرو اور دیکھو کہ خداے تعالیٰ نے
اوسمین کیسی برکت دی اور وَعَدَ اللہِ حَقًّا کا مصداق اتفاق کہانتک ہوا جو
اخلاق کے عادی ہین وہ اتفاق کو اپنی عین عزت و آبرو جانتے ہین اور وہی
اس سے محظوظ ہوتے ہین اس مسلک کے جو ارباب و اصحاب ہین وہ یہانتک
اسمین افراط کرتے ہین کہ اپنی عزت و حرمت کو طاق پر رکھکر دوسرونکو عزیز و محترم
رکھتے ہین اور اس صفت حمیدہ سے خلائق کے دلون کو اپنا صید بناتے ہین
اور کبھی نفاق و دل آزاری کو پسند نہین کرتے ؎ نہ بیداد نہ زخرمن در آسیا افتاد

زسہر بان موافق جدا نباید شد ✤ یہ لطف اتفاق ہی مین ہے کہ ہر زمانہ اور
ہر وقت امن مین گذرتا ہے اور انسانی خوشی کا نام اتفاق ہی ہے اور شرافت
و دولت اوسکی تابعدار جسکو دنیا مین حکومت ملی ہے محض اتفاق کی بدولت
اسواسطے مقتضاے عقل یہ ہے کہ انسان ہمیشہ اتفاق کی کوشش کرتا رہے
کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادِ یعنے اللہ کا وعدہ کبھی خلاف نہین - واسے
بر حال اونکے جو حکم خدا و رسول کو نہین مانتے قوم سے ہمدردی نہین کرتے
سواے فریب و عداوت کے کوئی کسی کے حال سے خبر نہین ہوتا کہ کسکی کسطرح
گذرتی ہے ؎ کیا خبر کسپہ کیا ہوئی بیداد ✤ غیر کی کیا سنے کوئی فریاد ✤ یہان
تو گھر کی بھی جب خبر نہین تو باہر کو سواے خدا حافظ کے اور کیا کہا جاے
؎ دختران را ہمہ جنگ است و جدل با مادر ✤ پسران را ہمہ بدخواہ پدر می بینیم
ہیچ رحمے نہ برادر بہ برادر دارد ✤ ہیچ شفقت نہ پدر را بہ پسر می بینیم ✤ جو بات اس
زمانہ مین دیکھی جاتی ہے انوکھی اتفاق سے دور نفاق سے قریب شوہر کو دیکھو
تو طلاق دینے کا ارادہ زوجہ خلع پر آمادہ ساس بہو سے بہو ساس سے
ناخوش خسر داماد سے داماد خسر سے آشفتہ جسکو دیکھو وہ نااتفاقی کا آلہ
جن لوگون سے گھر مین کچھ بناے نہین بنتی تو واے بر حال قوم - اسکی وجہ
دریافت کرنے مین جو کوشش کی گئی تو یہ معلوم ہوا کہ ہر شخص امرا کی تقلید
کر کے اپنے اوقات راحت کے ساتھ بسر کرنا چاہتا ہے اور خلاف مقدر کے

جو سعی کرتا ہے وہ بیکار جاتی ہے تب حاسد بنکر یگانہ و بیگانہ کا دشمن بنجاتا ہے
اور تقدیر سے زیادہ کا خواہان ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو جو اپنے حق سے زیادہ
طلب کرے اوسکو جائر کہتے ہین اور جائر کے معنی ہین (حق سے زیادہ گذرنے
والا) اور جائر تین طرح کے ہین اول جائر اعظم وہ ہے جو احکام آلہی کی پابندی
نہ کرے اور مثل فاسق و کافر کے رہے دوم جائر اوسط اوسکو کہین گے جو
حاکم وقت سے بغاوت کرے سوم جائر اصغر وہ ہے جو خائین و سارق و بدمعامل
ہو یا قلتبالی کرنے اس صفت کے آدمی سے کسی طرح کی امید نکرنا چاہیے اور
حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْھُمْ
یعنے نہوا ایسے لوگون سے جنھون نے تفرقہ ڈالا دین مین اور ہوگئے گروہ گروہ
یہ سمجھنے کی بات ہے کہ حق تعالیٰ نے دین مین تفرقہ ڈالنے والے سے بیزاری
ظاہر فرمائی اور رسول خدا کو اون سے علیحدہ کیا اب دیکھو اہل نفاق کو جنھون
نے اتفاق مین تفرقہ ڈالا اور اسی تفرقہ نے مسلمانون کے ہاتھ سے سلطنت
ہند چھین لی فاتح کو مفتوح حاکم کو محکوم اعلےٰ کو ادنیٰ امیر کو فقیر بنا دیا پس اہل نفاق
ضرور اسکے مستوجب ہین کہ اون سے نفرت کیجاسے اوسوقت تک کہ وہ راہ راست
پر آئین حضرت عرفجہ کہتی ہین مین نے سُنا رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم سے
آپ فرماتے تھے کہ قریب ہے فتنہ اور فساد پھر جو کوئی چاہے اس امت کو
بگاڑنا تو اوسکو تلوار سے مارو۔ اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے

فرمایا کہ جو شخص جماعت کا ساتھ چھوڑ دے تو اوسکی موت جاہلیت کیسی ہو گی
دیکھو باب وجوب ملازمت سلطنت شریف ہین اسی طرح جو فرمان خدا و رسول اور
حکم شاہی کی اطاعت مثتہاے نص قرآنی ہے اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ
وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ یعنی اطاعت کرو حکم خدا اور پیغمبر خدا اور بادشاہ کی
جو تم مین سے ہو نکرے تو وہ حکم خدا سے باہر ہو گیا اور جس نے اطاعت کی
اوسکا زمانہ ساتھ ہو گیا ۔
اور حجاج بن محمد کہتے ہین کہ اولی الامر سے حاکم اور امیر مراد ہین مسلمانون کی
اور یہی قول ہے جمہور سلف و خلف کا بعض مفسرین و فقہا کہتے ہین کہ علما مراد
ہین اور بعض نے کہا کہ امرا و علما دونون مراد ہین اور جسنے کہا صرف صحابہ مراد ہین
اونے غلطی کی ۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جسنے میری اطاعت
کی اوس نے اللہ تعالی کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اوسنے اللہ تعالے
کی نافرمانی کی اور جو کوئی اطاعت کرے حاکم کی جسکو مین نے مقرر کیا اوس نے
میری اطاعت کی اور جس نے اوس کی نافرمانی کی اوسنے میری
نافرمانی کی یہ عین اتفاق کی دلیل ہے چنانچہ زمانہ حال مین اسکا بھی تجربہ ہو چکا
ہے کہ جس نے تقدیر اللہ سے زیادہ چاہا یا حکم شاہی کو نہ مانا وہ کیسا خراب ہوا
شاہ دہلی ایک لاکھ اور نانا راو ایک لاکھ اور نواب باندہ ہیمانہ سے ۹ اور
نواب فرخ آباد ماہوار صلہ سرکار انگریزی سے پاتے تھے جب اونہون نے

بادشاہ وقت سے بغاوت کی اور نعمت عطیہ خدا سے زیادہ کے طالب ہوئے
کیسے خراب وتباہ ہوئے سہ گر زمین را بہ آسمان دوزی ؛ نہ وہندت زیادہ از روزی
بہت سی موروثی ریاستین اسی علت مین ضبط ہو کر خیر خواہان شاہی کو ملگئین ادلیٰ
ادنی جو خیر خواہ سلطنت رہے وہ امیر اور صاحب جاگیر ہوگئے یہ فقط حکم خدا کا اثر ہے
اس واسطے انسان کو چاہیئے کہ ہمیشہ تقدیر پر شاکر رہے اور اتفاق کا خواہان
اور جو عاقل ہین وہ ہر حال مین زندگی کو خوشی کے ساتھہ بسر کرتے ہین اور واہب العطایا
کا شکر بجالاتے ہین اب باقی رہا یہ امر کہ اگلے زمانہ مین بھی ایسے لوگ تھے یا نہ تھے
تو تاریخون سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی زمانہ اچھے اور برے سے خالی نہین رہا
اور نیز آئندہ خالی نرہے گا کیونکہ معیار نیک وبد کی شناخت کی یہی ہے اگر برا نہوتا
تو کوئی اچھے کو نہ پہچان سکتا اور اگر اچھا نہوتا تو برا نہ پہچانا جاتا جیسے تلخ وشیرین
تاریکی وروشنی رات ودن بد ونیک جاہل وفاضل گبر ومسلمان کفر واسلام وغیرہ
اہل منطق کا یہ قول مسلم ہے تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِھَا یعنے ہر شئے پہچانی جاتی
ہی اپنی ضد سے اور یہ تو ضرور ہے کہ جہان گل ہوگا وہان خار بھی ہوگا ہان گذشتہ
زمانہ مین بوجہ قربت زمانہ نبوت نیک زیادہ تھے اور زمانۂ حال مین کم بہر حال انسان
کو چاہیئے کہ اخلاق واتفاق کا عادی ہو تاکہ اوسمین گل کی صفت پیدا ہو اور نا اتفاقی
کو خار سمجھے تاکہ اورون کی آنکھون مین نہ کھٹکے۔ اور اتفاق ہر فرد بشر پر فرض ہے
کیونکہ اتفاق مرتبہ عبادت مین داخل ہے یہان عبادت اور عبودیت مین بعض

اختلاف کیا ہے کوئی کہتا ہے کہ عبادت مقدم ہے اور کوئی کہتا ہے کہ عبودیت
جنہون نے عبودیت کو مقدم کیا ہے اونہون نے دلیل یہ قرار دی ہے کہ جنت مین
عبادت نہ جائیگی بلکہ عبد جائے گا لہذا عبودیت افضل ہے بشرطیکہ اپنے شرایط
پر ٹھیک ہو جو انسان خلاف اخلاق کے استعمال کرتا ہے وہ خواہ مخواہ مصائب
مین مبتلا ہوتا ہے اہل حکومت اور صاحب ثروت کو جو اس طرف میلان و رغبت
نہین نظاہراسکی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ وہ اداے فرائض وسنن وتہذیب
اخلاق و فوائد اتفاق سے ماہر نہین ورنہ یہ ممکن نہین کہ اہل کمال اور اہل ہنر
کی وہ خدمت نکرین اونسے ملنے مین منہ چورائین بجاے روپیہ دینے
کے کچھ الفاظ تعریفی اونکے نذر کردین جسمین نہ امیر کا کچھ خرچ ہو نہ اہل کمال کو
فائدہ خود مار خزانہ بنے بیٹھے رہین یہ کج اخلاقی اور بیدردی محض ناواقفیت کا سبب ہے

ایسا ہو در دمند کہ سہوا کبھی دوستو	آزردہ دل کرے نہ کسی دل کباب کا
پروانہ کے حضور جلائے نہ شمع کو	بلبل کے آگے پھول نہ توڑے گلاب کا

کسی بزرگ کا قول مشہور ہے اگر بر درباروی غسے باشی واگر بر ہوا پری مگسے باشی
دل بدست آر کہ کسے باشی اللہ جلشانہ نے انسان کو عقل دی ہے جو اور مخلوق کو
نہین دی اسی واسطے وہ مستوجب عذاب اور مستحق ثواب ہوا ہے اور عذاب نتیجہ
بداخلاقی ہے اور ثواب مال اخلاق مگر انسانی سرشت مین ایک غفلت کا شعبہ
ایسا رکھدیا ہے کہ جو معصیت سے ہوشیاری اور بیداری پر غالب آجاتا ہے۔

الٰہی تو غفلت اوٹھا قوم سے — تو بیدار کردے اسی نوم سے
اوٹھانے سے ہرگز یہ اوٹھتے نہین — کسی طرح کروٹ بدلتے نہین
یہ سوتے ہین یارب کہ بیہوش ہین — گرانبار ہین اور سبکدوش ہین
چڑھا ہی وہ غفلت کا انکو بخار — کیا سب نے غفلت کو اپنا شعار
یقینی یہ مردے ہین سوتے نہین — جگانے سے ہشیار ہوتے نہین
یہ غفلت کہ غفلت پہ کرتے ہین ناز — پہنسے کیون نہ گرداب مین یہ جہاز
مدد غیب سے کر تو بہر نبی[۲] — بدل انکی حالت تو بہر علی[۲]
نکل آئے کشتی یہ گرداب سے — جو بیدار ہو جائین یہ خواب سے

جبتک انسان اتفاق پہ کمر مضبوط نہ باندہے اور اخلاق کی پوری پوری پابندی نہ کرے اوسوقت تک فلاح اور رفاہ مشکل ہے کسی کام پر ہمہ تن متوجہ ہوتا ایسا نہین جو آسان نہو جائے تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ جب انسان کسی کام کے انجام دینے پر اپنی کل قوت خرچ کردیتا ہے تب خدا خود اوسکا معین ہوجاتا ہے اور اوس کام کو ایسے ذرایعہ سے پورا کردیتا ہے جو انسان کے وہم وخیال مین بھی نہ تھے پہر اتفاق پر کوشش نکرنا کیا معنی اور پیش خود یہ سمجھ لینا کہ یہ مشکل کام ہے محض فضول سعی کسی کے کسی کام مین بیکار نہین جائیگی گو اوسکا فائدہ و نتیجہ ہماری حیات مین نہ نکلے مگر قوم ضرور اوس سے مستفید ہوگی اور یہی صلہ اتفاق کا ہے غرضکہ نیک کام جہانتک ہوسکے کئے جائے ہم نہین تو ہماری اولاد اوس سے

کامیاب ہونگی اور سعی کا پورا ہونا خداہی پر موقوف ہے اَلسَّعیُ مِنّیِ وَالاِتمَامُ مِنَ اللّٰہِ یعنے کوشش میری ہے اور پورا کرنا اللہ کی طرف سے ہے اور ایسے ہی خیال وافعال سے قوت انسانی اور قوت قومی کو مدد ملتی ہے اور درس وتدریس اولاد مین ایسی سعی ہونا چاہیئے کہ دینی ودینوی کامون مین اونکو محتاجی نہو نکہ صرف وعظ اور ناصح بنائے جائین جو سوائے فقر وتوکل کے قوم کو کچہ نہ سکہائین اور کوئی تدبیر عروج مقدرت وثروت کی نہ بتائین جس سے ظاہری قوت اسلام کی بڑہے قوم سے افلاس دور ہو دلون مین ولولے بڑہین دین ودنیا کے کام قوت اور زور کے ساتہہ چلین اور یہ ہر شخص سمجہتا ہے کہ جب تک دنیا سے اطمینان نہین ہوتا کوئی کام دینی اچھی طرح بن نہین پڑتا ع شب جو عقد نماز بر بندم ٭ چہ خورد بامداد فرزندم ٭ جتنی چیزین دنیا مین ہین اون مین قدرتی معدات نے ایسا باہم تسلسل اور ارتباط رکھا ہے کہ ایک سے دوسری اور دوسری سے تیسری پیدا ہوتی ہے یعنے حکومت سے مقدرت اور مقدرت سے قوت اور قوت سے رونق اور یہی تینون چیزین ترقی اسلام اور اہل اسلام کے لئے درکار ہین اور معدات کا مادہ عد بالکسر ہے جسکے معنی (وہ پانی جسمین مادہ موجود ہو اور منقطع نہو جیسے چشمہ) پس ہر مقصود کے حاصل کرنے کے لئے اون چیزون کا مہیا کرنا جس سے اوسکے استحصال مین کافی مدد ملے امید بر آنے کا ذریعہ ہے اب ایسے اسباب بہم پہونچانا اور اونکی کوشش کرنا جس سے کامیابی ہو سوائے اتفاق

کے دوسری تدبیر نہین مگر افسوس ہے کہ مسلمانون مین کوئی ایسا مدبر نہین جو اتفاق
مین کوشش کرے ہان اگر ہر فرد بشر اپنا فرض منصبی ادا کرنے پر مستعد ہو جائے
تو ممکن ہے کہ انسان اپنے مقصود پر پہونچ جائے۔ حکیم ارسطاطالیس کا
قول ہے کہ اگر فضائل کے دس حصے سمجھے جائین تو واقع مین نو حصہ اتفاق ہے اور
ایک حصہ مین کل فضائل اور نفاق جو ضد اتفاق کی ہے وہ ایک جزو رذالت
کا نہین بلکہ بالکل اور سرتاپا رذالت ہے اسواسطے اتفاق کمال فضائل مین داخل
ہے۔ باوجودیکہ اہل اسلام علی العموم اتفاق کے معنی ومفہوم سے بخوبی واقف ہین مگر
اپنے چال وچلن اور وضع وطرز معاشرت کو ایسا بگاڑے ہوے ہین کہ قطعاً اسطرف
متوجہ نہین ہوتے جسکی وجہ سے وہ قومین جو آج دعویدار تہذیب اخلاق ہین اونپر
ہنستی ہین اور مثل اپنے اعتبار نہین کرتین اور واقعی جہانتک بنظر غائر دیکھو تو صاف
معلوم ہوتا ہے کہ اس گروہ کے سب حرکات وسکنات بخلاف زمانہ گذشتہ کے
متبدل ہو گئے ہین اور سب نے دینوی کامون مین خود غرضی اور حرص کو شامل کر دیا
ہے جو خلاف دیانت ہے اکثر مومن صورت کافر سیرت نظر آتے ہین ذی علم ہین اور
منہیات سے کنارہ نہین اور اعتبار جو معیار اتفاق ہے اوسکو نفاق اور بے اعتبا
سے بدل لیا ہے بارہا دیکھا گیا ہے کہ جن لوگون نے دوسرون کو فائدہ پہونچایا اور
اپنے فائدہ کو اون کی ترقی کی کوششون مین بحل کر دیا اور جنکی بہبودی اور فلاح کے
لئے اپنی اوقات عزیز کو وقف کر دیا وہی لوگ اپنے عزیز محسن کے تمام احسانات

فراموش کرکے بلاوجہ مخالف ہوگئے حالانکہ محسن الہ سے محسن کا حق کسی طرح ادا نہین
ہوسکتا یہانتک کہ اگر بعد احسان کے محسن سو برائی کرے تو محسن الہ کو شاکی ہوتا چاہئے
بلکہ ہمیشہ اور ہر حال مین اوس کا مداح اور شکر گذار رہے اور دوستی کا حق اور منشا
بھی یہی ہے چنانچہ **جالینوس** نے لکھا ہی کہ دوستی اور دشمنی انسان کو بہرہ اور
اندہا کردیتی ہے کہ دوست کے افعال قبیح بھی احسن معلوم ہوتے ہین اور دشمن کے
نیک کام بھی برے نظر آتے ہین حدیث مین آیا ہے حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ
یعنے دوستی چیز کی اندہا اور بہرہ کرتی ہے اسواسطے دوستی دانا سے کرنا چاہئے
اور بعد قائم ہونے دوستی کے دوست سے اپنے معائب دریافت کرے اور جب اوسکو
اپنے عیوب معلوم ہون تو اوسکے ترک پر سعی بلیغ کرے اور **افلاطون** نے کہا ہی
کہ نیکونکو بدون سے نفع پہونچتا ہے کہ اون کے افعال بد سے نیک کارہ ہوتا ہی
اور **لقمان** نے کہا ہی کہ مین نے ادب بے ادبون سے سیکہا۔ اور بعض حکما کا قول
ہی کہ اوروں کے افعال اپنے آئینہ دل مین دیکھے اور غور کرے جو فعل پسندیدۂ
خلق ہو اوسکو اختیار کرے اور جو خلاف آئین اخلاق معلوم ہو اوسکو ترک کرے
کیونکہ انسان اپنے رذائل پر خود آگاہ نہین ہوتا۔ اسی طرح سے حکما نے کہا ہے
کہ اگر رابطہ اتحاد باہم ہو تو کبھی نالش و فریاد و عدالت کی حاجت نہو کیونکہ خلاف
محبت ہے اور اتفاق کا منشا، اور محبت کا مقتضا بھی یہی ہے کہ ایک دوسرے کی
شکایت نکرے چہ جائیکہ حاکم وقت سے دادخواہی کرنا اور یہ ظاہر ہے کہ محبت

ایک سرشت انسانی ہے جو بے اختیار صادر ہوتی ہے اور ساری قوتوں سے
قوی ہو اور عدالت بزور حکومت واد دیتی ہے یا بدل دلاتی ہے جو بمقابل طبعی
امر کے مغلوب ہے اور اتفاق کبھی شیئے مغلوب کو پسند نہین کرتا اور یہ تو ہر انسان
سمجھ سکتا ہے کہ جہان اتفاق ہے وہان نفاق کا گذر نہین اس زمانہ مین جو متعدد
محکمے داد خواہی کے مقرر ہوئے ہین وہ محض نفاق کی بدولت ورنہ ہر شخص جانتا
ہے کہ جنگ دو سر واز واور عدالت کا مدار فیصلہ دستاویزاور گواہون پر ہے جسمین ہر طرح
کی صنعت ہوسکتی ہے پھر بعض داد خواہ اپنے سچے حق کے حاصل کرنے کے لئے
عدالت مین رجوع ہوتے ہین اور بعض محض فریق ثانی کو تکلیف دینے کے لئے
اور اسمین دونون طرح کے متخاصمین گاہ کامیاب ہوتے ہین اور گاہ ناکام اور
مفت مین محنتانہ وکیل کا غذ اسٹامپ و دیگر اخراجات عدالت سے زیر بار ہوکر
تباہ ہوتے ہین اور نہین خیال کرتے کہ یہ نتیجہ ہمارے نفاق کا ہے بحالت صحت
دعوی ممکن ہے کہ باخود ہا معاملہ کرلین اگر آپس مین فیصلہ ممکن نہو تو قوم کے
چار مکھیا سے رجوع کر کے اپنا فیصلہ کرالین اور اگر اپنا جی خوش کرنے اور دوسرے
کو تکلیف دینے کے لئے نالش کی ہے تو اوس سے افضل یہ ہے کہ بموجب حکم
خدا و رسول کے باہم سمجھوتا اور صفائی کرلین اور جو امر باعث نزاع ہے اوس سے قطع نظر
کرین یا معذرت کے ذریعہ سے معافی چاہین تو عدالت مین رجوع ہونے کی ضرورت
نہو اور مفت مین عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور رہون اور اس حدیث پر عمل کرین

کہ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ ۔ یعنے دنیا کہیتی ہے آخرت کی اسمین جس طرح کی تخم ریزی کروگے ویسا پہل پاؤگے دوسری یہ مثل بہی قابل تحفظ ہے یعنے جو مرغی اچھی طرح انڈے سیتی ہو وہ پورے بچے نکالتی ہے ورنہ اکثر گندے ہو جاتے ہین اسی طرح اگر انسان حکم خدا کی پوری پوری حفاظت کرے اوسکا عمدہ صلہ پائے ورنہ مردود حق ہو جائے شہر پونا جو مولد و ملجا برہمنون کا ہے وہان کے لوگون نے عمدہ موافقت کا ایسا منضبط باندہا ہے کہ کوئی اپنے حق کی نالش عدالت انگریزی نہین کرتا راستی بازی یہانتک اختیار کی ہے کہ جہوٹا دعوی کرنے کو عیب جانتے ہین اور اگر بمقتضاے وقت کہ انسان کے واسطے تنگدستی بہی لازم ہے کسی مدیون سے وعدہ پر قرضہ نہ ادا ہو سکا تو داین جلسہ قومی مین اپنا دعوی زبانی کرتا ہے اور جلسہ فریقین کی حالت موجودہ پر غور کرکے حسب حال طرفین فیصلہ کر دیتا ہے اور فریقین کو اوسکی تعمیل مین کچھ عذر نہین ہوتا اونہون نے چندہ سے روپیہ جمع کرکے اپنے نوجوان اور ہونہار اولاد کو تعلیم دلائی اور ہر پیشہ کا کام سکہا کر ولایت سے کلین منگائین اور ہر قسم کا کارخانہ تجارت اپنے شہر مین جاری کیا یہ لوگ کوئی چیز ولایتی خرید نہین کرتے ہر چیز پیداوار ملکی کو اپنے صرف مین لاتے ہین اس زمانہ مین اس قدر اتفاق بہی قابل تحسین و آفرین ہے کہ اونہون نے اپنی قوم موجودہ شہر کو تباہ نہین ہونے دیا ان کے کارخانجات تجارت مین ہزارون آدمی نوکری اور مزدوری کے ذریعہ سے پرورش پاتے ہین اور کسی کے سامنے اپنی حاجت نہین لیجاتے

یان کی ہر چیز کو خرید کرو — ہمت ملکیان عزید کرو
لو نہ زنہار غیر ملک کی چیز — غیر دیکھین تمہاری تا کہ تمیز
ہندی ہندی کے سب معین منین — سنگ خارہ سے پھر نگین منین
چاہئے اسکی سبکو پابندی — تا کہ مشہور رہو خردمندی
جسکو سنکر ہر ایک ہو خوشنود — اور تمکو حصول ہو بہبود
عاقلانہ کبھی کوئی کام کرو — ساری دنیا مین اپنا نام کرو
تا کہ ظاہر ہو یانکی دانائی — عقل کی طاقت و توانائی
کینہ و بغض اور حسد چھوڑو — جملہ افعال بد سے مونہہ موڑو
بغض مذہب کا ہو نہ ملت کا — ہر جگہ پہ ہو ذکر خلت کا
جبکہ ہر شخص مین محبت ہو — اگلی پچھلی نہ کچھ شکایت ہو
فرق ہو گرچہ ظاہری تاہم — مثل شیر و شکر رہو باہم
پھر تو کیا پوچھنا ہے کیا کہنا — فخر کا پہنے ہند پھر گہنا
اپنی یکتائی مین جو ہو مشہور — پھر حکومت پہ قوم ہو مامور

اگر انسان کو اپنی کوشش مین کچھ ناامیدی معلوم ہو تو ہمت نہ ہارے بلکہ اصل موانع کے دریافت پر متوجہ ہوا اور جب سبب ہرج معلوم ہو جائے تو پہلے ہرج کے رفع کرنے پر زور دے اور پھر اصلی مقصود کی طرف رجوع کرے کیونکہ جب تک موانع کو انسان رفع نہ کرے گا اپنے مطلب پر فائز نہو گا جیسے کا سب منفعت مثلاً بیجا س

جسکو درودگر بھی کہتے ہین وہ اپنا کام کرنے کو بیٹھے اور بسولا یا آری کام نہ دے
جسکے سبب سے کاریگری مین ہرج ہو تو پہلے درودگر بسولے کے دم یعنے باڑہ اور
آری کے دانتون کو درست کریگا اور بعد رفع کرنے اس ہرج کے اپنے اصلی کام
مین مصروف ہوگا اسیطرح اگر کاتب کا قلم ٹوٹ جائے یا دوات مین سیاہی نہ رہے
تو لامحالہ کتابت مین ہرج ہوگا اب بنانا قلم کا اور دوات مین سیاہی ڈالنا مقدم
ہوا بعد اوسکے علت غائی کی جانب رجوع کریگا یہ طریق استحصال مقصود کا ہے
اسی طرح طبیب پہلے دفع مرض کے اسباب سوچے گا اور پہر حفظ صحت کی طرف رجوع
کریگا اسی طرح اخلاق مین بھی دو چیزون کا لحاظ ضروریات سے ہے۔ اول
حفظ فضیلت کہ بمنزلہ صحت ہے دوسرے ازالہ رذالت کہ مرض نفسانی ہے
جس نفس مین جسقدر فضیلت ہو اوسکی حفاظت اور اوسپر عمل کرنا اور معاشرت و مخالطت
نیک آدمیون سے کرنا باعث ترقی اتفاق ہے کیونکہ نفس مین صحبت بہت اثر
کرتی ہے اور حدیث مین بھی اسکا ذکر ہے۔ حکما نے بھی کہا ہے کہ طبیعت مثل چور
کے ہے یعنے پوشیدہ طور پر اخلاق ہمنشین کو حاصل کرتی ہے بخصوص ان حکایات
اور اطوار کو زیادہ تر جو مزخرفات سے ہون جس سے طبیعت مین ہیجان خلاف فضیلت
کے پیدا ہوتا ہے اور پہر اوسکی اصلاح دشوار ہوتی ہے کیونکہ نفس کو بدن سے
تعلق ہے اور بدن سے کل قوتون کو محبت ہے اشرار کی صحبت سے شہوت و غضب
جو بفطرت انسانی مین شامل ہے مبتلا ہو جاتا ہے حالانکہ جبلت انسانی فضیلت کی

واقع ہوئی ہے مگر صحبت عوام مبدء ذالت ہوجاتی ہے اگر قید حکمت وعقل کی
نہوتی تو تمام نوع انسان اس بلا مین مبتلا ہوتے اسی واسطے کتب آسمانی نازل
ہوئین نبیون پر بنی آئے تا کہ انسان کو نیک وبد امر ونہی سے آگاہ کرین اور
لذائذ جائز کی طرف راجع اور نا جائز سے کنارہ کرین کیونکہ جنت بغیر تکلیف اور
جبر نفس کے حاصل نہین ہوتی چنانچہ حدیث مین صاف طور پر ارشاد ہے حُفَّتِ
الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ یعنے احاطہ کئے ہوئے ہے بہشت کو رنج وتنگی
اور احاطہ کئے ہوئے ہے دوزخ کو خواہش نفسانی پس جو تحمل نہ کرے خواہش نفسانی
پر وہ جنت مین داخل ہوگا اور اپنی خواہش نفسانی کا پورا کرنے والا جہنم مین جائیگا
اسواسطے مزاج کو اعتدال پر رکھنا چاہیئے او بے باکی اور شوخی وتمسخر کو کہ مقتضا ہے
بشریت ہے حد سے نہ گذرنے دے کہ بنیاد بیحیائی کی ہے اور بیحیائی مبدء زوال
جس سے انسان نافرمان خدا ورسول اور والدین کا ہوجاتا ہے اور فسق وفجور کرنے لگتا ہے

یہ ہنسی دل لگی مزاح تمام	کل ہی بیکار ہے برا انجام

اور اعتدال وہ چیز ہے کہ ایسے انسان کو ظریف اور خوش طبع کہتے ہین چنانچہ جناب
رسالت مآب صلواۃ اللہ علیہ بھی ظرافت فرماتے تھے مگر سخن راست جیسے ایک
ضعیفہ نے آنحضرت سے دریافت کیا کہ یا حضرت مین جنت مین جاؤنگی آپ نے
ارشاد فرمایا کہ کوئی عورت یا مرد بوڑھا بہشت مین نہ جائیگا الا جوان۔ اسواسطے
کو عادت کرنا چاہیئے کہ ظرافت بھی اسطرحکی کرے جسمین لطیفہ ہو اور اسباب

حفظ صحت نفس اور افعال جمیلہ کو ہمیشہ مد نظر رکھے تاکہ افراغ ہمسران مین آبرو اور اعتبار اور سعادت مجازی مثل نام آوری وجاہ و منصب دنیوی کے پاسے واسے برحال اونکے جو نیک و بد سمجھتے ہین اور جانتے ہین کہ سب معاملات دینوی معرض زوال مین ہین اور نفس رہزن پہلو مین ہے مگر کسی کو تنبیہ نہین ہوتی اور کوئی اخلاق و اتفاق پر کہ سرمایہ حیات اور باعث اکتساب کسب و ثواب ہے متوجہ نہین ہوتا اور یہ وہ زیور ہے جو کبھی انسان سے جدا نہین ہوتا پس اسمین انسان کو ہر طرح کی سعی اور کوشش کرنا چاہئے کہ جوہر زندگانی ہے ؎

چاہیئے کوشش ہنرمندی	ہے یہی باعث خردمندی
فکر ہو معاش کی اگر منظور	عمل اسپر کرو جو ہے مسطور

ارسطا طالیس نے کہا ہے کہ جسکو معاش علی قدر ضرورت حاصل ہوا وسکو زیادہ طلب کرنا داخل بیماری ہے جیسے بھوک و پیاس حالت بیماری مین لذت ہوتی ہے اوسی طرح غلبۂ نفسانی مین اعتدال جس سے مراد صلاحیت ہے ناگوار ہوتا ہے اسلئے لازم ہے کہ ہر انسان حاجت کے لایق خدا سے طلب کرے اور اوس مین اپنی تدبیر اور خیالات کو دخل نہ دے اور دوسرے حیوانات مطلق کی طرف ذرا چشم غائر سے دیکھے اور غور کرے کہ جب وہ سیر ہوجاتی ہین تو پھر زیادہ دانہ یا چارہ کی طرف رغبت نہین کرتے اور واقعی لذت ہر چیز کی صحت مین ہے اور صحت اعتدال کا نام ہے اور کلیہ یہ ہے کہ انسان اپنے پیٹ سے زیادہ نہین کھاتا اعم اس سے کہ

اپنے گھر مین ہو خواہ دوسری جگہ مدعو ہو پھر زیادہ اوس سے طلب کرنا خلاف اصول اخلاق کے ہے اور جو خلاف اخلاق کے ہے وہ مانع اتفاق ہے اور جو عاقل و فرزانہ ہین اون سے کوئی فعل خلاف عقل صادر نہین ہوتا جس سے اتفاق مین روز بروز رونق وافزائش ہوتی ہے اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عقل اور تجربہ مین باہم ایسا ارتباط ہے جسکے اتفاق سے افعال انسانی پہچانے جاتے ہین اور ارادے کے موافق نتیجے نکل آتے ہین پس انسان کو لازم ہے کہ بہ نسبت اپنی قوت جسمانی کے دماغی قوت سے زیادہ کام لے تو ممکن نہین کہ کامیاب نہو اور جو شخص بمقابل قوت دماغی کے جسمانی قوت سے کام لیتا ہے اوسکو ضرور نا امیدی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور قوت دماغی سے جو لوگ کام لیتے ہین وہ مستقل مزاج ہو جاتے ہین اور عمدہ خیالات پیدا کرکے مرجع مقاصد و مرام بنجاتے ہین اتفاق ہی انسان کو مقبول عالم کر دیتا ہے مین نے جو کچھ اتفاق کے باب مین لکھا ہے اوسکا یہ منشا نہ سمجھا جاے کہ احکام الٰہی و ارشادات رسالت پناہی کے خلاف من کل الوجوہ ہر فرقہ سے اوس حد تک اخلاق و ارتباط بڑھایا جائے کہ ارکان مذہبی مین بھی تفرقہ نہ باقی رہے کیونکہ جناب رب الارباب کی کتاب اعجاز مآب مین حکم ہے یا ایہا الذین آمنوا لا تتولوا قوما غضب اللہ علیہم یعنے اے ایمان والو مت دوستی کرو اوس قوم سے جسپر اللہ کا غضب ہے۔ اور حضرت بابرکت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ایاکم وایاہم لا یضلونکم یعنے بچو تم اون سے تاکہ وہ

تمکو گمراہ نکرین اور اسطرح کے بہت سے آیات کتاب فیض انتساب مین اور بہت سے محدثین کے کتب احادیث مین موجود ہین اس سارے بیان سے راقم کی علت غائی یہ ہے کہ اتفاق لبعض الوجوہ مین مدیح اور چشم پوشی کرنا اور امور دینوی مین کسی فریق سے عداوت وکینہ رکھنا اونسے مراسم اخلاق کو چھوڑ دینا خلاف آئین اہل اسلام کے ہے کیونکہ اللہ جلشانہ الشفقۃ علی خلق اللہ کا عام حکم دیتا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ دوسرے پر رحم کرو مظلوم کی اعانت کرو لوگون کے ساتھہ سلوک کرو مشکل کے وقت مین اونکے کام آؤ اونکے نیک و بد کی خبر رکھو اونکی تعلیم و تربیت مین مضائقہ نکرو اونسے وفا سے عہد کرو اونکو حاضر و غائب برا نکہو اونکی غیبت نکرو اونکی اہانت نکرو اونکے نقصان کو اپنا نقصان سمجھو اون سے دغا اور فریب نکرو دوسرے فرقے کے جو ذی ہون اونکی تعظیم و تکریم کرو اون سے بکشادہ پیشانی ملو گو وہ کسی فرقہ اور مذہب کے ہون باہم مدارات اور اخلاق قائم رکھنا داخل فضائل مومنیت و شرافت ہے اور اسی کا نام اسلام ہے اور اسی کو ایمان کہتے ہین جو لوگ اسکی پابندی کرتے ہین وہی لوگ مورد تحسین و آفرین ہوتے ہین انہین کا وقار انہین کا اعتبار دنیا مین ہوتا ہے اتفاق ہی قوم کی عزت اور ترقی کا سرمایہ ہے جو لوگ لاطمع اور خوش طبع اور خواہان اتفاق ہین وہ قوم کے واسطے کبریت احمر کا اثر رکھتے ہین ایسے لوگون کا طرز عمل اثبات قابلیت کے لئے ایک ایسا نمونہ ہے جسکی شعاعین قیام قیامت تک روشن رہنے والی ہین اور یہی روشنی روحانی

آئندہ نسلون کو اپنی روشنی پر چلانے والی ہے اس متروکہ ورثہ کو نعمت عظمے سمجھین اور جان سے عزیز تر رکھین کیونکہ تمام متقدمین کیا علما کیا حکما سب یہی نصیحت کر گئے ہین کہ چال چلن نیک اختیار کرو یہانتک کہ کتب سماوی اور اقوال حضرت رسالت پناہی اسی کے موید ہین اور اس مسئلہ چال چلن مین امیرون کی تقلید نکرنا چاہیئے بلکہ اونکی پیروی کرو جن کا طرز عمل موافق اخلاق احمدی کے ہو اور یہ بھی خوض اور غور کے قابل ہے کہ انسان کا حال مثل معدنیات کے ہے جیسے بعضی کان لوہے کی اور بعض سونے کی اور بعض کویلہ کی اوسی طرح انسان بھی انواع مین مختلف ہین کوئی خاندان کا اچھا ہے کوئی برا جو اچھا ہے وہ نیک کام نیک خصائل اختیار کرتا ہے جو برا ہے وہ رذائل کی طرف مائل ہوتا ہے اور ہر فعل اوس کا دور ہوتا ہے ایسے لوگون مین عاقل اور خوش اخلاق اور صالح کہان سے ملین اور ان سے راد چشم امید کیا ہو سکے چنانچہ ابو موسی سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ میری ہدایت اور علم کی مثال ایسی ہے جیسے پانی بارش کا ہر زمین پر برابر برسا اور زمین مین کچہ حصہ ایسا تہا جسنے پانی کو جذب کر لیا جس سے چارہ اور سبزہ جما اور کچہ حصہ سخت اور عمیق تہا اوس نے پانی کو سمیٹ کر جمع کیا جس سے مخلوق کو فائدہ پہونچا یعنے انسان اور حیوان نے اوس سے پانی پیا اور کچہ حصہ شور تہا جسمین نہ سبزہ اوگا نہ پانی جمع ہوا پس جسنے خدا کے دین کو سمجہا اللہ نے اوسکو فائدہ بخشا اوسنے خود سیکہا اور ون کو بھی سکہایا اور جسنے اسطرف توجہ نہ کی اوس نے میری

ہدایت کو قبول نہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ جیسے زمین کی تین قسمین ہین اسی طرح
انسان بھی تین طرح کے ہین **قسم اول** وہ کہ جنہنے علم دین سیکھا اور عمل کیا اور لوگونکو
سکھایا۔ **قسم دوم** وہ ہین جنھون نے علم حاصل کیا مگر عمل نکیا نہ دوسرونکو سکھایا
اور **قسم سوم** مین وہ ہین جنھون نے خود علم نہ سیکھا اور جو عالمون اور واعظون کے
سے سُنا تہا نہ اوسکو یاد رکہا نہ اوسپر عمل کیا اس صفت کا آدمی بمقابل اتفاق کے
نفاق پر زیادہ مائل ہوتا ہے پس ہر انسان کو ہر حالت مین لازم ہے کہ اپنے
معبود کو پہچانے اور اوسکی اطاعت کرے اور اوسکے حقوق کو نگاہ رکھے اور
تمامی مواہب کو اوسیکی طرف سمجہے اور آسایش وخواب کو مقدم نکرے اور ہمیشہ
نفس کے ساتھ احتساب کرتا رہے اور خوب یاد رکھے کہ اصل مین انسان کیا تہا
اور بعد فوت کیا ہوگا اور کسی کو ایذا نہ دے کہ اسباب دنیوی کو تغیر وزوال ہے
وہ شخص بدبخت ہے کہ عاقبت سے غافل ہو اور رذالت سے باز نہ آئے ایسے شخص
کو حکیم نہ سمجھو جو لذائذ دنیا پر شاد ہو اور مصائب عالم پر واویلا کرے اور غمناک رہے
ہمیشہ موت کو یاد کرنا اور سخن بے سود سے محترز رہنا بہت مفید ہے۔ انسان کو
سب کا دوست اور خیرخواہ ہونا داخل نیکی ہے اور جلد غصہ کرنا داخل رذائل ہے
جو آج تیرا محتاج ہو اوسکی حاجت روائی کل پر نہ چہوڑ کیونکہ ع چہ دانی کہ فردا چہ
حادث شود۔ اگر کوئی کسی بلا مین گرفتار ہو اوسکی فوراً معاونت کرو مگر جو شخص
عمل بد کے عوض مین مبتلا ہوا ہو تا وقتیکہ اوسکے جرم پر اور خطا وسیے خطا پر مداہر

نہو جاؤ اعانت نکرو۔ اور زادراہ تیار رکھو نہین معلوم کہ سفر آخرت کس وقت پیش
آجائے۔ اور مکافات کرو نیکی کے ساتھ اور درگذر و بدی سے۔ اور دنیا کے کسی
کام پر ملول نہو۔ اور کبھی سستی اور تانی کو اپنے مزاج مین راہ ندو۔ حکمت کو دوست
رکھو اور حکیمون کی بات سنو۔ اور ہواے دنیوی کو دور کرو اور کوئی کام پیش
از وقت نکرو۔ اور جب کسی کام مین مشغول ہو تو از روے فہم و فراست اوس
کام کو کرو۔ تونگری پر متکبر نہو۔ مصائب اور خواری کو اپنے دل مین راہ ندو
نیک کام مین جو رنج پہونچے اوسکو رنج نہ سمجھو بلکہ خوش ہو کیونکہ رنج باقی نہین
رہتا اور عمل نیک کو بقا ہے۔ اور جو برے کام مین لذت پاؤ تو اوسکو فانی سمجھو
اور بدنامی کو باقی۔ اور یقین کرو اس بات پر کہ اوس عالم مین کوئی نہ دوست کو
پہچانے گا نہ دشمن کو اسلئے اس عالم مین کسی کے درپے نقصان نہو اور یہ بھی جان لو
کہ اوس عالم مین خداوندگار اور خدمتگار متساوی ہو گا پس اس عالم مین تکبر نکرو
اور دوست سے وہ معاملہ کرو جسمین حاکم کی احتیاج نہو۔ اور دشمن سے ایسا کام کرو
کہ پیشگاہ حاکم سے ظفریاب ہو۔ اور ہر کس و ناکس سے بتواضع پیش آؤ اور کسی متواضع
کو حقیر نہ سمجھو۔ اور جس امر مین خود معذور ہو اوسمین دوسرے کو ملامت نکرو اور طالب
پرشاد نہو اور بخت پر اعتماد نکرو تاکہ نیک بختون مین مشہور رہو۔ اور ترقی اسلام مین
ہمیشہ معین رہو اور اہل اسلام کے ساتھ وہ سلوک کرو جس سے رونق اسلام ہو۔
اسلام کی اے خدا مدد کر اور قوم سے آفتونکو رد کر

اخلاق رسولؐ اسکو دیدے
سر سبز تو اسکو تا ابد کر
اعدا ہین قوی تو قوم کمزور
اب غیب سے قوم کی مدد کر
پھر آئے بہار اس چمن مین
مقبول دعا کو اے صمد کر

باللہ التوفیق خیر الرفیق اللھم اہدنا الصراط المستقیم بحق محمدؐ و آلہ الکریم ۔

تاریخ ختم کتاب از جناب مولوی شیخ وارث علی صاحب المتخلص بہ حیران

نسخہ ایسا لکھا یہ انجم نے
کہ نہ ہے اور نہو گا اسکا جواب
کہا حیران نے یون زروے حساب
نادر و بیمثال ہے یہ کتاب
۱۳۰۵

ایضاً طبعزاد جناب مولوی شیخ محمد متقی صاحب ادراک فرخ آبادی

مخدوم من و قبلۂ من زبدۂ سادات
فاروق علی صاحب شان شہرۂ آفاق
تالیف باخلاق نمود این چنین نسخہ
ہر کس کہ شنید از پئے دیدن شدہ مشتاق
ہاتف پئے تاریخ سنش گفت بہ سمت
ادراک رقم کن کہ بہ روضہ اخلاق
سمت ۱۹۴۵

ایضاً از جناب شیخ محبوب عالم صاحب محبوب

صد شکر میر صاحب عالی وقار نے
لکھی کتاب غیرت قند و نبات ہے
محبوب خضر فکر پئے سال یہ محل
بولا کہ رشک چشمۂ آب حیات ہے
۱۳۰۵ھ

تاریخ طبعزاد جناب منشی محمد مسعود عالم صاحب موزون تخلص

یہ انجم نے کیا خوب نسخہ لکھا	پئے بہرہ نفع ہر خاص و عام
کہا بہر تاریخ موزون نے یون	یہ روح سخن فلسفے ہے کلام
	۱۳۰۵ھ

ایضاً طبعزاد جناب سید فیاض علی صاحب

انجم نے لکھی کتاب کیا خوب	اخلاق کا ہے یہ سارا زیب
تصنیف کا سال ہے فیاض	مضمون ہے حسین بیان بھی عمدہ
	۱۳۰۵ھ

تاریخ طبع کتاب مشرالاخلاق طبعزاد سید فیاض علی صاحب خلف مولف کتاب

علم اخلاق مین چھپی یہ کتاب	دہوم ہے اسکی کاف سے تا قاف
لکھ دے فیاض تو بھی اک تاریخ	طبع نسخہ یہ ہو گیا شفاف
	۱۳۱۴ھ

تاریخ طبع طبعزاد جناب مولوی شیخ وارث علی صاحب حیران

بہر نفع عام یہ عمدہ کتاب	واہ وا کیا خوب انجم نے لکھی
یون کہا حیران نے باصد زرد بے سر تاریخ	یہ کتاب اخلاق مین اچھی چھپی
	۱۳۱۴ھ

شرح صدر از جناب حکیم مولوی مومن سجاد رضا صاحب مشتاق بریلوی

انجم نے یہ بشر الاخلاق کیا لکھی ۔ کھولا ہے طالبوں کے لئے ایک باب فیض
مشتاق نے بھی از سر الہام سنتے ہے ۔ تاریخ سال طبع رقم کی کتاب فیض
۱۳۱۴ھ

صدر از مولوی محمد متقی صاحب ادراک فرخ آبادی

کرد تالیف انجم خوش گو ۔ نسخۂ لاجواب دار الفیض
گفت ادراک از سر الہام ۔ طبع شد این کتاب دار الفیض
۱۸۹۶ء

یہ کتاب لاجواب مصنفہ جناب مولانا مولوی قاری رفیق علی صاحب بخاری تقوی الاخلاق مین جسکا تاریخی نام بشر الاخلاق ہے اردو زبان مین بہت فصیح و بلیغ لکھنؤ اور دہلی کے محاورہ مین صحیح ہوکر نہایت ارزان عام پر فروخت ہوتی ہے جن حضرات کو خرید کرنا منظور ہو وہ اپنی درخواست میرے مطبع مین روانہ فرمائین اور اپنا نام و پتہ و نشان مقام صاف حرفون مین لکھین بعد اخذ قیمت یا بذریعہ ویلیو پیابل خوش خریدی بلا تاخیر روانہ ہوگی تاجران کتب کو بحالت خریداری دس جلد کی ایک جلد مفت دیجاویگی

المشتہر
شیخ امیر حسن خوشنویس مہتمم مطبع عزیز دکن

چونکہ یہ کتاب خاص مطبع مذکور مین چھپی ہے اسلئے مہر مطبع ثبت کیگئی

مطبع عزیز دکن ۱۳۱۴